نوابِ محسن الملک بہادر

(مولانا عبدالقدوس ہاشمی)

محسن الملک جن کی مشہور اور معرکۃ الآراء کتاب آیات بینات کا ایک اہم حصہ اس وقت آپ کے ہاتھ میں ہے۔ بڑی گوناگوں صلاحیتوں اور غیر معمولی دل و دماغ رکھنے والے ایک بزرگ تھے وہ ایک عالم و محقق تھے، بڑے اعلیٰ درجے کے مقرر تھے، بڑے اچھے صاحب قلم مضمون نگار مصنف تھے۔ بڑی سوجھ بوجھ رکھنے والے سیاست دان تھے، بڑے مخلص اور دور اندیش سیاسی و تعلیمی رہنما تھے اسی کے ساتھ وہ بڑے اعلیٰ درجے کے منتظم اور بڑے دیندار مسلمان بھی تھے ایسا بہت ہی کم دیکھا گیا ہے کہ ایسی غیر معمولی اور گوناگوں صلاحیتیں فطرت فیاض کی طرف سے کسی ایک شخص کو عطا کر دی جائیں۔ لیکن یہ واقعہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے ان میں یہ ساری صلاحیتیں جمع کر دی تھیں۔ اور اللہ جل و علا کے لئے کیا مشکل ہے کہ ساری کائنات کو کسی ایک ذات میں جمع کر دے۔

انھوں نے اپنی گوناگوں صلاحیتوں کو پوری تن دہی، ہوش مندی اور انتہائی اخلاص و للّٰہیت کے ساتھ مسلمانانِ ہند کی خدمت میں صرف کیا اور بڑے بڑے کارنامے انجام دیئے۔ انھوں نے جب مرحوم سر سید کی وفات پر علی گڑھ کالج کی باگ ڈور ہاتھ میں لی تو کالج مالی دشواریوں اور قرضوں کے گرداب میں پھنس کر موت و حیات کے درمیان ہچکولے کھا رہا تھا۔ محسن الملک نے دن رات محنت کر کے اور یاس و نا امیدی پر فتح حاصل کر کے کالج کو اس گرداب سے نکالا اور اس کی بنیادوں کو مضبوط کر دیا۔ انھوں نے مسلمانوں کی سیاسی رہنمائی کی اور منٹو مارلے اسکیم میں انکی مساعی سے مسلمانوں کو جداگانہ حق انتخاب حاصل ہوا انھوں نے اردو زبان کی ترقی کے لئے منصوبے تیار کئے اور اس پر عمل کیا گیا۔ انھوں نے مسلمانوں کی معاشی و معاشرتی ترقی و اصلاح کے لئے بہت سے مضامین لکھے۔ انھوں نے ملک کے دورے کر کے بہت سی تقریریں کیں۔ سوتوں کو جگایا۔ جاگتوں کو کام سے لگایا اور اپنے رفقائے کار کی ایک جماعت تیار کر دی۔

وہ عمیق مطالعہ رکھنے والے ایک وسیع النظر عالم و محقق تھے۔ انھوں نے اس کتاب آیات بینات کے علاوہ اور بھی متعدد کتابیں لکھیں، اور حق یہ ہے کہ اگر ان کے قلم سے اس کتاب کے علاوہ کوئی اور کتاب نہ نکلتی اور نہ کوئی مضمون لکھتے پھر بھی انکی یہی ایک کتاب ان کے وسیع مطالعہ اور ذوق کے لئے شاہد عادل ہوتی، اور اس بات کی دلیل قاطع ہوتی کہ محسن الملک ایک بے لاگ، حق پسند اور بے تعصب محقق تھے۔

نواب محسن الملک کے نام پر ان کا خطاب محسن الملک اس قدر غالب ہے کہ ان کے اصلی نام سے انھیں کوئی یاد نہیں کرتا۔ حیدر آباد دکن میں وہ جس مکان میں رہتے تھے وہ محسن الملک کی کوٹھی کے نام سے اب بھی مشہور ہے۔ ان کی تقاریر کا مجموعہ تقاریر محسن الملک کے نام سے چھپا ہے اور ان کی سوانح عمری بھی سوانح محسن الملک کے نام سے شائع ہوئی ہے۔

نواب منیر نواز جنگ محسن الملک محسن الدولہ کا نام سید مہدی علی تھا۔ ان کا نسب نامہ تاریخ ہندوستان کے بادشاہ گر خاندان سادات بارہ سے ملتا ہے۔ ان کے نانا مولوی محمود علی عباسی ٹونک راج (راجپوتانہ) کے وزیر تھے اور ان کے والد بزرگوار سید ضامن حسن مرحوم اٹاوہ (یوپی) کے ایک زمیندار تھے محسن الملک کی ولادت بمقام اٹاوہ ۱۱ر رمضان ۱۲۵۳ھ (مطابق ۹ر دسمبر ۱۸۳۷ء) بروز شنبہ ہوئی۔ سارا خاندان فقہ جعفری کا پیرو اور اثنا عشریہ امامیہ مسلک رکھتا تھا۔ محسن الملک کی تعلیم بھی اجلائے علمائے شیعہ کی نگرانی میں ہوئی۔ عربی و فارسی زبانوں کے علاوہ شیعہ فقہ و روایات کی بھرپور تعلیم حاصل کی۔ اس کے بعد تحقیق کا شوق پیدا ہوا۔ وسیع مطالعہ کیا اور بالآخر شیعہ مسلک چھوڑ کر سُنّی ہو گئے۔ اپنی تحقیقات کے نتائج ایک ضخیم کتاب میں جمع کئے اور اس کتاب کا نام "آیاتِ بینات" رکھا اس کتاب کا انداز بیان مناظرانہ نہیں بلکہ محققانہ اور بڑی حد تک ناصحانہ ہے ان کے نتائج تحقیق سے اختلاف کرنے کا حق ہر شخص کو حاصل ہے لیکن انکی محنت، وسعت مطالعہ اور صحت نقل و اقتباس کی داد دیئے بغیر کوئی انصاف پرور نہیں رہ سکتا۔ جو کچھ لکھا اکثر و بیشتر خود شیعہ علماء اور مجتہدین کرام کی کتابوں سے اخذ کیا اور ہر جگہ حوالے بھی دیئے گئے۔ نہ کہیں نقل و اقتباس میں کوئی کتر بیونت کی اور نہ کہیں مناظرانہ انداز میں مخالف کو نیچا دکھانے کی کوشش فرمائی بلکہ ناصحانہ و مشفقانہ انداز میں بات سمجھائی۔

نواب محسن الملک کی وفات کے بعد اس کتاب کا جواب بھی "آیات محکمات" کے نام سے ان کے بھائی مولوی امیر حسن مرحوم نے شائع کیا ہے۔ اس کے ساتھ ابتدائی اوراق میں یہ دعویٰ کیا گیا ہے کہ نواب محسن الملک نے خود یہ جواب بھی لکھا تھا۔ وہ درحقیقت شیعہ تھے اور اپنی وفات تک شیعہ ہی رہے۔ انھوں نے کتاب "آیات بینات" صرف اپنے دوستوں کو خوش کرنے کے لئے لکھی تھی، خصوصاً اپنے افسر اور رفیق نواب وقار الملک کی خوشنودی کے لئے۔ گویا یوں سمجھئے کہ نواب محسن الملک آیات بینات کی تالیف سے اپنی وفات تک تقریباً ۴۵ - ۴۶ سال حالت تقیہ میں رہے۔ اسکی تردید کرنے کی کوئی ضرورت نہیں یہ بیان تو ہر شخص کے متعلق دیا جا سکتا ہے اور اہل علم کے نزدیک "کس نے کہا" کو اہمیت بھی کتنی حاصل ہے ساری اہمیت تو "کیا کہا" کو حاصل ہے۔ کتاب سامنے ہے، اس کو دیکھا جائے گا۔ خود وہ اپنے دل میں کس مسلک کو چھپائے رہے اس کا تعین علمی استفادہ کے لئے کہاں ضروری ہے؟

نواب محسن الملک کی داستان ترقی بڑی عجیب ہے ۱۸۵۸ء میں جب ہندوستان کی جنگ آزادی انگریزوں کی فتحمندی پر ختم ہوئی اور ہندوستان ایسٹ انڈیا کمپنی کی حکومت سے نکل کر براہِ راست تاج برطانیہ کے تحت آگیا۔ اس وقت سید مہدی علی بیس اکیس سال کے نوجوان تھے۔ یہ دس روپے ماہوار پر ایک سرکاری دفتر میں محرر ہوئے۔ اس کے بعد ترقی کر کے وہ پیشکار ہو گئے ۱۸۶۷ء میں ڈپٹی کلکٹر ہوئے ۱۸۷۴ء میں سر سالار جنگ مختار الملک وزیر اعظم حیدر آباد دکن نے انھیں حیدر آباد بلا لیا۔ یہ دفتر مالگذاری میں مختلف

عہدوں پر قابل تعریف خدمات انجام دیتے رہے اور آخر میں سررشتہ مالگزاری کے معتمد (سیکریٹری) ہوگئے اس کے بعد انھیں آصف جاہ میر محبوب علی خان نظام دکن نے اپنا پولیٹیکل سکریٹری بنالیا۔ اسی وقت انھیں منیر نواز جنگ اور محسن الملک محسن الدولہ کے خطابات فرماں روائے دکن کی طرف سے عطا ہوئے وہ محسن الملک کے خطاب سے اتنے مشہور ہوئے کہ ان کے اصلی نام سید مہدی علی کو لوگ بھول گئے۔

۱۸۹۳ء میں محسن الملک وظیفہ حسن خدمت (پنشن) پر نظام دکن کی ملازمت سے علیحدہ ہو کر حیدرآباد دکن سے علی گڑھ چلے آئے۔ سرسید مرحوم کی وفات پر ۱۸۹۸ء میں علی گڑھ کالج کے سیکریٹری منتخب ہوئے علی گڑھ کالج کو مالی بحران اور گرداب قرض سے نکالا۔ وہ سرسید مرحوم کے رسالہ تہذیب و اخلاق میں مفید مضامین لکھتے رہے اور تقریروں کے ذریعے اصلاحی تحریکات کو چلاتے رہے ۱۹۰۶ء میں منٹو مارلے اسکیم کے تحت مسلمانوں کو کونسلوں میں جداگانہ نمائندگی اور جداگانہ انتخاب کا حق ملا اس میں دوسرے زعمائے ملت کے ساتھ نواب محسن الملک کی مساعی جمیلہ کا بڑا حصہ تھا۔

نواب محسن الملک کا انتقال بتاریخ ۹ رمضان المبارک ۱۳۲۵ھ (مطابق ۱۶ اکتوبر ۱۹۰۷ء) بمقام شملہ ہوا۔ اس وقت بھی وہ مسلمانوں کی سیاسی خدمات کے سلسلہ میں شملہ گئے ہوئے تھے ان کی میت شملہ سے علی گڑھ لائی گئی اور تدفین علی گڑھ کالج (بعد کو علی گڑھ یونیورسٹی) میں ہوئی انھوں نے علی گڑھ کالج کے لئے اپنی عمر گرانمایہ کے آخری قیمتی دس سال صرف کئے تھے اس لئے انکی قبر یقیناً وہیں ہونی چاہیئے تھی۔

یہ تھے نواب محسن الملک مرحوم کتاب آیات بیّنات کے نامی گرامی مصنف اور مسلمانان ہند کے سیاسی و تعلیمی رہنما۔ رحمہ اللہ رحمۃً واسعۃً وجزاہ اللہ عن سائر المسلمین۔

فہرست مضامین و عناوین آیاتِ بیّنات

جلد دوم ـ حصّہ دوم ـ بحث فدک

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

بحثِ فدک

(۱) فدک کی حقیقت۔ اور اس کے حدود۔ اور اس کی آمدنی۔
(۲) فدک کیوں کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قبضے میں آیا۔
(۳) فیئے کی معنی اور اس کا مصرف۔
(۴) فدک پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت فاطمہ علیہا السلام کو ہبہ فرمایا تھا یا نہیں۔
(۵) حضرت سیدۃ النساء فاطمہ زہرا علیہا السلام نے فدک کے ہبہ کا دعویٰ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سامنے کیا تھا یا نہیں۔
(۶) میراث کے دعویٰ کی حقیقت۔

فدک کی حقیقت

قاموس میں لکھا ہے کہ فدک ایک گاؤں ہے خیبر میں۔ اور مصباح اللغۃ میں لکھا ہے کہ وہ ایک بلدہ ہے جو مدینے سے دو روز کی راہ پر ہے اور خیبر سے ایک منزل۔ اور لسان العرب میں ہے کہ فدک ایک گاؤں ہے حجاز میں اور ازہری کہتے ہیں کہ وہ ایک گاؤں ہے خیبر میں۔ اور بعضے کہتے ہیں کہ وہ حجاز کے ایک طرف میں واقع ہے۔ اس میں چشمے تھے اور کھجور کے درخت اور خدا نے اسے اپنے پیغمبر پر فیئے کیا تھا۔ اور مراصد الاطلاع علی اسماء الامکنۃ والبقاع مطبوعہ جرمنی کی جلد دوم صفحہ ۳۳ میں ہے کہ فدک ایک گاؤں ہے حجاز میں مدینے سے دو یا تین دن کے فاصلے

پر واقع ہے۔ اور اسے خدا نے اپنے رسول کو فئے کیا تھا۔ اس لئے کہ صلحاً حاصل ہوا تھا۔ اس میں چشمے تھے اور کھجور کے درخت۔ اور معجم البلدان یاقوت حموی میں ہے کہ فدک ایک گاؤں ہے حجاز میں مدینے سے دو دن کی راہ پر اور بعض روایت میں تین دن کی راہ پر۔ اور یہ گاؤں ہجرت کے ساتویں سال صلحاً نصف پر آنحضرت صلعم کے ہاتھ آیا تھا۔ اور اس میں بہت سے چشمے پانی کے اور خرمے کے درخت تھے۔ فتح الباری شرح صحیح بخاری کی جلد ششم صفحہ ۱۴۰ میں لکھا ہے کہ "فدک ایک قصبے کا نام ہے اس میں اور مدینے میں تین دن کا فاصلہ ہے۔" قاضی نور اللہ شستری احقاق الحق میں فرماتے ہیں کہ صاحب ابطال الباطل کا یہ کہنا کہ فدک خیبر کے گاؤں میں سے ایک گاؤں تھا جھوٹ ہے اس وجہ سے کہ صاحب جامع اصول نے مالک بن اوس سے روایت کی ہے کہ عمرؓ نے جو حجتیں بیان کیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ رسول اللہؐ کے لئے صَفَا[1] یا بنی نضیر اور خیبر اور فدک کا ثلث تھا۔ اور جناب مولانا سید دلدار علی صاحب عماد الاسلام کے دسویں باب کی فصل اول میں شرح نہج البلاغت ابن ابی الحدید معتزلی سے نقل کر کے فدک کی حقیقت وہی بیان فرماتے ہیں جو قاضی صاحب نے بیان کی ہے۔

فدک کے حدود

فدک کے حدود جو کچھ حضرات شیعہ نے بیان کئے ہیں اور اس کی حد بندی کا قصہ انھوں نے نقل کیا ہے وہ یہ ہے۔

ملّا باقر مجلسی بحار الانوار کی آٹھویں جلد کتاب الفتن صفحہ ۱۰۱ میں "فدک کی حد بندی کی نسبت بسند عبد اللہ بن سنان حضرت امام جعفر صادقؑ سے یہ بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ "رسول اللہ صلعم فاطمہؑ کے گھر میں بیٹھے ہوئے تھے کہ جبریلؑ آئے اور کہا کہ اے محمدؐ اٹھو خدائے تبارک و تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ آپ کے لئے اپنے پروں سے فدک کی حد بندی کر دوں۔ آپ جبریل کے ساتھ اٹھ کھڑے ہوئے اور تھوڑی دیر میں لوٹ آئے۔ اور حضرت سیدہ کے پوچھنے پر آپ نے فرمایا کہ جبریل نے میرے لئے پروں سے فدک کی حد بندی کر دی ہے۔

[1] (صفیہ کی جمع ہے وہ مال جو امام غنیمت میں سے اپنے لئے علیحدہ کرتے)

ہم کو افسوس ہے کہ کوئی روایت حضرات امامیہ نے کسی امام کی طرف سے ایسی بیان نہیں فرمائی جس سے معلوم ہوتا کہ جبریلؑ امین نے اپنے پروں سے جو حدود فدک کے مقرر کئے تھے وہ اسی قریے یا بلدے کے تھے جو ایک گاؤں مدینے سے دو دن یا تین دن کی راہ پر ہے۔ یا وہ حدود مقرر کئے تھے جن کا ذکر حضرت امام موسیٰؑ کاظم کی روایت میں ہے جس کی ایک حد عدن اور دوسری سمرقند اور تیسری افریقیہ اور چوتھی سمندر جو آرمینیہ سے ملا ہوا ہے، تھی۔ اور جس کی نسبت ہارون رشید نے کہا تھا کہ یہ تو سب دنیا ہے۔ اور یہ وہ روایت ہے جسے اب ہم بیان کرتے ہیں۔

وسیع حدود

بحار الانوار میں مناقب ابن شہر آشوب سے ملّا باقر مجلسی نے نقل کیا ہے کہ ہارون رشید نے حضرت امام موسیٰ کاظمؑ سے کہا کہ آپ فدک لے لیجئے حضرت نے انکار کیا۔ اور جب بھی ہارون رشید ان سے فدک کے لئے کہتا تو وہ انکار ہی کرتے۔ آخر جب اس نے بہت اصرار کیا تو آپ نے فرمایا کہ میں اسے نہ لوں گا جب تک مع اپنے حدود کے نہ دیا جائے۔ ہارون رشید نے کہا اچھا اس کے حدود بتلاؤ۔ امام نے فرمایا کہ اگر میں نے اس کے حدود بتائے تو تم ہرگز نہ دو گے۔ ہارون رشید نے کہا "قسم ہے تمہارے نانا کی ضرور دوں گا۔" تب امام نے کہا کہ پہلی حد اس کی عدن ہے۔ یہ سن کر ہارون رشید کا چہرہ متغیر ہو گیا۔ پھر امام نے کہا کہ دوسری حد اس کی سمرقند ہے۔ یہ سن کر ہارون رشید کا چہرہ تمتمانے لگا۔ پھر امام نے کہا کہ تیسری حد اس کی افریقیہ ہے۔ یہ سن کر ہارون رشید کا چہرہ سیاہ ہو گیا۔ پھر امام نے فرمایا کہ چوتھی حد اس کی سمندر کا کنارہ ہے جو آرمینیہ سے ملا ہوا ہے۔ تب ہارون رشید نے کہا کہ آپ نے ہمارے لئے تو کچھ بھی نہ چھوڑا۔ امام نے کہا کہ میں نے تم سے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ اگر میں فدک کے حدود بتاؤں گا تو تم کبھی نہ دو گے۔ اسی پر ہارون رشید نے امام کے قتل کا ارادہ کر لیا۔ اس روایت کو لکھ کر پھر ملا باقر مجلسی لکھتے ہیں کہ ابن اسباط کی روایت میں پہلی حد اس کی عریش مصر اور دوسری دومۃ الجندل اور تیسری اُحد اور چوتھی سمندر بیان کی تھی۔ اس پر ہارون رشید نے کہا کہ یہ سب دنیا ہے۔ اس پر امام نے کہا کہ یہ سب یہودیوں کے قبضے میں ابو ہالہ کے مرنے کے بعد تھی۔ پس اس کو خدا اور رسول نے اپنے لئے فئے

بغیر جنگ وجدل کے کرلیا۔ اور خدا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو حکم دیا کہ یہ حضرت فاطمہؑ کو دے دو۔

دو حد بندیاں

ملّا باقر مجلسی فرماتے ہیں کہ یہ دونوں حد بندیاں جو بیان کی گئیں اس کے خلاف ہیں جو لغت نویسوں نے بیان کیں ہیں اور پھر اس کا جواب ملّا صاحب یہ دیتے ہیں کہ شاید مراد امام کی یہ ہے کہ یہ سب فدک کے حکم میں داخل ہیں اور گویا دعویٰ ان سب پر تھا۔ اور فدک کا نام صرف مثالاً اور تغلیباً تھا۔ (صفحہ ۱۰۱ بحار الانوار کتاب الفتن مطبوعہ ایران) یہ روایت متعلق حدود فدک کے جو حضرات شیعہ بیان کرتے ہیں اسے ہم نے اس لئے یہاں بیان کیا کہ گویا وہ فدک اور خلافت کو مترادف سمجھتے ہیں یعنی جہاں تک مسلمانوں کا قبضہ تھا وہ فدک کے حکم میں داخل تھا۔ اور حضرت فاطمہؑ اسی کا مطالبہ فرماتی تھیں۔ مگر فدک جیسا کہ ہم اپنی روایتوں سے اوپر بیان کر چکے ایک موضع ہے اور اس کے حدود جس طرح سب گاؤں کے معین اور معلوم ہوتے ہیں سب جانتے تھے۔ پیغمبر خدا صلعم نے اس کا انتظام انھیں لوگوں کے سپرد کر دیا تھا جن سے صلحاً لیا گیا تھا۔ اور یہ قرار پایا تھا کہ جو کچھ پیدا ہو اس میں سے نصف وہ لوگ لے لیا کریں اور نصف آنحضرت صلعم کو دے دیا کریں چنانچہ مطابق اس کے ہر سال پیغمبر خدا صلعم کی طرف سے کچھ لوگ جاتے اور تخمینہ کر کے آنحضرت کا حصہ نصف لے آتے۔ اور جو غلہ وہاں سے آتا اسے حضرت اپنے اہل وعیال کے لئے رکھ کر باقی مسلمانوں کو تقسیم کر دیتے۔

فدک کی آمدنی

مگر حضرات شیعہ فرماتے ہیں کہ اس کی آمدنی ہر سال چوبیس ہزار دینار تھی جیسا کہ ملّا باقر مجلسی حیات القلوب میں لکھتے ہیں کہ "آنحضرت صلعم نے اہل فدک کے ساتھ تعہد کر لیا تھا کہ وہ ہر سال چوبیس ہزار دینار دیا کریں کہ اس زمانے کے حساب سے تقریباً تین ہزار چھ سو تومان (سکۂ ایرانی) ہوتے ہیں" اور صاحب تشئید المطاعن کہتے ہیں کہ بحساب ہندوستان کے ایک لاکھ بیس ہزار روپیہ اس کا ہوتا ہے۔ اور صاحب تشئید المطاعن نے لکھا ہے کہ ابو داود اپنی سنن میں لکھتے ہیں کہ "عمر بن عبد العزیزؒ جب خلیفہ ہوئے تو اس وقت فدک کی آمدنی چالیس ہزار دینار تھی۔"

فدک پر آنحضرت صلعم کا قبضہ

فتح الباری کی جلد ششم صفحہ ۱۴۹ میں لکھا ہے کہ تمام اصحاب مغازی نے فدک کے آنحضرت صلعم کے قبضے میں آنے کا قصہ یہ بیان کیا ہے کہ فدک کے باشندے یہودی تھے، جب خیبر فتح ہو گیا تو ان لوگوں نے آنحضرت صلعم کے پاس پیغام بھیجا کہ آپ ہمیں امن دیں ہم شہر کو چھوڑ کر چلے جائیں گے۔ اور ابو داؤد نے زہری کی روایت سے بیان کیا ہے کہ خیبر کے کچھ باقی لوگ قلعہ بند ہو گئے تھے انھوں نے آنحضرت صلعم سے درخواست کی کہ آپ ہمارا خون معاف کر دیجئے اور ہمیں چلے جانے کی اجازت دے دیجئے آپ نے ایسا ہی کیا۔ اس کو اہل فدک نے سنا اور انھوں نے بھی ایسا ہی معاملہ کیا۔ اور ابو داؤد نے ابن شہاب سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلعم بقیہ اہل خیبر کا محاصرہ کر رہے تھے کہ اسی اثنا میں فدک والوں سے صلح ہو گئی۔

تفسیر کبیر کا بیان

تفسیر کبیر صفحہ ۱۷۱ مطبوعہ مصر میں آیہ مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْهُمْ[1] کی شان نزول میں لکھا ہے کہ یہ آیت فدک کے متعلق ہے اس لئے کہ فدک کے باشندے جلاوطن کر دیے گئے تھے اور ان کے سب گاؤں اور مال بغیر لڑائی کے رسول اللہ صلعم کے قبضے میں آ گئے تھے۔ اور فدک ہی کے غلّے میں سے آنحضرت صلعم اپنا اور اپنے عیال کا خرچ نکال کر باقی کو ہتھیاروں وغیرہ میں خرچ کر دیا کرتے تھے۔

فتوح البلدان کی روایت

امام ابو العباس احمد بن یحییٰ بلاذری فتوح البلدان میں لکھتے ہیں کہ اسامہ بن زید نے ابن شہاب سے اور انھوں نے مالک بن اوس سے روایت کی ہے کہ حضرت عمر بن الخطابؓ نے کہا ہے کہ رسول اللہؐ کے تین صفایا تھے (صفایا اس مال اور چیز کو کہتے ہیں جو امام غنیمت میں سے اپنے لئے علیحدہ کر لے) اوّل بنی نضیر کا مال دوسرے خیبر تیسرے فدک بنی نضیر کے مال آنحضرت صلعم نے اپنی ضرورتوں کے

[1] جو ہاتھ لگا دے اللہ اپنے رسول کو ۱۲ موضح پارہ ۲۸ سورۂ حشر رکوع اوّل

لئے روک دیئے تھے اور فدک مسافروں کے لئے تھا۔ آنحضرت کے اہل کے خرچ سے جو بچ رہتا تھا وہ فقرائے مہاجرین کو دے دیا جاتا تھا۔ (دیکھو صفحہ ۳۰ فتوح البلدان مطبوعہ جرمنی)

اسی کتاب میں یہ بھی روایت ہے کہ لوگوں نے کہا ہے کہ رسول اللہؐ نے خیبر سے مراجعت فرماتے ہوئے محیّصہ بن مسعود انصاری کو اہل فدک کے پاس دعوت اسلام کرنے کو بھیجا ان کا رئیس ایک شخص یہودی بنام یوشع بن نون تھا یہودیوں نے نصف حصہ زمین پر رسول اللہؐ سے صلح کر لی۔ مسلمانوں نے سواروں سے اس قسم کا حملہ نہیں کیا تھا اس لئے یہ حصہ خالص رسول اللہ کا تھا۔ جو مسافر آپ کے پاس آمد و رفت رکھتے تھے ان کی صرف میں اس کی آمدنی آیا کرتی تھی اس کے باشندے وہیں فدک میں رہا کئے یہاں تک کہ حضرت عمرؓ خلیفہ ہوئے اور انھوں نے حجاز سے یہودیوں کو نکال دیا۔ ابوالہیثم مالک بن تیہان اور سہل بن ابی خثیمہ اور زید بن ثابت انصاریوں کو فدک میں بھیجا انھوں نے اس کی نصف زمین کی منصفانہ قیمت مقرر کر کے یہود کو دے دی اور ملک شام کی طرف ان کو نکال باہر کیا۔ (دیکھو صفحہ ۲۹ فتوح البلدان مطبوعہ جرمنی) قریب قریب اسی کے تاریخ طبری اور تاریخ کامل ابن اثیر میں بھی لکھا ہے جس کی اصل عبارتیںؔ ہم حاشیہ پر نقل کرتے ہیں۔

ؔ خلاصہ تاریخ طبری یہ ہے وحاصر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اہل خیبر نے حصنیہم الوطیح والسلام حتیٰ اذا ایقنوا بالہلکۃ سالوہ ان یسیرہم ویحقن لہم دماءہم ففعل وکان رسول اللہ صلعم قد حاز الاموال کلہا الشق و نطاۃ والکتیبۃ وجمیع حصونہم الا ما کان من ذینک الحصنین فلما سمع بہم اہل فدک قد صنعوا بعثوا الی رسول اللہ صلعم یسالونہ ان یسیرہم ویحقن دماءہم لہم ویخلوا لہ الاموال ففعل وکان فیمن مشی بینہم وبین رسول اللہ صلعم فی ذلک محیصۃ بن مسعود اخو بنی حارثۃ فلما نزل اہل خیبر علی ذلک سالوا رسول اللہ صلعم ان یعاملہم بالاموال علی النصف وقالوا نحن اعلم بہا منکم واعمر لہا فصالحہم رسول اللہ صلعم علی النصف اعنی انا اذا شئنا ان نخرجکم اخرجناکم وصالحہ اہل فدک علی مثل ذلک فکانت خیبر فیئا للمسلمین وکانت فدک خالصۃ لرسول اللہ صلعم انتہی۔ در تاریخ کامل ابن اثیر جلد دوم صفحہ ۱۰۸ میں ہے لما انصرف رسول اللہؐ من خیبر بعث محیصۃ بن مسعود الی اہل فدک یدعوہم الی الاسلام ورئیسہم یومئذ یوشع بن نون الیہودی فصالحوا رسول اللہ صلعم علی نصف الارض فقبل منہم ذلک فکان نصف فدک خالصۃ لرسول اللہ صلعم لانہ لم یوجف المسلمون علیہ بخیل ولا رکاب یصرف ما یاتیہ منہا علی ابناء السبیل ولم یزل اہلہا بہا حتیٰ استخلف عمر بن الخطاب واجلی یہود الحجاز فبعث ابا الہیثم بن التیہان وسہل بن ابی حثمۃ وزید بن ثابت فقوموا نصف تربتہا بقیمۃ عدل فدفعہا الی الیہود واجلاہم الی الشام ولم یزل رسول اللہؐ وابوبکر وعمر وعثمان وعلی یصنعون صنع رسول اللہ صلعم بعد وفاتہ فلما ولی معاویۃ الخلافۃ اقطعہا مروان بن الحکم فوہبہا مروان لابنہ عبدالملک انتہی ۱۲

معجم البلدان کا حوالہ

قاضی نوراللہ تستری صاحب احقاق الحق نے بحوالہ معجم البلدان مؤلف یاقوت حموی شافعی کے لکھا ہے کہ فدک کو اللہ تعالیٰ نے سنہ سات ہجری میں اپنے رسول پر صلح کے طور پر فئے کیا تھا۔ اس کا قصہ یہ ہے کہ جب آپ خیبر میں نازل ہوئے اور اس کے قلعوں کو فتح کیا اور اس میں کوئی نہ رہا صرف ایک تہائی لوگ رہ گئے اور ان پر حصار کی سختی ہوئی تو انھوں نے رسول اللہ کے پاس آدمی بھیج کر پوچھا کہ اُن کے جلاوطن ہونے پر اُن کو اجازت دے دیں۔ آپ نے اس کو منظور کر لیا۔ پھر یہ خبر اہل فدک کو پونہچی تو انھوں نے آپ کی خدمت میں قاصد بھیج کر دریافت کیا کہ ہم سے نصف اموال اور ثمار پر صلح کر لیں آپ نے اس کو بھی منظور کر لیا۔ تو یہ ہے وہ صورت جس پر گھوڑوں اور شتروں کی دوڑ نہیں ہوئی اس لئے یہ خالص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہوئی۔

بحارالانوار کی روایت

اور بحارالانوار میں بروایت امام جعفر صادقؑ فدک کے آنے کی کیفیت اس طرح پر لکھی ہے کہ ایک جہاد میں رسول اللہ صلعم تشریف لے گئے جب آپ اس سے لوٹے اور راستہ میں کسی جگہ ٹھہرے اور لوگ بھی آپ کے ساتھ تھے کہ آپ کے پاس جبرئیلؑ آئے اور کہا کہ اے محمدؐ اٹھو اور سوار ہو لو۔ آپ سوار ہوئے اور جبرئیلؑ آپ کے ساتھ تھے اور آپ کے لئے زمین ایسی لپٹ گئی جیسے کپڑا لپیٹ لیتے ہیں یہاں تک کہ فدک پر پہونچے۔ جب اہلِ فدک نے گھوڑوں کا آنا سُنا تو ان کو یہ خیال ہوا کہ اُن کا کوئی دشمن چڑھ آیا انھوں نے شہر کے دروازے بند کر دیئے اور شہر سے باہر ایک گھر میں ایک بڑھیا رہتی تھی اس کو کنجیاں دروازوں کی دے کر خود پہاڑوں پر جا چڑھے۔ جبرئیلؑ بڑھیا کے پاس آئے اور اس سے کنجیاں لے کر شہر کے دروازے کھولے پیغمبر صاحبؐ نے اس کے گھر گھر میں دورہ کیا۔ جبرئیلؑ نے کہا اے محمدؐ یہ وہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے خاص آپ کو دیا ہے نہ اور لوگوں کو۔ یہی معنی ہیں اس قول خداوندی کے مَآ اَفَآءَ اللّٰہُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ الخ۔ پھر جبرئیلؑ نے دروازے بند کر دئے اور کنجیاں آپ کو دے دیں اور رسول اللہ صلعم نے ان کو اپنے سیف کے غلاف میں رکھ لیا اور وہ غلاف آپ کے کجاوے میں متعلق تھا۔ پھر آپ سوار ہوئے اور زمین آپ کے لئے لپیٹ دی گئی کہ آپ قافلے میں پہنچ

گئے۔ اور لوگ اس وقت تک اپنے مقاموں پر بیٹھے ہوئے تھے متفرق نہ ہوئے تھے اور نہ کہیں گئے تھے کہ اتنے میں آپ نے فرمایا کہ ہم فدک گئے تھے اور اللہ تعالیٰ نے مجھی کو غنیمت میں اس کو دیا ہے۔ منافقین نے ایک دوسرے کی طرف اشارہ کیا۔ پھر آپ نے فرمایا کہ یہ کنجیاں ہیں فدک کی اور اُن کو اپنے غلاف سیف میں سے نکال کر دکھلائیں پھر لوگ سوار ہوئے اور جب مدینے میں پہنچے تو آپ فاطمہؑ کے پاس آئے اور فرمایا کہ اے بیٹی تیرے باپ کو اللہ تعالیٰ نے غنیمت میں فدک دیا ہے اور وہ تیرے باپ ہی کے لئے خاص ہے نہ اور مسلمانوں کے لئے میں اس میں جو چاہوں سو کروں الخ

عجیب و غریب روایت

ملا باقر مجلسی تفسیر فرات بن ابراہیم سے روایت مذکورہ بالا سے بھی بڑھ کر ایک عجیب و غریب روایت نقل کرتے ہیں جو اُن کے مذاق کے بالکل مطابق ہے۔ اور جس میں اُن کو گویا اس بات کا دکھانا ہے کہ فدک بمدد حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے اور بعد قتل بعض سرداران فدک کے قبضے میں پیغمبرؐ کے آیا تھا اور اس سے ضمناً جناب امیر کا حق فدک پر ثابت کرنا منظور ہے وہ روایت یہ ہے کہ زید بن محمد بن جعفر علوی نے محمد بن مروان سے اور اُسنے علیہ بن یحییٰ سے اور اس نے محمد بن الحسینؑ سے یہ روایت کی ہے کہ جبریل پیغمبر خدا صلعم کے پاس آئے اور آنحضرتؐ نے اپنے ہتھیار لگائے اور اپنی سواری پر زین کسا اور علیؑ نے بھی اپنے ہتھیار لگائے اور زین کھینچا پھر دونوں آدمی رات کو اُس طرف چلے جسے کوئی نہیں جانتا تھا اور جہاں خدا نے اُن کو لے جانے کا ارادہ کیا تھا یہاں تک کہ وہ فدک میں پہنچے اس وقت آپ نے علیؑ سے کہا یا تم مجھے اٹھا کے لے چلو یا میں تم کو اٹھا کر لے چلوں۔ حضرت علیؑ نے عرض کیا کہ میں آپ کو اٹھا کر لے چلوں گا آپ نے فرمایا کہ نہیں میں تم کو اٹھا کر لے چلوں گا پس آپ نے علیؑ کو اپنے بازو پر اٹھا لیا اور لے چلے یہاں تک کہ قلعۂ فدک کی شہر پناہ پر پہنچ گئے اور وہاں سے علیؑ قلعے میں داخل ہوئے اور ان کے پاس آنحضرت صلعم کی تلوار تھی اور وہاں جا کر علیؑ نے اذان دی اور تکبیر کہی کہ قلعہ والے اس آواز کو سن کر گھبرائے ہوئے دروازے پر نکل آئے اور دروازہ کھول کر باہر نکل آئے۔ پھر ان کے سامنے آنحضرتؐ آگئے اور علیؑ بھی اُن کی طرف پہنچ گئے۔ پھر علیؑ نے اٹھارہ آدمی اُن کے سرداروں اور بزرگوں

میں سے قتل کیے اور باقیوں نے اپنے آپ کو حوالے کر دیا۔ اور آنحضرت نے اُن کے بچوں کو اپنے آگے کر لیا اور جو اُن میں سے بچے ان کے مال و اسباب کو ان کی گردنوں پر رکھ کر مدینے کو لے گئے پس کسی اور کو سوائے آنحضرت صلعم کے فدک کے لینے میں تکلیف نہیں کرنی پڑی۔ اس لئے فدک آپ کے اور آپ کی ذریت کے لئے مخصوص ہوا اور مسلمانوں کا اس میں کوئی حصہ نہ ہوا۔ (صفحہ ۹۰ بحار الانوار کتاب الفتن) غرض کہ یہ امر بین الفریقین مسلم ہے کہ فدک اُن اموال میں سے ہے جس کو فئے کہتے ہیں اس لئے اب ہم فئے کے معنے اور اس کا مصرف بیان کرتے ہیں۔

فئے کا مفہوم اور مصرف

لسان العرب[1] میں ہے کہ فئے اس غنیمت اور خراج کو کہتے ہیں جو مسلمانوں کو کفار کے اموال سے بے جنگ و جہاد کے حاصل ہوتی ہو۔ اصل میں فئے کے معنے رجوع کے ہیں گویا اصل میں مسلمانوں ہی کا تھا انھیں کی طرف لوٹ آیا اور اسی وجہ سے فئے اس سایہ کو کہتے ہیں جو بعد زوال کے ہوتا ہے کیونکہ وہ بھی غرب کی جانب سے شرق کی جانب لوٹ جاتا ہے۔

تفسیر کبیر کی توضیح

یہ لفظ فئے کا قرآن مجید سے لیا گیا ہے اور یہ کہ وہ کس سے مخصوص ہے، اور اس کا مصرف کیا ہے۔ آیہ مفصلہ ذیل میں جو سورۂ حشر میں واقع ہے مذکور ہے۔ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَمَآ اَفَآءَ اللّٰهُ[2] عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْهُمْ فَمَآ اَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَّلَا رِكَابٍ وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ يُسَلِّطُ رُسُلَهٗ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ مَآ اَفَآءَ

[1] اصل عبارت ہے الفئے الغنیمۃ والخراج وہو ما حصل للمسلمین من اموال الکفار من غیر حرب ولا جہاد واصل الفئے الرجوع کانہ کان فی الاصل لہم فرجع الیہم ومنہ قیل للظل الذی یکون بعد الزوال فئے لانہ یرجع من جانب الغرب الی جانب الشرق ۱۲ -

[2] اور جو ہاتھ لگایا اللہ نے اپنے رسول کو اُن سے سو تم نے نہیں دوڑائے اس پر گھوڑے نہ اونٹ لیکن اللہ جتا دیتا ہے اپنے رسولوں کو جس پر چاہے اور اللہ سب چیز کر سکتا ہے جو ہاتھ لگا دے اللہ اپنے رسول کو بستیوں والوں سے سو اللہ کے واسطے اور رسول کے اور اس کے قرابت والے کے اور ان باپ کے لڑکوں کے اور محتاجوں کے اور مسافر کے ۱۲ موضح القرآن پارہ ۲۸ سورۂ حشر رکوع اول ۱۲

اللہُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ مِنْ اَھْلِ الْقُرٰی فَلِلّٰہِ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنِ وَابْنِ السَّبِیْلِ ۔ تفسیر کبیر کی جلد ششم مطبوعہ مصر کے صفحہ ۲۷۱ میں اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے کہ مبرد کا قول ہے کہ فاء یعنی ء جب بولا جاتا ہے کہ جب کوئی چیز لوٹے۔ اور جب خدا کسی چیز کو لوٹا دے تو افاء اللہ بولتے ہیں۔ ازہری کا قول ہے کہ فئے ان مالوں کو کہتے ہیں جو بغیر لڑائی کے خدا مخالفین سے مسلمانوں کو دلواتا ہے۔ اس کی کئی صورتیں ہیں یا مخالفین اپنے وطنوں سے نکل جائیں اور اُن کو مسلمانوں کے لئے چھوڑ جائیں۔ یا جزیہ پر صلح کر لیں جس کو ہر شخص کی طرف سے ادا کیا کریں۔ یا علاوہ جزیہ کے اور کوئی چیز خون ریزی کے فدیہ میں ملے جیسے کہ بنی نضیر نے آنحضرت صلعم کی صلح کے وقت کیا تھا کہ ہر تین آدمی ایک اونٹ کے علاوہ ہتیاروں کے اور جس چیز سے چاہیں بھر لیں اور باقی ماندہ چھوڑ جائیں پس یہ باقی ماندہ مال فئے ہے۔ یہی وہ مال تھا جس کو خدا نے کفار سے مسلمانوں کی طرف پھیر دیا۔ اور منہم کی ضمیر یہود اور بنی نضیر کی طرف پھرتی ہے۔ اور فَمَآ اَوْجَفْتُمْ "وجیف الفرس والبعیر یجف وجفاء و جیفا" سے ہے۔ وجف کے معنے تیز روی کے ہیں جب کوئی شخص کسی کو تیز روی پر آمادہ کرے تب اوجف صاحبہ کہا کرتے ہیں۔ اور علیہ کی ضمیر مَآ اَفَآءَ اللہُ کی طرف راجع ہے اور مِنْ خَیْلٍ وَّلَا رِکَابٍ رکاب اونٹ کی سواری کو کہتے ہیں۔ عرب کے لوگ اونٹ کے سوار ہی کو راکب کہتے ہیں اور گھوڑے کے سوار کو فارس۔ اس آیت کے معنے یہ ہیں کہ صحابہ نے رسول اللہ صلعم سے درخواست کی تھی کہ جیسے آپ نے مال غنیمت کو لوگوں میں تقسیم کر دیا ہے ایسے ہی مال فئے کو بھی تقسیم کر دیجئے۔ اس پہ خدا تعالیٰ نے ان دونوں چیزوں میں فرق بیان کر دیا۔ کہ مالِ غنیمت وہ ہے جس کے حاصل کرنے میں تم نے محنت برداشت کی ہو اور گھوڑوں اور اونٹوں سے اس پر حملہ کیا ہو۔ اور فئے اس کے خلاف ہے اس کے حاصل کرنے میں تم کو کچھ تھکان نہیں ہوئی اس لئے یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سپردگی میں رہے گا وہ جہاں چاہیں اس کو صرف کریں۔

امام رازی کا قول

اسی آیت کی تفسیر میں امام رازی لکھتے ہیں کہ اگر یہ آیت متعلق اموال بنی نضیر کے ہے تو یہ سوال پیدا ہوتا ہے

کہ ان کے اموال لڑائی کے بعد ضبط کئے گئے تھے اس لئے چاہیئے کہ وہ مال غنیمت ہوں نہ منجملہ مال فئے کے۔ اور اس کا وہ یہ جواب دیتے ہیں کہ مفسرین نے دو وجہ بیان کی ہیں۔ ایک یہ کہ یہ آیت بنی نضیر کی بستیوں کے متعلق نہیں ہے بلکہ فدک کے متعلق ہے۔ اور دوسرا قول یہ ہے کہ اگرچہ بنی نضیر کے اموال کے متعلق ہے مگر جب اُن سے لڑائی ہوئی تھی تب مسلمانوں کے پاس گھوڑوں اور اونٹوں کا کچھ سامان نہ تھا اور نہ کچھ ایسی مسافت قطع کرنی پڑی۔ وہ لوگ مدینے سے صرف دو میل تھے مسلمان وہاں سے پیادہ پا وہاں چلے گئے صرف رسول اللہ صلعم اونٹ پر سوار تھے۔ اور لڑائی بھی بہت خفیف سی ہوئی اور گھوڑے اور اونٹ تو بالکل موجود ہی نہ تھے۔ اس لئے خدائے تعالیٰ نے ان چیزوں کے حاصل ہونے کو ویسا ہی قرار دیا جیسے بغیر لڑائی کے حاصل ہوتے ہیں اور یہ مال آنحضرت صلعم کے لئے خاص کر دیا تھا۔ انصار میں سے صرف تین آدمیوں کو دیا تھا جو حاجتمند تھے۔ ابو دُجانہ اور سہل بن حُنیف اور حارث بن صمہ کو۔

اموالِ نبوی کا بیان

ان اموال کے متعلق جو رسول خدا صلعم کے ہاتھ میں آتے اور بعد آپ کے خلفا اور آئمہ اس پر متصرف ہوتے ضرور ہے کہ ان کے اقسام اور حقیقت اور مصرف کا بیان ذرا تفصیل سے کیا جائے۔ تاکہ معلوم ہو کہ فئے جسے کہتے ہیں اُس میں اور دیگر اقسام میں مثل غنیمت وغیرہ کے کیا فرق ہے اور ان اموال پہ رسولِ خدا صلعم یا خلفا اور آئمہ کا تصرف مالکانہ تھا یا متولیانہ چنانچہ اُسے ہم بیان کرتے ہیں۔

صدقہ کا مفہوم

یہ بات یاد رکھنی چاہیئے کہ اکثر صدقہ اور صدقات کا لفظ قرآن مجید اور احادیث میں آیا ہے اس کے دو معنے ہیں ایک عام اور ایک خاص۔ کبھی وہ اپنے عام معنے میں ان اموال پر بولا جاتا ہے جو مسلمانوں کے مصالح اور انتظام لشکر اور دیگر کاموں میں صرف کرنے کے لئے تحصیل کئے جاتے ہیں۔ اور ان معنی میں صدقہ زکوٰۃ اور اموال لاوارث اور خمس غنیمت اور خراج اور فئے وغیرہ سب کو شامل ہے۔ اور کبھی مخصوص معنی میں اس کا استعمال ہوتا ہے اور

اس سے مراد صرف زکوٰۃ اور صدقہ اصطلاحی یعنی خیرات ہوتی ہے۔ اور وہ صدقہ جو آل بیت رسول پر حرام ہے وہ صدقہ مخصوص ہے یعنی زکوٰۃ اور خیرات۔

اموالِ نبوی کی قسمیں

جو مال آنحضرت صلعم کے قبضے میں آتا اس کی تین قسمیں تھیں۔ زکوٰۃ ۔ غنیمت ۔ فے ۔ زکوٰۃ پر صدقے کا اطلاق ہوتا ہے اور اس کا ذکر سورۂ توبہ میں ہے اور اسی میں زکوٰۃ کا مصرف بیان کیا گیا ہے۔ غنیمت اس مال کو کہتے ہیں اور اس کا ذکر سورۂ انفال میں آیا ہے۔

زکوٰۃ کے مصارف :

زکوٰۃ کے مصرف کی نسبت خداوند تعالیٰ فرماتا ہے۔ [1] اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَفِى الرِّقَابِ وَالْغٰرِمِيْنَ وَفِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ط فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ ط وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ہ کہ صدقات کے مستحق صرف یہ لوگ ہیں فقیر یعنی وہ محتاج جو سوال نہ کرتے ہوں اور مسکین یعنی وہ محتاج جو بھیک مانگتے ہوں اور وہ لوگ جو تحصیل زکوٰۃ کے لئے مقرر ہوں اور وہ لوگ جن سے جہاد میں مدد مل سکتی ہو اور ان کی تالیف قلوب منظور ہو۔ اور غلاموں کے آزاد کرنے اور قرضداروں کے قرض چکانے اور خدا کی راہ میں مثل جہاد وغیرہ کے صرف کیا جائے اور مسافروں کو دیا جائے۔" پیغمبر خدا صلعم پر صدقات کی تقسیم میں بعض منافقوں نے اعتراض کیا تھا کہ پیغمبر دولت مندوں سے مال لیتے ہیں اور اپنے اقارب اور اہل مودت کو اپنی مرضی کے موافق دیتے ہیں اور عدل کی رعایت نہیں کرتے۔ اس لئے خدا نے اس آیت میں صدقات کا مصرف بیان کر دیا کہ رسول کو اس سے کچھ تعلق نہیں ہے نہ وہ اپنے لئے اس میں سے کوئی حصہ لیتے ہیں نہ اس میں سے کوئی حصہ آپ کے اقارب اور عزیزوں کے لئے دیا جاتا ہے۔ پیغمبر صرف اس کے امین اور خازن ہیں اور بموجب حکم خدا کے اس کی تقسیم کرنے والے۔ فکان علیہ الصلوٰۃ والسلام لقول ما اعطیکم شیئا ولا امنعکم انما انا خازن اضع حیث امرت کہ میں تمھیں نہ کچھ دیتا ہوں اور نہ روکتا ہوں صرف خزانچی ہوں

[1] پارہ ۱۰ سورۂ توبہ رکوع ۱۴

جہاں حکم ہوتا ہے وہاں خرچ کرتا ہوں۔

مالِ غنیمت کے مصارف

غنیمت کے متعلق سورۂ انفال کے شروع میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ [1] يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ ج فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَصْلِحُوْا ذَاتَ بَيْنِكُمْ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗٓ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ہ یعنی پوچھتے ہیں تجھ سے اے محمدؐ مال غنیمت کی نسبت۔ کہہ دے ان سے کہ یہ اللہ اور اس کے رسول کا ہے۔ سو ڈرو اللہ سے آپس میں جھگڑا نہ کرو۔ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اگر تم ایمان والے ہو۔ یہ آیت بدر کی لڑائی میں جو غنیمت ہاتھ آئی تھی اس کے متعلق نازل ہوئی۔ چونکہ یہ پہلی ہی لڑائی تھی اور پہلی ہی غنیمت جو مسلمانوں کو ہاتھ لگی تھی اس لئے اس کی نسبت کچھ جھگڑا پیدا ہوا۔ اور جیسا کہ معالم التنزیل وغیرہ میں بیان کیا گیا ہے جھگڑے کا سبب یہ تھا کہ زمانہ جاہلیت میں غنیمت کے مال کا یہ دستور تھا کہ تقسیم ہونے سے پہلے سردار لشکر جو چاہتا تھا اوّل اپنے لئے پسند کر لیتا اور اسی پسند کی ہوئی چیز کو صفی کہتے (جس کی نسبت صفایا کا لفظ مستعمل ہے اور جابجا اس بحث میں آیا ہے) اور بروقت تقسیم کے چوتھ یعنی چہارم حصہ سردار لشکر کو دیا جاتا تھا باقی جو رہتا وہ لڑنیوالوں اور فتح کرنے والوں میں تقسیم ہوتا۔ اور اگر کوئی چیز خاص کسی شخص کے ہاتھ آتی تو وہ اس کو اپنی ملکیت سمجھتا۔ اور اس طور پر زبردست اور توانگر لوگ غریبوں پر ظلم کرتے اور عمدہ اور اچھا مال خود لے لیتے۔ مال غنیمت کی نسبت بھی انھیں خیالات سے کچھ جھگڑا پیدا ہوا۔ اور چونکہ اس وقت تک مسلمانوں کے لئے غنیمت کے مال کی نسبت کوئی حکم نازل نہیں ہوا تھا اس لئے لوگوں نے آپ سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ چوتھ اور صفی (یعنی جو مال پسند آوے) غنیمت میں سے لے لیں اور باقی چھوڑ دیں تاکہ ہم آپس میں تقسیم کر لیں، اس پر خدا نے یہ حکم بھیجا کہ مال غنیمت کسی کی ملکیت نہیں ہے بلکہ خدا اور خدا کے رسول کی ملکیت ہے اس پر کچھ جھگڑا نہ کرو۔

[1] پارہ ۹ سورۂ انفال رکوع اول۔

خدائی ملکیت

واضح ہو کہ اللہ والرسول سے یہ مدعا نہیں ہے کہ خدا کے لئے نصف حصہ ہو اور نصف رسول کے لئے بلکہ اُس سے مراد ہے کہ وہ خدا کا مال ہے اور رسول اس کا امین اور تقسیم کرنے والا ہے۔ رسول کا نام لینے سے یہ مدعا نہیں ہے کہ رسول کی ذاتی ملکیت اور خانگی مالیت ہے بلکہ اس طرح کے کلام سے صرف خدا ہی کی ملکیت مراد ہوتی ہے اور خدا کی ملکیت قرار دینے سے یہ مطلب ہے کہ کوئی خاص شخص اس پر دعویٰ نہیں کرسکتا بلکہ خدا جس طرح پر حکم دیگا اس طرح پر کیا جائیگا۔ پھر اس سورت کی بیالیسویں آیت میں یہ حکم آیا [1] وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ لا کہ مال غنیمت میں سے خمس خدا اور خدا کے رسول کے لئے ہے جو قرابت مندوں اور غریبوں اور یتیموں اور مسافروں کی مدد پہونچانے اور ان کی حاجت برلانے کے لئے رہے گا۔ اور چار خمس ان لوگوں میں جو لڑتے تھے یا لڑائی کے متعلق کاموں میں مصروف تھے تقسیم کیا جائے گا۔

رسم جاہلیت کی تنسیخ

الفاظ لذی القربیٰ والیتمیٰ والمسکین وابن السبیل سے صاف اس بات کا ثبوت ہوتا ہے کہ خمس غنیمت مثل ایام جاہلیت کے بحیثیت لشکر کی سرداری کے آپ کی ذات خاص کے لئے خدا نے مقرر نہیں کیا بلکہ جاہلیت کی رسم کو مٹا کر خمس اس لئے مقرر کیا کہ وہ ذاتی ضرورت میں آپ کی اور آپ کے رشتہ داروں کے خرچ ہو اور جو کچھ بچے وہ یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں میں تقسیم کیا جائے۔ اور اس میں خدا کو اس بات کا ظاہر کرنا منظور تھا کہ اس نے اپنے رسول کو صرف حفاظت اسلام اور صیانت مسلمین اور اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے کفار سے مقاتلہ کرنے کا حکم دیا ہے ورنہ اس کا رسول ملک گیری اور حصول سلطنت اور اخذ مال و متاع اور حب جاہ کے خیال سے بری اور پاک ہے۔ اور اسی لئے مثل ایام جاہلیت یا دنیا کے عام سرداران لشکر کے نہ غنیمت میں اپنی ذات خاص کے لئے وہ کوئی حصہ لیتا ہے اور نہ اس سے

[1] پارہ ۱۰ سورہ انفال رکوع ۵ ـ ۱۲

کوئی خانگی جائداد اور ذاتی ملکیت پیدا کرنی اسے منظور ہے بلکہ جو حصہ غنیمت میں سے نکالا گیا ہے اس میں یتامیٰ اور مساکین اور ابن سبیل اور ذوی القربیٰ سب شریک ہیں اور انھیں کی اعانت اور خبر گیری اور رفع ضروریات کے لئے وہ اس کے تصرف میں بطور امین اور خازن کے رکھا گیا ہے۔ اور یہ وہ امر ہے کہ جس کو دیکھ کر دشمن سا دشمن اسلام کا بھی کسی قسم کا نفسانیت یا حب جاہ اور حصول ملکیت کا ذرا سا بھی الزام رسول پر نہیں لگا سکتا اور یقین کرسکتا ہے کہ اسلام سچا مذہب خدا کا ہے اور اس کے احکام کسی کی ذاتی آسائش اور آرام کے لئے نہیں ہیں اگرچہ وہ خدا کا پیغمبر ہی کیوں نہ ہو اور جو کچھ اس کے نام سے مقرر کیا گیا ہے وہ بھی اس لئے کہ اپنی اور اپنے رشتہ داروں کی معمولی ضرورت پوری کرنے کے بعد وہ یتیموں اور غریبوں اور مسافروں کی خبر گیری میں خرچ کرے اپنے واسطے کچھ نہ رکھے۔ اور یہی وہ بات ہے جو آپ کی سیرت اور عادت اور عمل سے ظاہر ہے کہ وہ کچھ خمس میں سے آتا بعد اپنے اور اپنے اہل و عیال کے معمولی مصارف کے سب کو آپ خدا کی راہ میں خرچ کر دیا کرتے اور کل کے لئے کچھ نہ رکھتے اور اگر کچھ رہ جاتا تو جب تک خدا کی راہ میں خرچ نہ ہو جاتا آپ کو چین نہ آتا۔ واللہ یعلم حیث یجعل رسالتہ۔ اور اللہ جانتا ہے جہاں وہ اپنی رسالت رکھتا ہے۔

تفسیر صافی کا بیان

تفسیر صافی میں ہے کہ قل الانفال للہ والرسول مختصۃ بھما یضعانھا حیث شاء کہ یہ مال غنیمت کا خدا اور خدا کے رسول سے مخصوص ہے کہ جہاں وہ چاہیں اسے صرف کریں۔ تہذیب میں امام باقرؑ اور امام جعفر صادقؑ سے بیان کیا گیا ہے کہ فئے اور انفال اس مال کو کہتے ہیں جو بغیر خون ریزی کے صلحاً حاصل ہوا ہو اور فئے اور انفال ایک چیز ہے۔ فئے کے متعلق جو آیتیں ہیں وہ سورہ حشر میں بیان کی گئی ہیں۔ پہلی آیت یہ ہے [1] وَمَآ اَفَاۗءَ اللّٰهُ عَلٰي رَسُوْلِهٖ مِنْهُمْ فَمَآ اَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَّلَا رِكَابٍ وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ يُسَلِّطُ رُسُلَهٗ عَلٰي مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ جو کچھ خدا اپنے رسول پر فئے کرتا ہے یعنی کفار کا مال اسے دلاتا

[1] اس کا ترجمہ صفحہ ۱۷ میں دیکھو ۱۲

ہے اس میں تقسیم نہیں ہو سکتی اس لئے کہ تم اونٹ اور گھوڑوں پر سوار ہو کر جنگ کے لئے نہیں گئے اور تم کو لڑائی نہیں کرنی پڑی تھی اس لئے اس میں مثل غنیمت کے مال کی تقسیم نہیں ہو سکتی۔ اس کے بعد دوسری آیت میں فئے کی تقسیم کا بیان ہے اور وہ یہ ہے مَآ اَفَآءَ اللّٰہُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ مِنْ اَھْلِ الْقُرٰی فَلِلّٰہِ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنِ وَابْنِ السَّبِیْلِ ۙ کہ جو فئے رسول خدا کو حاصل ہو اور خدا اور اس کے پیغمبر اور رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کے کام میں لانے کے لئے ہے۔

متولیانہ تصرّف

فئے کی نسبت بحث طلب امر یہ ہے کہ آیا وہ مال آنحضرت صلعم کی ملک تھا اور وہ آپ کا ذاتی اور خانگی مال سمجھا جاتا یا وہ آپ کے اختیار میں تھا کہ خدا کے حکم کے مطابق اس کو کام میں لاتے اور جیسی مصلحت ہوتی مسلمانوں کے فائدے اور دیگر ضروریات شرعی میں خرچ کرتے۔ جو بات آپ کی عادت اور خصلت سے معلوم ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ آپ تصرف تو کر سکتے تھے لیکن بالامر۔ یعنی جہاں خدا کا حکم ہوتا تھا وہیں صرف فرماتے۔ مالک خود مختار نہ تھے کہ جس کو جی چاہتا دے دیتے اور جس کو نہ چاہتا نہ دیتے۔ بلکہ اس میں ایسا تصور کرتے تھے جس طرح غلام مامور ہوتا ہے کہ جہاں اس کے مولی کا حکم ہو، وہاں صرف کرے۔ اور اس کی تشریح آپ نے خود فرما دی ہے جیسا کہ حدیث میں آیا ہے کہ آپ نے فرمایا خدا کی قسم میں اپنی طرف سے نہ کسی کو دیتا ہوں اور نہ منع کرتا ہوں۔ میں تو ایک تقسیم کرنے والا ہوں جہاں مجھے حکم ہوتا ہے دیتا ہوں اور جہاں نہیں ہوتا نہیں دیتا۔ اور جس طرح آپ فئے کے مال کو صرف فرماتے اس سے بھی یہی بات نکلتی ہے اس لئے کہ جو کچھ ان زمینوں سے آتا جو فئے تھیں اس میں سے آپ اپنی ذات خاص کے لئے اور اپنے اہل و عیال کے لئے ایک سال کے خرچ کے لائق لے لیتے اور باقی سواریوں اور سامان لشکر کی تیاری میں صرف فرماتے غرضکہ جسے آپ کا تصرف متولیانہ تھا نہ مالکانہ۔ اور یہ فرمانا خدا کا کہ یہ رسول کے لئے ہے اس سے مراد یہ ہے کہ اس میں کسی دوسرے کا ساتھیوں میں سے حصہ نہیں ہو سکتا۔ اور نہ غنیمت کے مال کی طرح اس کی تقسیم ہو سکتی ہے، وہ رسول کے قبضے میں رہے گا کہ اس کو

اسلام کی ضرورتوں اور لشکر کے کاموں اور اقارب اور یتامیٰ اور مساکین اور محتاجین کی حاجت براری میں صرف کرے۔ اور چونکہ آپ کو کفار سے لڑنے اور صلح کرنے کی ضرورت پیش آتی تھی اور اس کے انتظام کے لئے مصارف کی بھی حاجت ہوتی اور غنیمت کے مال میں سے چار خمس لشکریوں پر تقسیم ہو جاتے تھے اور ایک خمس جو باقی رہتا وہ دیگر حوائج ضروری کے لئے کافی نہ ہوتا اس لئے وہ مال جو بلا لڑائی دشمنوں سے ہاتھ آتا خاص آپ کے اختیار میں رکھا گیا کہ وہ ملکی ضرورتوں میں کام آئے۔

انفال کے بارے میں امام جعفر کا قول

تفسیر صافی میں حضرت امام جعفر صادقؑ سے منقول ہے کہ "انفال اور فئے میں وہ مال داخل ہیں جو بغیر لڑائی کے دار الحرب سے حاصل ہوں اور وہ زمین جس کے رہنے والے نکال دیئے گئے ہوں۔ اور بغیر جنگ کے ہاتھ آئی ہو اور زمین اور جنگل اور بادشاہوں کی جاگیریں اور لاوارث کا مال یہ سب فئے میں داخل ہے۔ اور وہ خدا اور اس کے رسول کا ہے اور بعد رسول کے اس کا جو اس کے قائم مقام ہو۔" اس حدیث سے بھی یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ فئے ذاتی اور خانگی ملکیت نہیں تھی بلکہ خاص اہتمام میں رسول کے مصالح ملکی کے مصرف کے لئے رکھی گئی تھی۔ اور اسی واسطے وہ بعد آنحضرت صلعم کے اس کے اختیار میں ہوا جو آپ کا قائمقام ہو۔ ورنہ جو الفاظ "وھی للّٰہ وللرسول ولمن قام مقامہ بعدہ" (اور وہ اللہ کا اور اس کے رسول کا اور اس کا ہے جو آپ کے قائم مقام ہو) کے جو حضرت امام جعفر صادقؑ نے فرمائے بے معنے ہوئے جاتے ہیں۔ اور اصل حدیث کے الفاظ جو صافی میں منقول ہیں یہ ہیں "وفی الجامع عن الصادقؑ الانفال کل ما اخذ من دار الحرب بغیر قتال وکل ارض انجلی اھلھا عنھا بغیر قتال وسماھا الفقھاء فیئًا والارضون الموات والآجام وبطون الاودیة وقطائع الملوک ومیراث من لا وارث لہ وھی للّٰہ وللرسول ولمن قام مقامہ بعدہ" اور پھر دوسری حدیث اسی میں کافی سے منقول ہے کہ امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں کہ "الانفال مالم یوجف علیہ بخیل ولا رکاب او قوم صولحوا او قوم اعطوا بایدیھم

وکل ارض خربة وبطون الاودیة فھو لرسول اللہ وھو للامام من بعدہ یضعه حیث یشاءؒ۔ کہ انفال وہ مال ہے جو بغیر لڑائی کے حاصل ہوا ہو یا صلح سے یا لوگوں کے اپنے آپ دینے سے یا زمین غیر آباد اور جنگل سے۔ وہ خدا کے رسول کا ہے اور بعد ان کے امام کا کہ جیسا مناسب جانے خرچ کرے۔ اس سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ انفال اور فئے صرف متولیانہ پیغمبر کے اور ان کے بعد امام کے اختیار میں ہوتا ہے ورنہ حضرت امام جعفر صادقؑ جو بقول شیعوں کے پیغمبر خدا صلعم کے ترکے میں تقسیم میراث کے معتقد ہوں گے یہ نہ فرماتے کہ انفال و فئے بعد رسول کے امام کا ہوتا ہے کیونکہ امام کا لفظ خود اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ بحیثیت قائم مقامی رسول وہ مال امام تک پہونچتا ہے نہ بحیثیت ترکہ اور میراث کے اور یہ بات تمام دنیا میں جاری ہے کہ شہنشاہ سے لیکر ایک چھوٹے رئیس تک جو صاحب ملک و ریاست ہو وہ دو حیثیتیں رکھتا ہے۔ ایک ذاتی اور خانگی دوسری سلطنتی اور ریاستی۔ پہلی حیثیت کے لحاظ سے جو جائداد ان کے قبضے میں ہوتی ہے وہ ان کا ذاتی مال ہوتا ہے اور دوسری حیثیت سے جو جائداد اور خزانہ اور خراج اور دیگر قسم کی عام آمدنی ہوتی ہے وہ سلطنت اور ریاست کے متعلق سمجھی جاتی ہے اور اس کی آمدنی بیت المال میں داخل کی جاتی ہے۔ جس کو اس زمانے میں اسٹیٹ پراپرٹی اور پبلک ٹریزری کہتے ہیں۔ پہلے مال میں میراث باضابطہ جاری ہوتی ہے۔ اور دوسرے مال پر اس کے قائم مقام کا قبضہ ہوتا ہے اور وہ مطابق اصول معینہ اور قواعد مقررہ اور احکام جاریہ کے تصرف کرتا ہے۔

خمس پر امام کا تصرف

آیہ واعلموا انما غنمتم من شیءٍ میں جہاں خمس کے مصرف کا بیان ہے وہاں صاحب تفسیر صافی یہ لکھتے ہیں وفی الکافی عن الرضا انه سئل عن ھٰذہ الاٰیة فقیل له فما کان للہ فلمن ھو فقال لرسول اللہ وما کان لرسول اللہ فھو للامام کہ حضرت امام موسیٰ رضاؑ سے کسی نے پوچھا کہ آیہ ان للہ خمسه وللرسول میں جو حصہ خدا کا ہے وہ کس کا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ وہ رسول کے لئے ہے اور جو رسول

کے لئے ہے وہ امام کے واسطے ہے۔ اس سے بھی صاف ظاہر ہے کہ وہ مال ذاتی اور خانگی رسول کا نہیں تھا اور نہ بحیثیت وراثت تقسیم ہو سکتا تھا بلکہ وہ امام کو پہنچتا ہے کیونکہ امام رسول کا قائم مقام ہوتا ہے اور تفسیر قمی سے اسی میں بیان کیا گیا ہے کہ سھم اللہ و سھم الرسول یرثه الامام خدا اور رسول کے حصے کا وارث امام ہوتا ہے۔ اور امام کے لئے ہونے کا سبب یہ ہے کہ جو باتیں پیغمبر کو کرنی پڑتی تھیں یعنی مسلمانوں کی مدد اور قضاء دیوں اور فراہمی سامان لشکر و مصارف حج و جہاد وہ سب امام کو کرنی پڑتی ہیں۔ کما قال القمی والخمس یقتسم علی ستة اسھم سھم اللہ وسھم لرسول اللہ وسھم للامام فسھم اللہ وسھم الرسول یرثه الامام فیکون للامام ثلاثة اسھم من ستة وثلثة اسھم لایتام اٰل الرسول ومساکینھم وابناء سبیلھم وانما صارت للامام وحدہ من الخمس ثلثة اسھم لان اللہ تعالیٰ قد الزمه بما الزم النبی من مؤنة المسلمین وقضاء دیونھم وحملھم فی الحج والجھاد۔ (بقول قمی خمس چھ سہام پر بانٹا جاتا ہے ایک حصہ اللہ کا، ایک حصہ رحمت عالم کا اور ایک حصہ امام کا پس اللہ کے اور رسول کے سہاموں کا وارث امام ہوگا اور امام کے چھ سہام میں سے تین سہام ہوں گے اور باقی تین سہام آل رسول کے یتیموں مسکینوں اور مسافروں کے لئے ہیں امام کو خمس کے تین حصے اس لئے ملتے ہیں کہ حق تعالیٰ نے اس کے ذمے وہ کام ڈالدیئے ہیں جو نبی کے ذمے تھے یعنی مسلمانوں کو خبر گیری لینا ان کے قرض ادا کرنا اور حج اور جہاد کا انتظام کرنا وغیرہ۔

حضرت علی کا قول

تفسیر منہج الصادقین میں ذیل آیہ مَا اَفَاءَ اللہُ علیٰ رسوله الخ کے لکھا ہے کہ فئے اس مال کو کہتے ہیں جو کفار سے مسلمانوں کے ہاتھ آوے بغیر لڑائی کے اور سواروں نے اس پر حملہ نہ کیا ہو اور یہ مال پیغمبر کے لئے ہوتا ہے ان کی زندگی میں اور بعد ان کے اس آدمی کے اختیار میں ہوتا ہے جو آئمہ دین سے ان کا قائم مقام ہو اور ان کو اختیار ہے کہ جس کو چاہیں دیں اور جس کام میں مناسب جانیں صرف کریں اور یہ قول امیرالمومنین کا ہے۔ چنانچہ اس کے الفاظ یہ ہیں یہ سوم فئے است

(یعنی منجملہ اموالیکہ ائمہ و ولاۃ دراں تصرف دارند) وآں مالی است کہ از کفار بمسلمانان منتقل شود بدوں قتال و ایجاف خیل و رکاب وآن رسول را باشد در حیات وی و بعد از وی کسی را کہ قائم مقام وی باشد از ائمہ دین و ایشان بہر کس کہ خواہند دہند و بہر چہ صلاح باشد صرف نمایند (و این قول امیر المومنین ست صلوٰۃ اللہ وسلامہ علیہ)" تیسری قسم فئے کی ہے یہ بھی ایسا مال ہے جس میں امام اور حکام تصرف کرتے ہیں یہ وہ مال ہے جو کافروں سے مسلمانوں کو بغیر گھوڑے اور اونٹ دوڑانے کے حاصل ہو یہ مال رسول کی زندگی میں رسول کا ہوتا ہے اور آپ کے بعد دین کے اماموں میں سے آپ کے خلیفہ کا ہوتا ہے یہ لوگ جسے چاہیں دیں اور حسب موقع و محل صرف کریں اور یہ قول امیر المومنین کا ہے اللہ کی آپ پر رحمتیں اور سلامتیاں ہوں۔

اور یہ قول جو جناب امیر المومنینؑ کا صاحب تفسیر منہج الصادقین نے نقل کیا ہے یہ بھی صاف صاف اس امر کو ظاہر کرتا ہے کہ فئے کے مال پر تصرف رسول کا متولیانہ تھا نہ مالکانہ۔ اور آپ کے بعد اس کی تقسیم میراث کے طور پر نہیں ہو سکتی تھی، بلکہ وہ آپ کے قائم مقام اور امام وقت کے اختیار میں رہتا تھا۔ اور صاحب تفسیر منہج الصادقین نے اس کے آگے یہ لکھا ہے کہ "ابن عباس و عمر و فقہائے ما بر آنند کہ مستحقان فئے و خمس بنو ہاشم اند از فرزندان ابوطالب و عباس"۔ (ابن عباس، عمر اور ہمارے فقہا کا فتویٰ ہے کہ فئے اور خمس کے حقدار بنو ہاشم میں سے اولاد ابوطالب و عباس ہیں)۔ اور اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ فقہائے امامیہ فئے کو ذاتی مال رسول کا یا امام کا نہیں سمجھتے بلکہ وہ اس کا مستحق تمام بنی ہاشم کو سمجھتے ہیں جس سے مراد اولاد ابوطالب اور اولاد عباس ہے نہ صرف بنی فاطمہ۔

فئے کا قرآنی مفہوم

قطع نظر روایتوں اور اقوال اور حدیثوں کے خود قرآن مجید سے معلوم ہوتا ہے کہ فئے کا مال کسی کی ذاتی ملکیت اور خانگی جائداد نہیں ہو سکتا اس لئے کہ آیہ مَآ اَفَآءَ اللّٰہُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ مِنْ اَھْلِ الْقُرٰی میں جو یہ حکم دیا گیا ہے کہ فئے خدا اور رسول اور یتامیٰ اور مساکین اور مسافرین کے صرف کے لئے ہے ان میں یتامیٰ اور مساکین اور ابن سبیل کا شریک کرنا اس لئے ہے کہ یہ مال ذاتی ملکیت نہیں ہے بلکہ ان لوگوں کی خبر گیری کے

واسطے ہے۔ اور یہ مثل اس کے ہے کہ بادشاہ اپنے کسی صوبے کے حاکم کو آمدنی پر اختیار دے اور اس کے مصارف بتا دے۔ بلا شبہ اس حاکم کو اختیار ہوتا ہے کہ جو کچھ اس کی ذات کے لئے مقرر ہے وہ اس میں سے نکال کر باقی آمدنی کو اپنی رائے اور صوابدید کے مطابق ان مصارف میں صرف کرے جو اس کے بادشاہ نے بتا دیئے ہیں نہ یہ کہ اس کے اختیار میں آمدنی ملک کے دینے سے یہ مطلب ہوتا ہے کہ وہ اپنی ذاتی جائداد سمجھے اور بلا پابندی احکام بادشاہ کے جہاں چاہے خرچ کرے اور اسے یہ بطور میراث کے اپنے ورثے پر تقسیم ہونے کے لئے چھوڑ جائے۔ اسی طرح فئے کو خدا نے پیغمبر کے اختیار میں دیا اور اس کے مصارف بتا دئے کہ اپنی ذاتی ضرورتوں میں صرف کرنے کے بعد جو کچھ بچے وہ رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کے کام میں خرچ کرے اگر یہ منظور نہ ہوتا اور مالکانہ قبضہ مراد ہوتا تو صرف لفظ للرسول کا ارشاد ہوتا اور یتامیٰ اور مساکین اور ابن سبیل اس کے شریک نہ کئے جاتے۔

دولت کی منصفانہ تقسیم

اور اسی امر کو آگے چل کر خدا نے زیادہ صراحت سے بیان کر دیا ہے جیسا کہ فرماتا ہے کَیْلَا یَکُوْنَ دُوْلَۃً بَیْنَ الْاَغْنِیَآءِ مِنْکُمْ[1] کہ یہ حکم ہم نے اس لئے دیا ہے کہ مال فئے مالداروں ہی کے ساتھ مخصوص نہ ہو جائے کہ دست بدست ان میں پھرتا رہے اور یہ اسی صورت میں ہو سکتا ہے جبکہ فئے کا مال ذاتی ملکیت کسی کا ہو جائے اور ابًا عن جدٍ ایک سے دوسرے کو پہنچتا رہے۔ چنانچہ تفسیر منہج الصادقین میں اسی آیت کے ذیل میں لکھا ہے کہ "حق سبحانہٗ آنرا (یعنی فئے را) خاصہ پیغمبر گردانید و قسمت آں را بر وجہیکہ مذکور شد مقرر ساخت و فرمود کہ بریں طریق کہ حکم فئے نمودیم کَیْلَا یَکُوْنَ تا نباشد آں فئے دُوْلَۃً آں چیزیکہ متداول باشد دست بدست گرداں بَیْنَ الْاَغْنِیَآءِ مِنْکُمْ میان توانگران از شما کہ باآں مکاثرت کنید و لقوت و غلبہ زیادہ از حق خود بردارید و فقرا را اندک دہید یا محروم سازید چنانکہ در زمانہ جاہلیت بود" حق تعالیٰ نے فئے کو پیغمبر کے ساتھ خاص کر دیا اور اس کی تقسیم مذکورہ بالا طریقے پر فرمائی اور فرمایا

[1] تا نہ آوے لینے دینے میں دولتمندوں کے تم میں سے ۱۲ موضح پارہ ۲۸ سورہ حشر رکوع اوّل۔

کہ ہم نے فئے کا حکم جو اس طرح سے کیا ہے یہ اس لئے ہے "تاکہ وہ مال تمہارے مالداروں ہی میں دست بدست گردش نہ کرتا رہے کہ اس سے تم مال برضاؤ اور زبردستی حق سے زیادہ لے لو اور فقیروں کو یا تو بالکل ہی نہ دو یا تھوڑا بہت دے کر ٹال دو جیسا کہ جاہلیت کا دستور تھا۔ اس کے بعد مفسر موصوف لکھتے ہیں کہ خطاب باہل ایمان ست غیر از پیغمبر و اہل بیت وی صلوات اللہ علیہم اجمعین۔ یہ خطاب اہل ایمان سے ہے علاوہ پیغمبر کے اور آپ کی اہل بیت کے۔ لیکن اس قول کی کوئی سند نہیں ہے اور نہ اس کا یہ مطلب ہے کہ یہ مال پیغمبر یا اہل بیت میں سے کسی کا ذاتی ہے کہ اس میں ترکہ و میراث جاری ہو سکے اور ہمارے قول کی تصدیق اس قول سے بھی ہوتی ہے جو علم الہدیٰ کا تفسیر منہج الصادقین میں نقل کیا گیا ہے کہ ذی القربیٰ سے بھی مراد امام ہے نہ عام قرابتدار اس لئے کہ امام پیغمبر کا قائمقام ہوتا ہے اور فئے اس کے اختیار میں ہونا چاہیئے جیسا کہ لکھتے ہیں کہ "از علم الہدیٰ نقل ست کہ ذی القربیٰ کی بصورت مفرد واقع شدہ دلالت میکند بر آں کہ مراد ازاں امام است کہ قائمقام پیغمبر ست چہ امر مراد جمع می بود ذوی القربیٰ واقع می شد۔" علم الہدیٰ سے منقول ہے کہ ذی القربیٰ مفرد لاکر اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اس سے امام مراد ہے جو نبی کے قائم مقام ہوتا ہے کیونکہ جماعت مراد ہوتی تو ذوی القربیٰ کا لفظ استعمال کرنا چاہیئے تھا۔

مجمع البیان کی تفسیر

اور صاحب مجمع البیان اپنی تفسیر میں ذیل آیہ کیلا یکون دولۃ بین الاغنیاء منکم کے لکھتے ہیں کہ الدولۃ اسم لشیٔ الذی یتداولہ القوم بینہم یکون لہذا مرۃ و لہذا مرۃ ای لئلا یکون الفیٔ متداولا بین الرؤساء منکم یحمل فیہ کما کان یعمل فی الجاہلیۃ وہذا خطاب للمؤمنین دون اہل بیتہ علیہم السلام و فی ہذہ الآیۃ اشارۃ الی ان تدبیر الامۃ مفوض الی النبی و الی الائمۃ القائمین مقامہ و لہذا اقسم رسول اللہ اموال خیبر و من علیہم فی رقابہم و اجلی بنی النضیر و بنی قینقاع و اعطاہم شیئا

من المال و قتل رجال بنی قریظۃ و سبی ذراریہم و نسائہم و قسم اموالہم علی المہاجرین و من علی اہل مکۃ (تاکہ تمہارے مالداروں کے ہاتھوں میں گردش نہ کرتا رہے۔) **یعنی** اس آیت میں اشارہ ہے اس امر کا کہ تدبیر امت کی نبی اور ائمہ کے جو نبی کے قائم مقام ہوں سپرد ہے اسی لئے رسول اللہ صلعم نے اموال خیبر کو تقسیم کیا اور ان کی جانوں کے باب میں ان پر احسان کیا اور بنی نضیر اور بنی قینقاع کو کچھ مال دے کر جلاوطن کر دیا۔ اور بنی قریظہ کے مردوں کو قتل کیا اور ان کے بچوں اور عورتوں کو قید کیا اور ان کے اموال کو مہاجرین پر تقسیم کیا۔ اور اہل مکہ پر احسان فرمایا۔

فئے پر متولیانہ قبضہ

ان اقوال مذکورہ بالا سے یہ بات صاف ثابت ہوتی ہے کہ فئے کا مال غنیمت کے مال سے صرف اس بات میں فرق رکھتا ہے کہ اس میں کسی دوسرے کا حصہ غنیمت کے مال کی طرح نہیں ہوتا۔ اور وہ رسول خدا صلعم کے اختیار میں رکھا گیا تھا تاکہ اس پر آپ متولیانہ قابض رہیں اور خدا کی مرضی اور حکم کے مطابق اسے کام میں لاویں۔ بعد آپ کے خلیفۂ وقت اور امام زمان کے قبضے اور اختیار میں دیا گیا تاکہ وہ بھی انھیں مصارف میں اسے صرف کریں جس میں رسول خدا صلعم صرف فرمایا کرتے تھے۔ اور اس سے صاف یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ فئے کے مال میں بسبب اس کے کہ وہ ذاتی ملکیت آپ کی نہ تھی، میراث جاری نہیں ہو سکتی تھی۔ اور چونکہ فدک اموال فئے میں سے تھا اس لئے اگر آنحضرت کے متروکہ میں بالفرض میراث بھی جاری ہوتی اور میراث کے حکم عام سے آپ کی ذات مبارک مستثنیٰ بھی نہ ہوتی تاہم فدک بوجہ نہ ہونے ذاتی ملکیت کے تقسیم اور اجرار احکام میراث سے مستثنیٰ رہتا۔

ہبہ کا دعویٰ

اسی سے بعض دوراندیش امامیہ نے فاطمہؑ کے دعویٰ فدک کو میراث پر محدود رکھنا مناسب نہ جان کے اس کا ہبہ کیا جانا اور فاطمہؑ کا دعویٰ ہبہ

کرنا پیش کیا حالانکہ آنحضرتؐ کا فدک پر فقط متولیانہ قابض ہونا نہ مالکانہ خود ہبہ کو باطل کرتا ہے کیونکہ ہبہ بغیر قبضۂ مالکانہ ممکن نہیں ہے۔ مگر ہم اس سے قطع نظر کرکے دیکھتے ہیں اور اسے ایک ایسے تاریخی سلسلے سے بیان کرنا مناسب جانتے ہیں جس سے معلوم ہو کہ حضرات امامیہ کے متقدمین اور متاخرین علمائ نے اس کی نسبت سُنّیوں کی روایتوں سے کیا کیا ثبوت پیش کیا ہے۔

بحث متعلق ہبۂ فدک

متعلقہ کتب

اس کے متعلق جو کچھ شیعوں کے اُن بزرگوں نے لکھا ہو جن کا زمانہ ائمہ کرامؑ کے قریب تھا وہ ہماری نظر سے نہیں گذرا مگر معلوم ہوتا ہے کہ وہ کچھ زیادہ مفصل نہ ہو گا۔ ہم کو جہاں تک علم ہے سب سے اوّل کتاب جس میں یہ بحث تفصیلاً بیان کی گئی ہے وہ شافی ہے۔ جس کو جناب سید مرتضیٰ ملقب بعلم الہدیٰ نے قاضی عبدالجبار کی کتاب مُغنی کے جواب میں لکھا ہے۔ یہ کتاب غالباً چوتھی صدی کے اخیر یا پانچویں صدی کے شروع میں تالیف ہوئی ہے۔ اس لئے کہ اس کے مؤلف ۳۵۵ھ ہجری میں پیدا ہوئے اور ۴۳۳ھ ہجری میں انتقال فرمایا۔ ۱۳۰۱ھ ہجری میں یہ کتاب ایران میں چھاپی گئی اور اس کی نسبت یہ لکھا گیا۔ وھو کتاب لویات بمثلہ احد من الانام فی سالف الشھور والاعوام ولا تاتون ابدا ولو کان بعضھم لبعض ظھیرا لان اجداده الطاھرین کانوا لہ فی نصرتہ لھم ھادیا و مؤیدا و نصیرا کہ یہ ایسی بے مثل کتاب ہے کہ جس کے مانند گذشتہ زمانے میں کوئی نہ لکھ سکا اور نہ آیندہ لکھ سکے گا اس لئے کہ اس کی تصنیف میں ائمہ کرام مصنف کے اجداد کی تائید اور مدد تھی۔

تلخیص شافی

اسی کتاب شافی کے مضامین کو بہ ترتیب جدید شیخ الطائفہ ابو جعفر طوسی نے لکھا اور اس کا نام تلخیص شافی رکھا یہ کتاب

جیسا کہ خود مؤلف نے خاتمہ پر لکھا ہے ۴۳۲ھ ہجری میں لکھی گئی اس کی تعریف میں بھی یہ لکھا گیا ہے۔

"وھو کا صلہ لویات مصنف ولا مؤلف بمثلہ علی رد العلماء العامۃ العمیاء"

یہ بھی مثل اپنی اصل کے بے مثل ہے کسی مصنف اور مؤلف نے ایسی کتاب کور چشم علماء اہل سنّت کے رد میں نہیں لکھی۔

کشف الحق و نہج الصدق

اس کے بعد کتاب کشف الحق و نہج الصدق لکھی گئی جو تصنیف ہے لسان المتکلمین، سلطان الحکماء المتاخرین علامہ جمال الدین ابو المنصور حسن بن یوسف بن علی مطہر حلی کی جن کی نسبت قاضی نور اللہ تستری اپنی کتاب احقاق الحق میں فرماتے ہیں کہ اس کتاب کے مصنف نے سلطان غیاث الدین اولجائتو خدا بندہ کے سامنے علمائے اہل سنّت سے جو مختلف شہروں سے جمع کئے گئے تھے مناظرہ کیا۔ اور بدلائل عقلیہ اور براہین نقلیہ ان کے مذہب کا بطلان اور مذہب امامیہ کی حقیقت اس طور پر ثابت کی کہ علمائے اہل سنت تمنا کرنے لگے کہ کاش وہ پتھر یا درخت ہو جاتے۔ اور اس کے بعد علامۂ ممدوح نے کتاب کشف الحق و نہج الصدق باالصواب تصنیف کی۔ اور سلطان مع امراء اور بہت بڑے گروہ علماء اور اکابر کے شیعہ ہو گیا۔ اور باوجودیکہ اس زمانے میں علماء اہل سنّت میں سے بڑے نامی لوگ موجود تھے۔ جیسے کہ قطب الدین شیرازی و عمر کاتبی قزوینی اور مولی نظام الدین مگر کسی نے اس کتاب کے جواب لکھنے کی جرأت نہ کی۔ یہ کتاب غالباً ساتویں صدی کے آخیر میں لکھی گئی ہے۔ اس کے مصنف ۶۴۸ھ ہجری میں پیدا ہوئے اور ۷۲۶ھ ہجری میں وفات پائی۔

طرائف

ساتویں صدی میں ایک اور مشہور کتاب لکھی گئی جس کا نام طرائف فی معرفۃ مذاہب الطوائف ہے۔ جس کے مصنف ثقۃ الاسلام علی بن طاؤس حلی ہیں۔ جناب ممدوح ۵۸۰ھ ہجری میں پیدا ہوئے اور ۶۶۴ھ ہجری میں انہوں نے وفات فرمائی۔ علامہ موصوف نے اس کتاب کو تقیۃً ایک ذمی کے نام سے لکھا ہے اور اُس کا نام عبدالمحمود قرار دیا ہے۔ آغاز میں کتاب کے ایک تمہید اس ذمے کی طرف سے لکھی ہے کہ میں نے جب سے ہوش سنبھالا مذہبوں کا اختلاف سن کر ارادہ کیا کہ مذہبی عقائد کی حقیقت دریافت کروں۔ سب سے اول میں نے دین محمدی کی تحقیق شروع کی مگر ان میں اکثر کو مالکی، حنفی، شافعی، حنبلی مذہب پاکر متعجب ہوا کہ یہ لوگ نہ نبی کے زمانے میں تھے نہ ان کے اصحاب اور نہ عقائد میں باہم متفق۔ پھر کہیں کہ وہ اپنے عقائد مذہب کو سب سے اچھا سمجھتے ہیں۔ پھر شیعوں کا ذکر لکھا ہے کہ وہ اپنے مذہب کو اماموں اور پیغمبر کی اولاد سے منسوب کرتے ہیں۔ پھر میں نے مذاہب اربعہ کے علماء سے مذہبی عقائد کی تحقیق کی اور ان سے سوالات کئے مگر معلوم ہوا کہ حق پر نہیں ہیں اور اُن کے مذہب کی برائی انہیں کی کتابوں سے ثابت کی۔ گویا اس پیرائے میں علامہ ممدوح نے اپنے مذہبی عقائد کی سچائی ظاہر کی ہے اور اس کتاب میں بحث فدک کو بہت تفصیل سے اور نہایت فصیح بلیغ تقریر میں ادا کیا ہے۔ اس کی خوبی اور قدر کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ جناب مولٰنا دلدار علی صاحب نے اپنی مشہور کتاب عماد الاسلام میں بہت بڑا حصہ ان کی تقریر کا بحث فدک میں نقل کیا ہے۔

احقاق الحق

اس کے بعد قاضی نور اللہ تستری نے نہایت مشہور کتابیں اس فن میں تالیف کیں ان میں احقاق الحق نہایت مبسوط اور مشہور کتاب ہے جو جواب میں ابطال الباطل کے جس کو علامہ روزبہان نے کشف الحق کے جواب میں لکھا تھا قاضی صاحب نے تصنیف فرمایا ہے۔

بحار الانوار

گیارھویں صدی میں جناب ملا باقر مجلسی جن کا خطاب محی ملۃ سید البشر فی راس مائۃ الحادی عشر ہے بہت کتابیں لکھیں جن میں سے ایک بحار الانوار ہے جو روایتوں اور واقعات کا گویا ایک دریا ہے۔ اس کی آٹھویں جلد کتاب الفتن میں ایک خاص باب فدک کی بحث میں ہے۔ جس کا عنوان ہے باب نزول الآیات فی امر فدک وقصصہ وجوامع الاحتجاج فیہ اور اسی کا خلاصہ بزبان فارسی حق الیقین اور حیات القلوب میں جناب ممدوح نے لکھا ہے۔

تحفہ اثنا عشریہ کی جوابی کتاب

تیرھویں صدی میں ایک نیا دَور شروع اور ہندوستان میں شیعہ وسنی کے باہم مناظرہ کا غلغلہ بلند ہوا۔ تحفہ اثنا عشریہ کے شائع ہونے کے بعد علماء شیعہ نے اس فن میں اپنی علمیت اور قابلیت کے خوب جوہر دکھائے اور دہلی اور لکھنو کے علماء مجتہدین شیعہ نے بڑی بڑی کتابیں تصنیف کیں۔ جن میں سے عماد الاسلام مولانا مولوی دلدار علی صاحب کی نہایت مبسوط ومشرح کتاب عربی زبان میں ہے اور جس میں جناب ممدوح نے امام رازی کی نہایۃ العقول کا جواب دیا ہے اس میں فدک کی بحث نہایت تفصیل سے لکھی ہے۔ اس کے بعد تحفہ اثنا عشریہ کے جوابات میں تشیید المطاعن مولوی سید محمد قلی صاحب کی اور طعن الرماح جناب مجتہد سید محمد صاحب کی ان کتابوں میں سے ہے جن پر حضرات امامیہ کو بہت ناز ہے اور جو کچھ اس میں لکھا ہے اس کی نسبت یہ اعتقاد ہے کہ اس کا جواب ہی نہیں ہو سکتا۔ جیسا کہ منشی سبحان علی خان صاحب اپنے بعض رسائل میں فرماتے ہیں کہ از انجا کہ مجتہد العصر والزمان سمی رسول اللہ الی کافۃ الانس والجان اعنی مولانا ومقتدانا السید محمد مدظلہ الصمد در کتاب معدوم النظیر موسوم بطعن الرماح این معضلہ دلدوز مخالفین را چناں بیان کافی ووافی ایضاح فرمودہ اند کہ بالا تر ازاں بلکہ مماثل آں از حد قدرت بشری بیرون ست ایں فاقد الادراک استیعاب دلائل اثبات غصب حق بضعۃ رسول اللہ بر سہان کتاب مستطاب حوالہ نمودہ بر تقریری کاخر کہ خالی از تجدید

نیست از ماجری فیہا ابطال خلافت اول وثانی می سازد "

چونکہ مجتہد العصر نے جو اللہ کے رسول کے ہم نام ہیں یعنی ہمارے پیشوا مولانا محمد صاحب مدظلہ الصمد نے اپنی بے نظیر کتاب طعن الرماح میں مخالفوں کی اس جگر دوز پیچیدگی پر پر حاصل وضاحت سے تبصرہ فرمایا ہے کہ اس سے زیادہ تو زیادہ، اس کی برابر بھی انسانی طاقت سے باہر ہے اس لئے اس ہیچ مدان نے جگر گوشۂ رسول کے حق کے غصب کے ثابت کرنے کے تمام دلایل اسی کتاب سے لے کر ایک نئے پیرائے میں بیان کر دئے ہیں جس سے اوّل وثانی کی خلافت کا اطلاق بھی ثابت ہو جاتا ہے۔

ایرانی مطبوعات

سوائے ان کے ایران میں بھی چند کتابیں بالفعل ایسی طبع ہوئی ہیں جن میں فدک کی بحث تفصیل سے بیان کی گئی ہے۔ منجملہ ان کے ایک کتاب بحر الجواہر ہے جس کے مصنف سید محمد باقر بن سید محمد موسوی ہیں جو فتح علی شاہ قاچار کے زمانے میں تھے۔ دوسری کتاب کفایۃ الموحدین فی عقائد الدین تصنیف سے اسماعیل بن احمد علوی طبرسی کی ہے جس کی دوسری جلد خاص امامت کی بحث میں ہے۔ تیسری کتاب لمعۃ البیضا فی شرح خطبۃ الزہرا ہے جس کے ۷۰۴ صفحے مطبوعہ ہیں اور اس میں حضرت فاطمہؑ کے خطبے کا جو متعلق فدک کے ہے بیان ہے۔ مع ان روایات اور مباحث کے جو اس مسئلے سے تعلق رکھتی ہیں۔ چوتھی کتاب جلد چہارم از کتاب دوم ناسخ التواریخ ہے جس میں مقرب الخاقان مرزا محمد تقی لسان الملک مصنف ناسخ التواریخ نے خاص حضرت فاطمہ کا حال لکھا ہے۔ جس میں فدک کی بحث نہایت تفصیل سے لکھی ہے۔ اس کے سوائے جو اور فارسی اور اردو میں رسالے لکھے گئے ہیں ان میں صرف خوشہ چینی طعن الرماح کی گئی ہے اور اسی کے اقوال اور مضامین الٹ پھیر کے بیان کئے گئے ہیں۔

میراث اور ہبہ کا ذکر

ان کتابوں میں جن کے نام ہم نے اوپر بیان کئے کتاب کشف الحق میں میراث کے دعوےٰ کا اوّل ذکر کیا گیا ہے۔

اور ہبہ کا بعد اس کے اور اس سے یہ خیال کیا جا سکتا ہے کہ اس کے مصنف میراث کے دعوےٰ کو ہبہ پر غالباً مقدم سمجھتے تھے۔ اور فدک کی بحث میں پہلا امر تصفیہ طلب یہ ہے کہ حضرت فاطمہؑ نے اوّل میراث کا دعویٰ کیا تھا یا ہبہ کا۔ عموماً علماء امامیہ یہ فرماتے ہیں کہ حضرت سیدۃ النساءؑ کے فدک کے متعلق دو دعوے کئے تھے۔ اولؔ یہ کہ پیغمبر خدا صلعم نے فدک انھیں ہبہ کر دیا تھا اور وہ اس پر متصرف اور قابض تھیں جب ابوبکر صدیقؓ خلیفہ ہوئے تب انھوں نے حضرت فاطمہؑ کے وکیل کو فدک سے نکال دیا اور اپنا قبضہ کر لیا۔ یہ سن کر وہ حضرت ابوبکرؓ کے پاس آئیں اور یہ دعویٰ کیا کہ فدک مجھے ہبہ کیا گیا تھا اور میں اس پر قابض تھی تم نے کیوں میرا قبضہ اٹھا دیا۔ اس پر حضرت ابوبکر صدیقؓ نے ان سے شہادت طلب کی۔ حضرت فاطمہؓ نے حضرات علیؑ اور حسنینؑ اور ام ایمنؓ کو شہادت میں پیش کیا۔ اور ان سب نے حضرت فاطمہؑ کے دعوےٰ کی تائید میں گواہی دی۔ مگر ابوبکر صدیقؓ نے یہ کہہ کر کہ شہادت کا نصاب پورا نہیں ہوا ان کی گواہی کو رد کیا۔ اور فدک انھیں واپس نہ کیا۔ اس پر وہ خفا ہوگئیں اور بعد اس کے میراث کا دعویٰ کیا۔ اس لئے سب سے پہلے اس بحث میں یہ امر قابل تصفیہ ہے کہ کون سا دعویٰ مقدم تھا۔ چنانچہ عماد الاسلام کے دسویں باب کے چوتھے فائدے کے چوتھے مسئلے میں جناب مولانا دلدار علی صاحب نے اسی کی نسبت خاص بحث فرمائی ہے۔ کما یقول المسئلۃ الرابعۃ ان فاطمۃؑ ھل ادعت المیراث اولا ثم ادعت النحلۃ او بالعکس ویستفاد من کلام اکثر العامۃ ان دعوی النحلۃ ظہرت منہا بعد دعوی المیراث وقالت الامامیۃ بالعکس یعنی چوتھا مسئلہ یہ ہے کہ آیا فاطمہؑ نے پہلے میراث کا دعویٰ کیا پھر ہبہ کا یا بالعکس۔ اور اہل سنت کے کلام سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہبہ کا دعویٰ میراث کے بعد پیش کیا گیا۔ اور امامیہ اس کے برعکس کہتے ہیں۔"

ہبہ کا بے بنیاد الزام

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ضمناً مجتہد صاحب اس بات کو اپنے ناظرین کے ذہن نشین کرنا چاہتے ہیں کہ ہبہ کا

دعویٰ اہل سنت کے نزدیک بھی صحیح ہے۔ مگر یہ دعویٰ میراث کے دعویٰ کے بعد حضرت فاطمہؓ نے کیا تھا۔ حالانکہ اہل سنت کے نزدیک کسی معتبر اور صحیح روایت سے ہبہ کا دعویٰ ثابت ہی نہیں اور اہل سنت اس بات کو مانتے ہی نہیں کہ حضرت فاطمہؓ نے ہبہ کا دعویٰ کیا تھا۔ اس لئے جو عمارت اس روایت کی بنیاد پر حضرات امامیہ نے کھڑی کی ہے کہ حضرت فاطمہؓ سے شہادت طلب کی گئی اور انھوں نے حضرت علیؓ اور حسنینؓ اور ام ایمنؓ کو شہادت میں پیش کیا اور حضرت ابوبکرؓ صدیق نے اس کو نہ مانا اور یہ عذر کرکے کہ از روئے احکام شریعت کے شہادت کافی نہیں ہے فاطمہؓ کے دعویٰ کو رد کیا اور پھر اس پر بہت طرح سے حضرت ابوبکر صدیقؓ پر ملامت کی ہے اور ان کا ظلم و ستم ثابت کیا ہے۔ اور سنیوں کے نزدیک فاطمہؓ اور علیؓ اور حسنینؓ کو جھوٹا اور خود غرض اور اپنے جلب منفعت کے واسطے جھوٹا دعویٰ اور جھوٹی شہادت دینے والا قرار دیا ہے وہ سب منہدم ہو جاتی ہے۔ جب نفس دعویٰ کی نسبت کوئی صحیح روایت ہی سنیوں کے یہاں نہیں ہے تو جو کچھ زور قلم اس باب میں حضرات علمار امامیہ نے دکھایا ہے اس پر "ثبت العرش ثم انقش" پہلے دیوار تو ثابت ہو نقش تو بعد کی چیزیں ہیں کی مثل صادق آتی ہے۔ اور تمام وہ فصیح و بلیغ تقریریں اور وہ پُر جوش اور زبردست تحریریں جو اس باب میں کی ہیں ہبا ءً منثورا ہو جاتی ہیں۔ اسی واسطے جناب مولٰنا شاہ عبد العزیزؒ صاحب نے بعد جواب دینے دعویٰ میراث کے اپنی مشہور کتاب تحفۂ اثنا عشریہ میں فرمایا ہے "و للہ درہٗ و علی اللہ اجرہ دریں جا فائدۂ عظیمہ باید دانست کہ شیعہ در اول در باب مطاعن ابوبکر منع میراث می نوشتند و چوں از عمل ائمہ معصومین و از روی روایات ایں حضرات عدم توریث پیغمبر ثابت شد از ایں دعویٰ انتقال نمودہ دعویٰ دیگر تراشیدند و طعن دیگر بر آوردند کہ آں طعن سیزدہم ست کہ ابوبکرؓ فدک را بفاطمہؓ نداد حالانکہ پیغمبرؐ برای او ہبہ نمودہ بود۔ و دعویٰ فاطمہؓ را مسموع نمود و از وی گواہ و شاہد طلبید الیٰ قولہ جواب ازیں طعن آنکہ دعویٰ ہبہ از حضرت زہراؓ و شہادت دادن حضرت علیؓ و ام ایمنؓ یا حسنینؓ علی اختلاف الروایات در کتب اہل سنت اصلا موجود نیست محض از مفتریات شیعہ است و در مقام الزام اہل سنت آوردن و جواب آں طلبیدن کمال سفاہت

ست۔

میراث کا دعویٰ مقدم

ہم اس بحث کی نسبت زیادہ کہنا کچھ نہیں چاہتے بجز اس کے کہ خود علمار شیعہ نے تسلیم کیا ہے کہ بعض روایات سے پایا جاتا ہے کہ ارث کا دعویٰ ہبہ پر مقدم تھا جیسا کہ لمعۃ البیضا فی شرح خطبۃ الزہرا مطبوعہ ایران کے صفحہ ۱۴۱ میں لکھا ہے "وما فی بعض الروایات انہا ادعت الارث اولاً ثم ادعت النحلۃ فذلک علی تقدیر الصحۃ انما ہو بلحاظ انہا فی محل ارثہا لا محالۃ فلما القوا الشبہۃ بنقل الروایۃ ادعت ما ہو الواقع من حقیقۃ النحلۃ" کہ بعض روایات میں جو یہ آیا ہے کہ حضرت فاطمہؓ نے اول ارث کا دعویٰ کیا پھر ہبہ کا پس بشرط صحیح ہونے اس کے وہ اس لحاظ سے ہے کہ بوجہ میراث کے وہ ہر طرح سے اس کی مستحق تھیں جب اس میں ایک روایت نقل کرکے شبہ ڈال دیا تو جو اصلی بات تھی اور حقیقی واقعہ تھا یعنی ہبہ اس کا دعویٰ کیا۔ مگر چونکہ علماء امامیہ نے ہبہ کے دعویٰ کو اکثر پہلے بیان کیا ہے اور ارث کے دعویٰ کو بعد اس کے لئے ہم بھی یہی ترتیب اختیار کرتے ہیں کیونکہ تقدیم و تاخیر سے نفس مطلب پر زیادہ اثر نہیں ہوتا خصوصاً اس وقت جب کہ ہبہ کا دعویٰ فی نفسہ ہمارے نزدیک پیش ہی نہ ہوا ہو۔

حضرت فاطمہؓ کو فدک ہبہ کرنا

چونکہ حضرات امامیہ اس بات کے مدعی ہیں کہ فدک حضرت فاطمہ کو ہبہ کیا گیا تھا اور اسی بنا پر حضرت فاطمہؓ نے جبکہ وہ غصب کر لیا گیا ابوبکر صدیقؓ کے سامنے دعویٰ کیا اس لئے بار ثبوت ان کے ذمے ہے کہ وہ اہل سنت کی معتبر روایتوں سے ان دونوں دعووں کو ثابت کریں اگر وہ اسے ثابت کر سکیں تو ہمارے ذمے

ہے کہ اس بنا پر جو کچھ اعتراضات وہ حضرت ابوبکر صدیق رضؓ پر لگاتے ہیں اور اس کے متعلق جو باتیں پیش آئیں اُن سے حضرت صدیق اکبرؓ کو الزام دیتے ہیں اُن کے جوابات دیں۔ لیکن اگر وہ اپنا دعوٰی ہی ثابت نہ کر سکیں کہ ہمیں ضرور نہیں کہ بر بنا فرض و تسلیم کے ان لغو و بیہودہ الزامات کا جواب دیں اور تردید شہادت کے متعلق فضول بحث کریں۔ اس لئے ہم ایک تفصیلی نظر اُن تمام کتابوں پر جن کے نام اوپر بیان کئے گئے کرتے اور اپنے ناظرین کو دکھاتے ہیں کہ کیا ثبوت ان کی طرف سے ان دونوں دعووں کے متعلق پیش کیا گیا ہے اور کس قسم کی روایتیں کس قسم کی کتابوں سے بتائید اپنے دعوے کے انھوں نے بیان فرمائی ہیں۔

ہبہ کا بے دلیل دعوٰی

شافی میں متعلق فدک کے ہبہ کئے جانے کی کوئی حدیث یا کوئی روایت سنیوں کی کتابوں سے پیش نہیں کی گئی۔ بلکہ قاضی عبدالجبار نے اپنی کتاب مغنی میں جو یہ لکھا تھا کہ شیعہ کہتے ہیں کہ ابوسعید خدری سے روایت کی گئی ہے کہ جب آیہ و اٰت ذا القربیٰ حقہ "رشتے داروں کو اس کا حق دو" نازل ہوئی تو رسول اللہ صلعم نے حضرت فاطمہؓ کو فدک عطا فرمایا اور پھر عمر بن عبدالعزیزؒ نے اولاد فاطمہؓ سے اسے رد کیا" اسی روایت پر کفایت فرمائی ہے اور شیعوں کے اس قول کو نقل کرکے قاضی عبدالجبار نے لکھا تھا کہ اکثر جو شیعہ اس باب میں روایت پیش کرتے ہیں، وہ صحیح نہیں ہے اس کی تردید میں ہبہ فدک کے متعلق کوئی تائیدی روایت پیش نہیں کی۔ اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علم الہدیٰ کے نزدیک سوائے اس روایت کے جو نام سے ابوسعید خدری کے شیعوں میں مشہور ہو رہی تھی کوئی صحیح روایت سنیوں کی معتبر کتابوں میں انھوں نے نہیں پائی ورنہ اسے پیش فرماتے۔

تلخیص شافی میں بھی کوئی دوسری روایت ہبۂ فدک کی تائید میں پیش نہیں کی گئی۔

علامہ مطہر ابن حلی کی کتاب کشف الحق و نہج الصدق میں بھی کوئی صحیح سند متعلق ہبہ کے

نظر نہیں آئی۔

ابوسعید کی روایت

طرائف میں ایک روایت بشر بن الولید اور واقدی اور بشر بن غیاث سے لکھی ہے:

روی غیر واحد منهم من بشر بن الولید والواقدی وبشر بن غیاث فی احادیث یرفعونها الی محمد صلعم نبیهم انه لما فتح خیبر اصطفی لنفسه قری من قری الیهود فنزل جبریل بهذه الآیة واٰت ذاالقربی حقه فقال محمد صلعم من ذاالقربی وما حقه قال فاطمة فدفع الیها فدك ثم اعطاها العوالی بعد ذلك فاستغلتها حتی توفی ابوها محمد صلعم

کئی لوگوں نے یہ حدیث اپنے پیغمبر سے بیان کی ہے کہ جب خیبر فتح ہوا تو آپ نے منجملہ یہود کے دیہات کے ایک گاؤں اپنے لئے علیحدہ کر لیا پھر جبرئیلؑ یہ آیت لائے کہ اپنے ذاالقربیٰ کو ان کا حق دے دو اس پر آنحضرتؐ نے پوچھا کہ ذاالقربیٰ کون ہیں اور ان کا حق کیا ہے جبریلؑ نے کہا کہ ذاالقربیٰ فاطمہؓ ہیں اس پر آپ نے فدک انھیں دے دیا اور پھر عوالی یعنی چند باغات اور عطا کئے کہ اس کا غلہ حضرت فاطمہؑ لیا کرتی تھیں تا وفات اپنے باپ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے (دیکھو طرائف صفحہ ۸ مطبوعہ بمبئی) اس کے علاوہ اسی کتاب میں ایک اور روایت سید الحفاظ ابن مردویہ کی روایت کی ہے جیسا کہ فرماتے ہیں ومن طریف مناقضاتهم ما رووه فی کتبهم الصحیحة عندهم برجالهم عن مشائخهم حتی استندوه عن سید الحفاظ ابن مردویه قال اخبرنا محی السنة ابو الفتح عبدوس بن عبداللہ الهمدانی اجازة قال حدثنا القاضی ابو نصر شعیب بن علی قال حدثنا موسیٰ بن سعید قال حدثنا الولید بن علی قال حدثنا عباد بن یعقوب قال حدثنا علی بن عباس عن فضیل عن عطیة عن ابی سعید قال لما نزلت آیة واٰت ذاالقربی حقه دعا رسول اللہ فاطمة فاعطاها فدک کہ سنیوں کے عجیب مناقضات میں سے وہ روایت ہے جس کو انھوں نے اپنی معتبر اور صحیح کتابوں میں اپنے مشائخ سے روایت کی ہے اور اسے سید الحفاظ ابن مردویہ باسناد مذکورۂ بالا یوں لکھتے ہیں کہ

ابوسعید سے منقول ہے کہ جب آیہ وآت ذاالقربیٰ حقہ نازل ہوئی تو رسول اللہ صلعم نے فاطمہ ع کو بلایا اور فدک انھیں دے دیا۔

طبرسی کی روایت

بحارالانوار کی کتاب الفتن باب نزول الآیات فی امر فدک میں ملا باقر مجلسی آیہ وآت ذاالقربیٰ حقہ کی شان نزول میں فرماتے

ہیں رواہ کثیر من المفسرین ووردت بہ الاخبار من طرق الخاصۃ والعامۃ کہ اس آیت کے شان نزول میں بہت روائتیں بہت سے مفسرین نے اہل سنت اور شیعہ کے بیان کی ہیں۔ اور اس کے بعد لکھتے ہیں قال الشیخ الطبرسی قیل ان المراد قرابۃ الرسول کہ شیخ طبرسی کہتے ہیں کہ اس آیت میں جو ذاالقربیٰ کا لفظ ہے اس سے مراد قرابت رسول ہے۔ پھر انھیں سے ایک روایت نقل کرتے ہیں اخبرنا السید مهدی بن نزار الحسنی باسناد ذکرہ عن ابی سعید الخدری قال لما نزلت قولہ وآت ذاالقربیٰ حقہ اعطی رسول اللہ صلعم فاطمۃ فدک۔ قال عبدالرحمٰن بن صالح کتب المامون الی عبیداللہ بن موسیٰ لیسئالہ عن قصۃ فدک فکتب الیہ عبیداللہ بھذا الحدیث رواہ عن الفضیل بن مرزوق عن عطیۃ فرد المامون فدک علی ولد فاطمۃ انتھی۔ کہ ہم کو خبر دی ہے سید مہدی بن نزار حسنی نے ان اسناد سے جس کو انھوں نے بیان کیا ہے ابوسعید خدری سے کہ وہ کہتے ہیں کہ جب آیت وآت ذی القربیٰ حقہ نازل ہوئی تو پیغمبر خدا صلعم نے فاطمہؑ کو بلا کر فدک عطا فرمایا۔ اور عبدالرحمٰن بن صالح کہتے ہیں کہ خلیفہ مامون نے عبیداللہ بن موسیٰ سے لکھ کر فدک کا قصہ دریافت کیا عبیداللہ نے اس کے جواب میں اس حدیث کو لکھ بھیجا اور اسے روایت کیا ہے فضیل بن مرزوق نے عطیہ سے اس پر مامون نے فدک اولاد فاطمہؓ کو دے دیا۔ اس روایت میں ملا باقر مجلسی نے اسناد کو ترک کر دیا ہے مگر علامہ طبرسی نے آیہ وآت ذاالقربیٰ حقہ کی تفسیر میں جو سورہ بنی اسرائیل میں واقع ہے اس اسناد کا اس طرح پر ذکر کیا ہے۔[1] واخبرنا السید ابوحمید

[1] اس روایت کے راویوں میں اور منہج الصادقین کے راویوں میں کچھ نام میں فرق ہے ہم نے جیسا لکھا پایا ویسا ہی لکھ دیا ہے۔ اپنے طرف سے کچھ دست اندازی تصحیح میں نہیں کی ۱۲ منہ عفی عنہ

مهدی بن نزار الحسنی قراءۃ قال حدثنا الحاکم ابوالقاسم بن عبداللہ الحسکانی قال حدثنا الحاکم الوالد ابومحمد قال حدثنا عمر بن احمد بن عثمان ببغداد شفاھا قال اخبرنی عمر بن الحسین بن علی بن مالک قال حدثنا جعفر بن محمد الاحمصی قال حدثنا حسن بن حسین قال حدثنا ابومعمر بن سعید جیثم والبوعلی القاسم الکندی ویحیی بن یعلی وعلی بن مسھر عن فضیل بن مرزوق عن عطیۃ الکوفی عن ابی سعید الخدری قال لما نزلت قولہ وآت ذاالقربیٰ حقہ الخ • ہمیں سید ابوحمید مہدی بن نزار حسنی نے بطور قرات کے خبر دی انھوں نے فرمایا ہم سے حاکم ابوالقاسم بن عبداللہ حسکانی نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا ہم سے حاکم والد ابومحمد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا ہم سے عمر بن احمد بن عثمان نے بغداد میں بالمشافہ حدیث بیان کی انہوں نے کہا مجھے عمر بن حسین بن علی بن مالک نے خبر دی ہے انھوں نے کہا ہم سے جعفر بن محمد احمصی نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا ہم سے حسن بن حسین نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا ہم سے ابومعمر بن سعید جیثم ابوعلی قاسم کندی یحییٰ بن لیلیٰ اور علی بن مسہر نے حدیث بیان کی انہوں نے فضیل بن مرزوق سے انہوں نے عطیہ کوفی سے اور انہوں نے ابوسعید خدری سے بیان کیا کہ جب آیت ذاالقربیٰ حقہ اتری الخ) اور اسی روایت کو اسی آیت کی تفسیر میں تفسیر منہج الصادقین میں اس طرح بیان کیا ہے۔

ونیز سید ابوحمید مہدی بن نزار الحسنی از حاکم ابوالقاسم عبداللہ الحسکانی نقل می کند کہ در بغداد حاکم ابومحمد از عمر بن احمد بن عثمان ہمن حدیث کرد کہ عمر بن حسین بن مالک گفت کہ جعفر بن محمد الاحمصی ہمن گفت کہ حسن بن حسین مرا حدیث کرد از ابومعمر بن سعید وعلی بن سعید خدری کہ گفتند چون آیہ وآت ذاالقربیٰ حقہ نازل شد حضرت رسالت باغ فدک را بفاطمہ عطا فرمودہ الخ —

تو حضرت رسالت نے باغ فدک فاطمہ کو دیا۔

دیگر روایات

دوسری روایت ملا باقر مجلسی نے یہ لکھی ہے۔ محمد بن العباس عن علی بن العباس المقانعی عن ابی کریب عن معاویۃ عن فضیل بن مرزوق عن

عطیۃ عن ابی سعید الخدری قال لما نزلت فآت ذا القربی حقہ دعا رسول اللہ صلعم فاطمۃؑ واعطاھا فدک۔

"تیسری روایت سید ابن طاؤس کی کتاب سعد السعود سے نقل کرتے ہیں روی السید ابن طاؤس فی کتاب سعد السعود من تفسیر محمد بن العباس بن علی بن مروان قال روی حدیث فدک فی تفسیر قولہ تعالیٰ وآت ذا القربی حقہ عن عشرین طریقا فمنھا ما رواہ عن محمد بن محمد بن سلیمان الاعبدی وھیثم بن خلف الدوری وعبد اللہ بن سلیمان بن الاشعث ومحمد بن القاسم بن زکریا قالوا حدثنا عباد بن یعقوب قال اخبرنا علی بن عابس وحدثنا جعفر بن محمد الحسینی عن علی بن منذر الطریقی عن علی بن عابس عن فضیل بن مرزوق عن عطیۃ العوفی عن ابی سعید الخدری قال لما نزلت وآت ذا القربی حقہ دعا رسول اللہ صلعم فاطمۃؑ واعطاھا فدک کہ سید ابن طاؤس نے کتاب سعد السعود میں تفسیر محمد عباس بن علی بن مروان سے نقل کیا ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ حدیث ہبہ فدک کی آیہ وآت ذا القربی حقہ کی تفسیر میں بیس طریقوں سے مروی ہے اُن میں سے ایک وہ حدیث ہے جو محمد بن محمد بن سلیمان اعبدی نے اور ہیثم بن خلف دوری نے اور عبد اللہ بن سلیمان بن اشعث نے اور محمد بن قاسم بن زکریا نے روایت کی ہے کہ یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہم سے روایت کی ہے عباد بن یعقوب نے اور انھوں نے علی بن عابس سے۔ اور نیز روایت کی ہے جعفر بن محمد حسینی نے علی بن منذر طریقی سے انھوں نے علی بن عابس سے انھوں نے فضیل بن مرزوق سے انھوں نے عطیہ عوفی سے اور انھوں نے ابی سعید خدری سے کہ جب آیہ وآت ذا القربی حقہ نازل ہوئی تو آنحضرت صلعم نے فاطمہؑ کو بلا کر فدک دے دیا۔

قاضی نور اللہ تستری نے اپنی کتاب احقاق الحق میں بھی اسی روایت کو نقل کیا ہے اور فرمایا ہے۔ روی الواقدی وغیرہ من فقلۃ الاخبار عندھم وذکروہ فی الاخبار الصحیحۃ عندھم ان النبی لما فتح خیبر اصطفی قری من قری الیہود الخ واقدی وغیرہ مؤرخین کا بیان ہے اور انھوں نے اپنے نزدیک صحیح خبروں میں اس کا ذکر

کیا ہے کہ جب نبی صلعم نے خیبر فتح کیا تو یہودیوں کے دیہاتوں میں سے ایک دیہات اپنے لئے چن لیا الخ

عماد الاسلام کی روایات

عماد الاسلام میں ایک روایت تو متعلق ہبہ کے وہی نقل کی ہے جو طرالف میں مذکور ہے یعنی سید الحفاظ ابن مردویہ سے چنانچہ وہ فرماتے ہیں :-

"فاقول یدل علی ثبوت ذلک (اعطاء النبی فدک فاطمۃ) ما رواہ سید الحفاظ ابن مردویہ قال اخبرنا محی السنۃ ابو الفتح عبدوس بن عبد اللہ الھمدانی اجازۃ قال حدثنا القاضی ابو نصر شعیب بن علی قال حدثنا موسی بن سعید قال حدثنا الولید بن علی قال حدثنا عباد بن یعقوب قال حدثنا علی بن عابس عن فضیل عن عطیۃ عن ابی سعید قال لما نزلت وآت ذا القربی حقہ دعا رسول اللہ صلعم فاطمۃ فاعطاھا فدک"۔

پھر میں کہتا ہوں فدک کے ہبہ پر وہ روایت بھی دلالت کرتی ہے جسے سید الحفاظ ابن مردویہ لائے ہیں کہ ہمیں محی السنۃ ابو الفتح عبدوس بن عبد اللہ الہمدانی اجازت کے طور پر خبر دی انھوں نے کہا ہمیں قاضی ابو نصر شعیب بن علی نے خبر دی انہوں نے کہا ہم سے موسیٰ بن سعید نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا ہم سے ولید بن علی نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا ہم سے عباد بن یعقوب نے حدیث بیان کی۔ انہوں نے کہا ہم سے علی بن عابس نے حدیث بیان کی وہ فضیل سے فضیل عطیہ سے اور عطیہ ابو سعید سے روایت کرتے ہیں کہ جب آیت وآت ذا القربی حقہ الخ اتری تو رحمت عالم نے فاطمہؑ کو بلا کر انھیں فدک عطا فرمایا۔

کنز العمال کی روایت

دوسری روایت کنز العمال شیخ علی متقی سے بیان کی ہے جیسا کہ فرماتے ہیں "وما فی کنز العمال للشیخ علی المتقی فی صلۃ الرحم من کتاب الاخلاق عن ابی سعید قال لما نزلت وآت ذا القربی حقہ قال النبی یا فاطمۃ لک فدک

رواہ الحاکم فی تاریخہ وقال تفرد بہ ابراھیم بن محمد بن میمون عن علی بن عابس بن النجار۔" یعنی کنز العمال میں شیخ علی متقی نے باب صلۃ الرحم میں ابوسعید سے یہ روایت کی ہے کہ جب آیہ و آت ذاالقربیٰ حقہ نازل ہوئی پیغمبر خدا نے فاطمہؑ سے کہا کہ اے فاطمہؑ فدک تمھارے لئے ہے اور اسے روایت کیا ہے حاکم نے اپنی تاریخ میں اور کہا ہے کہ اسے صرف ابراہیم بن محمد بن میمون نے علی بن عابس بن نجار سے روایت کیا ہے۔

اور تیسری روایت اسی کتاب تفسیر درمنثور سیوطی سے نقل کی ہے۔ کما یقول "فی الدر المنثور للسیوطی فی تفسیر قولہ تعالیٰ وآت ذاالقربیٰ حقہ دعا رسول اللہ صلعم فاطمۃ فاعطاھا فدک۔"

جیسا کہ فرماتے ہیں اور سیوطی کی درمنثور میں "وآت ذاالقربیٰ حقہ" کی تفسیر میں ہے کہ رحمت عالمؐ نے فاطمہؑ کو بلاکر انھیں فدک عطا فرمایا۔

معارج النبوۃ کی روایت

اور اسی کتاب میں چوتھی روایت معارج النبوۃ سے بیان کی ہے جیسا کہ فرماتے ہیں:

"وما فی معارج النبوۃ الشھیر بسیر مولٰنا الھروی فی وقائع السنۃ السابعۃ بعد واقع خیبر بھذہ العبارۃ۔" "در مقصد اقصیٰ مذکور است کہ بعضی گویند کہ حضرت رسول اللہ صلعم بسوی خیبر امیر المومنین علی را فرستاد و مصالحہ بر دست امیر واقع شد بر ان نہج کہ حضرت امیر قصد خون ایشان نکنند و حوائط خواص از آن رسول باشد پس جبرئیلؑ فرود آمد و گفت کہ حق تعالیٰ می فرماید کہ حق خویشان بدہ رسول گفت کہ خویش من کیستند و حق ایشاں چیست جبرئیل گفت فاطمہ است حوائط فدک را باودہ و انچہ از خدا و رسول اوست در فدک ہم با و بدہ پیغمبر فاطمہ را بخواند و برای دی حجتی نوشت و آں وثیقہ بود کہ بعد از وفات رسول پیش ابوبکر آورد و گفت ایں کتاب رسول خدا است برای من و حسن و حسین۔"

اور معارج نبوت میں جو بسیر مولٰنا ہروی کے نام سے مشہور ہے سنہ ۷ھ کے واقعات میں خیبر کے واقعہ کے بعد یہ ہے کہ مقصد اقصیٰ میں ہے کہ بعض کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلعم نے علی کو خیبر بھیجا اور حضرت امیر کے ہاتھ پر اس شرط سے صلح ہوگئی کہ حضرت امیر ان کی خون ریزی نہ کریں اور وہاں کے خاص خاص باغ رحمت عالم کو دے دیئے جائیں پھر جبرئیلؑ نے آکر کہا کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ عزیزوں کا حق دیجئے۔ آپ نے پوچھا میرے عزیز کون ہیں اور ان کا حق کیا ہے فرمایا فاطمہؑ ہیں فدک کے باغ انھیں دے دیجئے۔ اور فدک میں جو کچھ اللہ کا اور اس کے رسول کا حصہ ہے وہ بھی انھیں دے دیجئے۔ آخر آپ نے فاطمہؑ کو بلاکر ان کے لئے فدک لکھوا دیا فاطمہؑ کے پاس ہی دستاویز تھی۔ جو انھوں نے آپ کی وفات کے بعد ابوبکر کو پیش کی اور کہا کہ یہ رسول اللہ کی میرے لئے اور حسنؑ و حسینؑ کے لئے تحریر ہے۔

مختلف روایتوں کا دعویٰ

ان چار روایتوں کو نقل کرکے آپ فرماتے ہیں "وقال السید المرتضیٰ فی الشافی وقد روی من طرق مختلفۃ غیر طریق ابی سعید الذی ذکرہ صاحب الکتاب انہ لما نزل قولہ تعالیٰ وآت ذاالقربیٰ حقہ دعا النبی فاطمۃ فاعطاھا فدک واذا کان ذلک مرویا فلا معنی لرفعہ بغیر حجۃ انتھی کلام السید۔" یعنی سید مرتضیٰ شافی میں کہتے ہیں کہ سوائے ابوسعید کے جس کا ذکر صاحب کتاب نے کیا ہے اور بھی کئی مختلف طریقوں سے یہ روایت بیان کی گئی ہے کہ جب آیہ وآت ذاالقربیٰ حقہ نازل ہوئی تو پیغمبر خدا نے فاطمہؑ کو بلایا اور فدک انھیں دے دیا۔ اور جب کہ یہ روایت مروی ہے پھر بغیر دلیل کے اس کے نہ ماننے کی کوئی وجہ نہیں ہے فقط۔"

لیکن نہ جناب مولٰنا دلدار علی صاحب نے اپنی کتاب عماد الاسلام میں اور نہ جناب سید مرتضیٰ نے اپنی کتاب شافی میں اُن روایتوں کو بیان کیا کہ وہ کون سے طرق مختلفہ غیر طریق ابی سعید کے ہیں جن میں روایت مذکور ہے ایسے موقع پر فقط مجمل کہہ دینا کہ اور بہت سی روایتوں

ہیں بھی یہ منقول ہے کافی اور شافی نہیں ہے خصوصاً جبکہ قاضی عبدالجبار نے اپنی کتاب مغنی میں اس روایت کو شیعوں کی طرف سے بایں الفاظ ذکر کیا تھا قالوا قد روی عن ابی سعید الخدری کہ شیعہ ایسا کہتے ہیں کہ ابو سعید خدری سے ایسی روایت ہے اور اس کی نسبت اپنے جواب میں یہ لکھا تھا الجواب عن ذلک ان اکثر مایروون فی هذا الباب غیر صحیح کہ جواب شیعوں کے اس قول کا ہے کہ جو کچھ اس باب میں وہ روایت کرتے ہیں اکثر غلط ہے۔

روایت کی عدم صحت

آگے چل کر قاضی عبدالجبار نے صاف لکھ دیا تھا وان صح عقد الهبة[1] کہ اگر عقد ہبہ صحیح بھی ہو تو فدک حضرت فاطمہؑ کے قبضے میں ہونا چاہیئے تھا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قاضی عبدالجبار اس روایت پر یقین نہیں رکھتے تھے ایسی حالت میں جناب علم الهدیٰ کا بالاجمال یہ کہہ دینا کہ اور بہت سے طریقوں سے بھی یہ روایت ثابت ہے قابل تسلیم اور ان کے دعویٰ کے ثبوت کے لیے کافی نہیں تھا۔ ان کو چاہیئے تھا کہ اُن طرق مختلفہ سے جس کا انھوں نے بالاجمال دعویٰ کیا تھا اس روایت کو ثابت کرتے اور ان تمام روایتوں کو بیان کر کے اپنے دعویٰ کی تائید فرماتے۔

طعن الرماح کی عبارت

طعن الرماح میں جناب مجتہد سید محمد صاحب درمنثور سیوطی اور کنز الاعمال شیخ علی متقی اور سید الحفاظ ابن مردویہ کے علاوہ صاحب تاریخ آل عباس سے فدک کے ہبہ کئے جانے کا ذکر

[1] اصل عبارت یہ ہے قال صاحب الکتاب شبهة لهم اخرى واحدا ما طعنوا به وعظموا القول فیه امر فدک قالوا قد روی عن ابی سعید الخدری انه قال لما نزلت وآت ذا القربی حقه اعطی رسول الله فاطمة فدک ثم فعل عمر بن عبد العزیز ذلک لاوده علی ولدها قالوا ولا شک ان ابا بکر اغضبها ان لم یصح کل الذی روی فی هذا الباب و قد کان الاجمل ان ینعهم التکرم مما ارتکبوا فضلا عن الدین ثم ذکروا انها استشهدت امیر المومنین و ام ایمن فلم تقبل شهادتهما مع ترکه ازواج النبی فی حجرهن ولم یجعلها صدقة وصدقهن فی ان ذلک لهن ولم یصدقها ثم قال الجواب عن ذلک ان اکثر ما یروون فی هذا الباب غیر صحیح ولسنا ننکر صحة ما روی من ادعائها فدک فاما انه کان فی یدها فغیر مسلم بل لو کان فی یدها لکان الظاهر انه لها فاذا کان فی جملة الترکة فالظاهر انه میراث ۔۔۔۔ وان صح عقد الهبة وهذا هو الظاهر ان التسلیم لو کان وقع یظهر انه کان فی یدها فکان ذلک کافیا فی الاستحقاق ۱۲ شافی صفحہ ۲۳۴، ۲۳۵ - ۰ ۱۲ ۱۲ ۱۲

کرتے ہیں۔ کما یقول ہ روی السیوطی فی تفسیر الدر منثور فی ذیل تفسیر قوله تعالے وآت ذا القربی حقه اخرج البزاز وابو یعلی وابن حاتم وابن مردویه عن ابی سعید الخدری۔ قال لما نزلت هذه الایة وآت ذا القربی حقه دعا رسول الله صلعم فاطمةؑ فاعطاها فدك ۔ و این روایت صریح ست در آنکہ ہر گاہ آیہ وآت ذا القربی حقه یعنی عطا نما صاحب قرابت را حق او نازل گردید آنجناب فاطمہ را طلب فرمودہ فدک را با آنحضرت عطا فرمود۔ شیخ علی متقی در کتاب کنز العمال در باب صلہ رحم از ابو سعید روایت کردہ قال لما نزلت وآت ذا القربی حقه قال النبی یا فاطمة لك فدك و سید الحفاظ ابن مردویہ در کتاب خود مسند از ابو سعید روایت سابقہ را نقل کردہ۔ و نیز صاحب روضۃ الصفا و معارج النبوۃ از مقصد اقصیٰ روایت اعطاء فدک و نوشتن وثیقہ را نقل کردہ چنانچہ آنفا عبارت آں بمعرض بیان در آمد و عقل ہیچ عاقل باور نمی کند کہ با وصف اعطاے فدک و ہبہ آن و نوشتن وثیقہ برائے آن از زمان فتح خیبر تا ہنگام وفات سرور کائنات اقباض آن بوقوع نہ پیوستہ باشد بلکہ لفظ اعطا نیز برآں دلالت دارد کما لا یخفی۔ و صاحب تاریخ آل عباس کہ از معتمدین اہل سنت ست در تاریخ مذکور علی ما نقل عنه نوشتہ کہ بعد از آنکہ جماعتی از اولاد حسنین نزد مامون دعویٰ فدک کردند مامون جمع نمودہ و صد کس از علمای حجاز و عراق و غیر ایشاں را و تاکید کرد کہ کتمان صواب ننمودہ از متابعت حق و راستی سر نہ پیچند پس ایشاں روایت واقدی و بشر بن الولید و غیرہ نقل کردند کہ بعد از فتح خیبر جبرئیل با آیہ وآت ذا القربی حقہ نازل شد پس رسول خدا گفت کیست ذا القربیٰ و چیست حق او جبرئیل گفت فاطمہ است و فدک حق اوست پس رسول خدا فدک را با آنحضرت داد۔

معہ سیوطی درمنثور میں وآت ذا القربیٰ حقہ کی تفسیر میں روایت کرتے ہیں کہ بزار ابو یعلیٰ ابن حاتم اور ابن مردویہ ابو سعید خدری سے روایت کرتے ہیں کہ جب یہ آیت اتری جو آنحضرت نے فاطمہؑ کو بلا کر فدک ان کے حوالہ کر دیا شیخ علی متقی کنز العمال میں باب صلۃ الرحم میں ابو سعید سے روایت لائے ہیں کہ جب یہ آیت اُتری تو آپ نے فرمایا فاطمہ تمہارے لئے فدک ہے اور سید الحفاظ ابن مردویہ نے بھی اپنی مسند میں ابو سعید سے سابقہ روایت کو

نقل کیا ہے علاوہ ازیں صاحب روضۃ الصفا و معارج النبوّت نے بھی مقصد اقصیٰ سے فدک دینے کی اور دستاویز لکھنے کی روایت نقل کی ہے جیسا کہ ابھی ابھی گذری اور یہ بات کسی کے عقل میں نہیں آتی کہ فدک کے ہبہ کرنے اور دستاویز لکھنے کے باوجود فتح خیبر کے زمانے سے لے کر وفات رحمت عالم تک حضرت فاطمہؑ کا اس پر قبضہ نہ ہوا ہوگا بلکہ لفظ عطا رہی قبضہ پر دلالت کرتا ہے جیسا کہ ظاہر ہے تاریخ آل عباس کا مصنف جس پر اہل سنّت کا اعتماد ہے اپنی تاریخ میں لکھتا ہے کہ اولاد حسنین نے جب مامون سے فدک کا مطالبہ کیا تو مامون نے عراق و حجاز کے سو علما جمع کرکے فرمایا کہ حق نہ چھپائیں اور حق و صداقت کی پیروی سے مُنہ نہ موڑیں اور اس مسئلہ پر روشنی ڈالیں چنانچہ انھوں نے واقدی اور بشر بن ولید وغیرہ سے روایت بیان کی کہ فتح خیبر کے بعد جبرئیل وآت ذاالقربیٰ کو لے کر اترے آپ نے پوچھا رشتے دار کون ہیں اور ان کا حق کیا ہے جبرئیلؑ نے کہا فاطمہؑ ہیں اور فدک فاطمہؑ کا حق ہے آخر آپ نے فدک انہیں دے دیا۔

صاحب تشئید المطاعن نے بھی کوئی نئی روایت روایات مذکورہ بالا کے علاوہ پیش نہیں کی۔

کفایہ کا بیان

کفایہ موسوم عصمت الولایہ جلد دوم میں صفحہ ۳۵۸ تا ۳۸۰ بہت تفصیل سے فدک کی بحث لکھی ہے اور آیہ وآت ذاالقربیٰ حقہ کی نسبت صفحہ ۳۶۰ میں یہ لکھا ہے کہ از برای احدی از امت شبہ نبود در آنکہ فدک خالص بود از برای رسول خدا صلعم واحدی را دران حقی نبود از امت۔ و اخبار طرفین از خاصہ و عامہ ناطق باین امر ست۔ و نیز ظاہر آیہ وآت ذاالقربیٰ حقہ بہ تصدیق کثیرے از علما و مفسرین و روات عامہ آنکہ رسول خدا صلعم آنرا نحلہ و عطیہ داد بحضرت فاطمہؑ چوں ثعلبی و جوہری و یاقوت شافعی صاحب کتاب معجم البلدان و شہرستانی و صاحب تاریخ آل عباس و واقدی و بشر بن الولید و عبدالرحمٰن بن صالح و عمر بن شبہ و ابن حجر در صواعق و ابن ابی الحدید و ابو ہلال عسکری در کتاب اخبار الاوائل و حاکم ابو القاسم الحسکانی و حاکم ابو محمد و احمد بن عثمان بغدادی و قاضی عبداللہ ابن موسیٰ انہ لما نزلت آیۃ وآت ذاالقربیٰ

حقہ اعطی رسول اللہ صلعم فاطمۃؑ فدک (فقط)

اس میں کسی امتی کو شک نہیں تھا کہ فدک خالص رسول اللہ صلعم کا حق تھا اور اس حق میں آپؐ کا کوئی امتی شریک نہ تھا شیعہ اور سُنی سب یہی کہتے ہیں اور سب نے بظاہر آیت کی یہی تفسیر فرمائی ہے کہ آپ نے فدک فاطمہؑ کو دے دیا تھا جیسے ثعلبی، جوہری اور یاقوت شافعی (مولف معجم البلدان)، شہرستانی، مؤلف تاریخ آل عباس، واقدی، بشر بن الولید، عبدالرحمٰن بن صالح، عمر بن شبہ ابن حجر در صواعق ابن ابی الحدید ابو ہلال عسکری (در کتاب اخبار الاوائل) حاکم ابو القاسم حسکانی، حاکم ابو محمد و احمد بن عثمان بغدادی اور قاضی عبداللہ بن موسیٰ ان سب نے لکھا ہے کہ آپ نے فاطمہ کو فدک دے دیا تھا۔

اس میں مولف نے روایت ہبۂ فدک اور دعوئ فدک کو مختلط کر دیا ہے۔ اور ان کی روایتوں اور اقوال کو نقل نہیں کیا مگر سوائے ثعلبی کے کسی جدید راوی کا جن کا ذکر اوپر ہو چکا نام بھی نہیں لیا۔ اور ثعلبی کی روایت صفحہ ۳۵۸ میں اس کتاب کے باین الفاظ بیان کی گئی ہے۔

کما فیہ "ثعلبی کہ از اعاظم مفسرین ایشان ست بسند خود از سُدی و دیلمی روایت کردہ است کہ حضرت علی ابن الحسین یکی از اہل شام فرمود آیا قرآن خواندہ گفت بلی۔ فرمود در سورۂ بنی اسرائیل این آیہ خواندۂ کہ وآت ذاالقربیٰ حقہ آن شخص عرض کرد مگر شما آیہ ذی القربیٰ کہ حق سبحانہ وتعالیٰ امر فرمودہ کہ حق آنہا را برسانند فرمود بلے"

اور ثعلبی جو ان کے بڑے مفسروں میں سے ہیں اپنی سند سے سدی اور دیلمی سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی بن حسین نے ایک شامی سے فرمایا کیا تو نے قرآن پڑھا ہے بولا جی ہاں پوچھا کیا تو نے سورہ بنی اسرائیل میں یہ آیت وآت ذاالقربیٰ الخ پڑھی ہے اس نے کہا اچھا آپ کے بارے میں یہ آیت اتری ہے کہ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ان کا حق انہیں پہنچا دیں؟ فرمایا ہاں۔

غایۃ المرام کی مختلف روایات

ان کتابوں کے علاوہ ایک اور کتاب ایران میں بالفعل چھپی ہے اور اس کا نام غایۃ المرام وحجۃ الخصام فی تعیین الامام من طریق

الخاص والعام اس کے مصنف سید ہاشم معروف بالعلامہ ہیں۔ اور ان کی نسبت صاحب الحدائق شیخ یوسف بحرانی نے اپنی کتاب مسمی بلولوۃ البحرین میں لکھا ہے۔ کان السید المذکور فاضلا محدثا جامعا متتبعا الاخبار بما لم یسبق الیہ سابق سوی الشیخ المجلسی وکانت وفاتہ للسنۃ السابعۃ بعد المائۃ والالف وصنف کتبا عدیدا تشھد بشدۃ تتبعہ واطلاعہ یعنی سید موصوف بڑے فاضل اور محدث اور جامع اور ایسے حاوی احادیث و اخبار رہے ہیں کہ مثل ان کے اگلے لوگوں میں سے سوائے ملا باقر مجلسی کے کوئی نہیں ہوا اور ان کی بہت تصنیفات ہیں جن سے ان کی علمیت اور واقفیت ثابت ہوتی ہے۔ فقط سید موصوف نے غایۃ المرام امامت کے ثابت کرنے میں لکھی ہے اور اس میں تمام آیات قرآنی کو جمع کیا ہے۔ اور ہر آیت کے متعلق جتنی روائتیں اور حدیثیں ہیں۔ خواہ اہل سنت کی خواہ شیعوں کی ان سب کو نقل کیا ہے اور انھوں نے اس کتاب کے دیباچہ میں ان تمام کتابوں کے نام لکھے ہیں جن سے انھوں نے روایتیں نقل کی ہیں۔ اور بلاشبہ یہ کتاب ایسی جامع ہے کہ خود ان کے مؤلف کی عزارت علم اور کمال واقفیت کی شاہد ہے اس کتاب کے مقصد دوم کے سترھویں اور اٹھارویں باب میں آیہ وآتِ ذاالقربیٰ حقہ کے متعلق جتنی حدیثیں اور روایتیں فریقین کی ہیں مگر باوجود اس جامعیت کے سوائے ایک روایت ثعلبی کے دوسری روایت انھوں نے سنیوں کی طرف سے بیان نہیں کی۔ البتہ گیارہ حدیثیں شیعوں کی نقل کی ہیں۔ چنانچہ اس کے صفحہ ۳۲۲ میں لکھا ہے۔ الباب السابع عشر قولہ تعالیٰ وآت ذاالقربیٰ حقہ والمسکین الایۃ من طریق العامۃ وفیہ حدیث واحد الثعلبی فی تفسیرہ فی ھذہ الایۃ قال عنی بذلک قرابۃ رسول اللہ صلعم ثم قال الثعلبی روی عن السدی عن ابی الدیلمی قال قال علی بن الحسین لرجل من اھل الشام اقرأت القرآن قال نعم قال فما قرأت فی بنی اسرائیل وآت ذاالقربیٰ حقہ وانکم القرابۃ التی امر اللہ تعالیٰ ان یؤتی حقہ قال نعم۔ فقط سترھواں باب آیت وآتِ ذاالقربیٰ حقہ الخ سنیوں کے طریق سے اس آیت کے متعلق صرف تفسیر ثعلبی میں ایک حدیث ہے کہ اس سے

مراد رسول اللہ صلعم کی قرابت ہے (بعد والے حصہ کا ترجمہ گذر چکا)

اس کا ترجمہ جو کفایہ میں بزبان فارسی ہے وہ ابھی اوپر ہم لکھ چکے۔ اس کے بعد وہ لکھتے ہیں الباب الثامن عشر فی قولہ تعالیٰ وآت ذاالقربیٰ حقہ والمسکین الایۃ من طریق الخاصۃ وفیہ احد عشر حدیثا کہ امامیہ کے طریق سے اس آیت کے متعلق گیارہ حدیثیں ہیں اور اس میں عطیہ عوفی کی وہ روایتیں بھی منقول ہیں جس کو بعض سنیوں کی کتابوں سے علماء امامیہ نے نقل کی ہیں جیسا کہ ہم اوپر بیان کر چکے۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں الثامن العیاشی باسنادہ من عطیۃ العوفی قال لما فتح رسول اللہ خیبر وافاء اللہ علیہ فدکا وانزل اللہ علیہ وآت ذاالقربیٰ حقہ قال یا فاطمۃ لک فدک۔ التاسع العیاشی باسنادہ عن عبد الرحمٰن بن صالح کتب المامون الی عبد اللہ بن موسی العبسی یسئالہ عن قصۃ فدک فکتب الیہ عبد اللہ بن موسی بھذا الحدیث۔ العاشر العیاشی باسنادہ عن فضیل بن مرزوق عن عطیۃ ان المامون رد فدکا علی ولد فاطمہؑ۔

عطیہ عوفی سے روایت ہے کہ جب اللہ کے رسول نے خیبر فتح کر لیا اور اللہ نے آپ کو فئے میں فدک دے دیا اور آپ پر آیت وآت ذاالقربیٰ اتاری تو آپ نے فرمایا فاطمہؑ تمہارے لئے فدک ہے۔ عبد الرحمٰن بن صالح سے روایت ہے کہ مامون نے عبد اللہ بن موسیٰ عبسی کو لکھا کہ قصۂ فدک پر تفصیلی روشنی ڈالیں۔ عبد اللہ نے جواب میں یہ حدیث لکھی۔ عطیہ عوفی سے روایت ہے کہ مامون نے فدک اولاد فاطمہ کو واپس دے دیا تھا۔

سبحان علی کی خوشہ چینی

منشی سبحان علی خاں صاحب نے جو فن ادب میں مشہور ہیں ایک کتاب امامت میں لکھی ہے۔ اس کے دوسرے حصہ کے صفحہ ۸۴ میں فدک کی بحث ہے۔ مگر اس میں خان صاحب نے صرف خوشہ چینی طعن الرماح کی کی ہے اور بعبارت جدید اسی کے مضمون کو الٹ پھیر کے بیان کیا ہے جیسا کہ وہ خود لکھتے ہیں کہ این فاقد الادراک استیعاب دلائل اثبات حق لبضعۃ الرسول برسالہ

کتاب مستطاب طعن ارماح احوالہ منزدہ بہ تقریری آخر کہ خالی از تجدد نسبت ادماجری فیہا البطال خلافت خلیفہ اوّل وثانی کہ بانی مبانی ایں اعتزامشارالیہ است می سازد فقط۔ اس میں کوئی روایت جدید منقول نہیں ہے جو قابلِ نقل ہو۔

فدک کی تمام روایات کی تردید

ہم نے جو کچھ اوپر بیان کیا۔ اس سے اس کتاب کے ناظرین کو معلوم ہوگا کہ چوتھی صدی سے لے کر تیرھویں صدی تک جتنی مشہور کتابیں شیعوں کی اس بحث کے متعلق تھیں۔ ان سب میں سے ہم نے ان روایتوں کو جو متعلق ہبہ فدک کے ہماری کتابوں سے انھوں نے نقل کی تھیں بلفظہٖ لکھدیا۔ اور اگرچہ یہ ظاہر ہے کہ اور بھی بہت سی کتابیں ہوں گی۔ جو ہمیں نہیں مل سکیں مگر ایسے مشہور اور نامور عالموں نے جیسے کہ جناب علم الہدیٰ اور علامہ حلّی اور سید ابن طاؤس اور ملا باقر مجلسی اور قاضی نور اللہ تستری اور مولانا دلدار علی اور مجتہد سید محمد اور مولانا محمد تقی صاحب تھے غالباً ان کے مطالعے سے کوئی روایت رہ نہ گئی ہوگی خصوصاً مجتہدین لکھنؤ سے۔ اور اس لئے ہم کو اس یقین کرنے کی وجہ ہے کہ جو کچھ انہوں نے ثبوت پیش کیا ہے اس سے زیادہ ان کے پاس نہ تھا۔ اب ہم اس بات کو دکھاتے ہیں کہ یہ ثبوت نہ عقلاً و نقلاً شہادت میں داخل کرنے کے لائق ہے اور نہ وہ فی نفسہٖ کوئی ثبوت ہے اس لئے کہ ان تمام روایتوں کا سلسلہ اس راوی پر ختم ہوتا ہے جو نہ صرف غیر معتبر اور غیر ثقہ تھا بلکہ کاذب اور شیعی تھا۔ ایک ہی شخص اس تمام زرنگاری پردے میں چھپا ہوا ہے جس کے مختلف رنگ دوسروں نے لئے ہیں اور ایک ہی گندلا چشمہ ہے جس سے یہ سب نہریں نکلی ہیں اور ایک ہی کذب کی جڑ ہے جہاں سے ساری شاخیں پھوٹی ہیں۔ اور ہم یقین کرتے ہیں کہ علمائے شیعہ جن کو ان روایتوں پر بہت کچھ ناز ہے اور جنہوں نے اس کی بنیاد پر ایک بہت بڑی عمارت قائم کی ہے۔ اور جس کی بنا پر بہت بڑے الزام حضرات شیخین پر لگائے ہیں۔ اور بہت دردناک تقریروں میں ان کا ظلم و ستم ظاہر کیا ہے۔ اور جناب سیدۃ النساء فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کے دعویٰ ہبہ کے رد کرنے پر بہت کچھ دھوکے میں ڈالنے والی باتیں بنائی ہیں اپنے پیش کئے ہوئے ثبوت کی حقیقت فاش ہونے پر جیسا کہ اب ہم اسے فاش کرتے ہیں حیران اور

ششدر ہو جائیں گے اور وہ الفاظ جو جناب قاضی نور اللہ تستری نے کشف الحق کے شائع ہونے کے بعد سنیوں کی نسبت فرمائے تھے وہ اپنے اوپر صادق سمجھیں گے۔ ای یتمنون ان یکونوا جمادا او شجرا و یبہتون کا نہم النقمہ احجرا یعنی تمنا کریں گے کہ کاش وہ پتھر یا درخت ہو جائیں اور ایسے مبہوت ہو جائیں گے گویا ان پر پتھر پڑ گئے ہیں۔

دو قسم کی روایات

علمائے امامیہ کی مذکورۂ بالا کتابوں میں جو حدیثیں اور روایتیں پیش کی گئی ہیں جن کو وہ سنیوں کی روایت کہتے ہیں ان کی تکرار اور نقل در نقل کو حذف کر کے دو قسم کی مفصلۂ ذیل روایتیں پائی جاتی ہیں۔ ایک وہ جن میں پوری تفصیل راویوں کی لکھی گئی ہے۔ دوسری وہ جس میں یا صرف منقول عنہ کتاب کا نام ہے یا بجائے پوری سند بیان کرنے کے صرف بعض راویوں کے نام لکھ دیئے ہیں۔ اوّل قسم میں چار اور دوسری قسم میں پانچ روایتیں ہیں۔ اوّل قسم کی روایتیں یہ ہیں۔

پہلی قسم کے راوی

ایک[1] وہ روایت جو طرائف میں سید الحفاظ ابن مردویہ سے نقل کی گئی ہے اور جس کو عماد الاسلام اور دوسری کتابوں میں بھی نقل کیا ہے اس کے بیان کرنے والے راوی حسب ذیل ہیں۔ اوّل محی السنۃ ابوالفتح عبدوس بن عبداللہ ہمدانی دوسرے قاضی ابونصر شعیب بن علی تیسرے موسیٰ بن سعید۔ چوتھے ولید بن علی پانچویں عباد بن یعقوب چھٹے علی بن عباس ساتویں فضیل آٹھویں عطیہ نویں ابوسعید جن پر روایت کا سلسلہ ختم ہوتا ہے۔

دوسری قسم کے راوی

دوسری[2] وہ روایت جو بحار الانوار میں بحذف اسانید اور تفسیر مجمع البیان طبرسی میں بہ تفصیل اسناد بیان کی گئی ہے اور اس کے راوی یہ ہیں۔ اوّل سید ابوحمید مہدی بن نزار حسینی دوسرے حاکم ابوالقاسم بن عبداللہ الحسکانی تیسرے حاکم الوالد ابومحمد۔ چوتھے عمر بن احمد بن عثمان پانچویں عمر بن حسین ابن علی بن مالک چھٹے جعفر بن محمد احمسی ساتویں حسن بن حسین آٹھویں ابو معمر بن سعید نویں ابوعلی قاسم کندی دسویں یحییٰ بن یعلی گیارھویں علی بن مسہر بارھویں فضیل بن مرزوق تیرھویں

[1] یہ روایت صفحہ ۷ میں ہے ۱۲ منہ [2] یہ روایت صفحہ ۱۵ و ۱۶ میں ہے ۱۲ منہ

عطیہ کوفی چودھویں ابوسعید خدری۔

تیسری[1] ۔ وہ روایت جس کو بحار الانوار میں سید ابن طاؤس کی کتاب سعد السعود سے نقل کیا ہے اور انھوں نے تفسیر محمد بن عباس بن علی بن مروان سے نقل کیا ہے۔ اس کے راوی اوّل محمد بن محمد بن سلیمان اعبدی ہیں دوسرے ہیثم بن خلف دوری تیسرے عبداللہ بن سلیمان بن اشعث چوتھے محمد بن قاسم بن زکریا پانچویں عباد بن یعقوب چھٹے علی بن عابس (یہ حقیقت میں علی بن عباس ہے) ساتویں جعفر بن محمد حسینی آٹھویں علی بن منذر طریقی نویں فضیل بن مرزوق دسویں عطیہ عوفی گیارھویں ابوسعید خدری۔

چوتھی[2]۔ وہ روایت جو ملا باقر مجلسی نے بحار الانوار میں لکھی ہے۔ اس کے اوّل راوی محمد بن عباس ہیں۔ دوسرے علی بن عباس مقالغی۔ تیسرے ابوکریب۔ چوتھے معاویہ۔ پانچویں فضیل بن مرزوق۔ چھٹے عطیہ۔ ساتویں ابوسعید خدری۔

دوسری قسم کی روایات:۔

پہلی[3] وہ روایت جو کنز العمال سے عماد الاسلام میں نقل کی ہے۔ اس کو حاکم کی تاریخ سے لیا ہے اور اس میں دو راویوں کے نام منقول ہیں ایک ابراہیم بن محمد بن میمون دوسرے علی بن عابس بن النجار۔ ان راویوں نے اپنی سند کا سلسلہ ابوسعید تک پہونچایا ہے۔

دوسری[4] وہ روایت جو عماد الاسلام وغیرہ میں درمنثور سیوطی سے بلا حوالۂ سند نقل کی ہے اور طعن الرماح میں اس پتا اور بڑھایا ہے کہ بزّار اور ابویعلی اور ابن حاتم اور ابن مردویہ نے اسے ابوسعید خدری سے نقل کیا ہے۔

تیسری[5] جو بحار الانوار وغیرہ میں لکھی ہے کہ عبدالرحمٰن بن صالح کہتے ہیں کہ مامون نے عبیداللہ بن موسےٰ سے فدک کا حال تحریراً دریافت کیا تو انھوں نے اسی حدیث کو جس کا ذکر سید مہدی بن بزاز حسینی نے کیا ہے لکھ بھیجا اور اس کو فضیل بن

---

[1] دیکھو صفحہ ۱۶ اس کتاب کا ۱۲ منہ [2] دیکھو صفحہ ۱۶ اس کتاب کا ۱۲ منہ [3] دیکھو صفحہ ۱۷ اس کتاب کا
[4] دیکھو صفحہ ۱۷ اس کتاب کا ۱۲ منہ [5] دیکھو صفحہ ۱۵ اس کتاب کا ۱۲ منہ

مرزوق نے عطیہ سے روایت کیا ہے۔ اس میں دو نام مذکور ہیں ایک فضیل بن مرزوق دوسرے عطیہ۔

چوتھی[1] وہ روایت ہے جو طرائف میں بشر بن الولید اور واقدی اور بشر بن غیاث سے بیان کی ہے جس میں سلسلۂ اسناد محذوف ہے۔ اور اسی کو بحوالہ واقدی قاضی نوراللہ تستری نے احقاق الحق میں نقل کیا ہے۔

پانچویں[2] وہ روایت جو معارج النبوت اور مقصد اقصیٰ سے عماد الاسلام وغیرہ میں نقل کی گئی ہے۔

عام روایات کا آخری راوی

یہ ہے کل مایۂ ناز علماء امامیہ کا اور یہ ہے مجموعہ اُن تمام روایتوں کا جس کو وہ بہت بڑے زور شور سے سنیوں کے مقابلے میں ہبۂ فدک کے ثابت کرنے کے لئے پیش کرتے ہیں اور چونکہ یہ روایتیں مختلف طور سے اور مختلف موقع پر بحث فدک میں بیان کی جاتی ہیں بیچارے ناواقف سنی انھیں دیکھ کر گھبرانے لگتے ہیں اور یہ سمجھ کر کہ یہ روایتیں تو ہماری ہی کتابوں سے نقل کی گئی ہیں اور غالباً صحیح ہوں گی حیران رہ جاتے ہیں۔ اور اکثر لوگوں کو خلجان اور اپنے عقائد میں شبہ پیدا ہونے لگتا ہے۔ مگر اب کہ ہم نے اُن سب کو ایک جگہ جمع کر دیا اس سے دیکھنے والوں کو معلوم ہو سکے گا کہ سلسلہ ان روایتوں کا ابوسعید پر ختم ہوتا ہے اور ابوسعید سے عطیہ نے اور عطیہ سے فضیل بن مرزوق نے آگے چلایا ہے۔ اور انھیں سے اس روایت کا سلسلہ آئندہ بڑھا ہے۔ غرضیکہ جو کچھ پھل پھول اس میں لگائے گئے ہیں اس کی جڑ ابوسعید ہیں۔

ابوسعید کے نام سے دھوکا

مگر ابوسعید کے نام میں ایک عجیب دھوکا دیا گیا ہے جس سے ناظرین کو شبہ ہوتا ہے کہ یہ ابوسعید ابوسعید خدری ہیں جو صحابی تھے حالانکہ یہ ابوسعید ابوسعید خدری

---

[1] دیکھو صفحہ ۱۵ ۱۲ منہ [2] دیکھو صفحہ ۱۷ ۱۲ منہ

نہیں ہیں بلکہ یہ وہ ابوسعید ہے جو کلبی کے خطاب سے مشہور اور صاحب تفسیر ہیں۔ اُن کے بہت سے نام اور مختلف کنیتیں ہیں۔ اور اسی سبب سے لوگوں کو اکثر ان کے نام میں دھوکا ہو جاتا ہے۔ کبھی ان کا نام محمد بن سائب کلبی سے لیا جاتا ہے اور کبھی حماد بن سائب کلبی کہہ کر پکارے جاتے ہیں۔ اور ان کی تین کنیتیں ہیں ایک ابو نضر اور دوسری ابو ہشام اور تیسری ابو سعید۔ اور انھیں سے عطیہ عوفی روایت کرتے ہیں۔

عطیہ عوفی کی چالاکی

اور چونکہ عطیہ عوفی شیعہ تھے وہ اس قسم کی حدیثوں کو اپنے شیخ ابو سعید کلبی سے اس طور پر روایت کرتے ہیں کہ جس سے دھوکا ہو کہ یہ ابو سعید خدری صحابی سے روایت ہے کیونکہ وہ حدثنا یا قال ابو سعید کہہ کر چپ ہو جاتے ہیں کلبی یا اور مشہور نام اُن کا نہیں لیتے تاکہ لوگوں کو شبہ ہو کہ یہ روایت جس سے یہ روایت کرتے ہیں وہ ابو سعید خدری صحابی ہیں چنانچہ یہ مغالطہ ظاہر ہو گیا اور اُن کی یہ ہوشیاری کھل گئی۔ تاکہ عطیہ اور کلبی کا اصلی حال اور اصلی اعتقاد ظاہر ہو جائے اور یہ امر کہ عطیہ کی روایت ابو سعید کلبی سے ہے نہ کہ ابو سعید خدری سے کھل جائے ہم اوّل عطیہ کا اور پھر ابو سعید کلبی کا حال اسماء الرجال کی کتابوں سے بیان کرتے ہیں۔ اور اس پردے کو جو ایک مدت دراز سے ان روایتوں پر پڑا ہوا تھا اٹھاتے ہیں۔

عطیہ عوفی کے صحیح حالات

عطیہ جنھوں نے اس روایت کو ابو سعید سے بیان کیا ہے ان کی نسبت تقریب میں جو معتبر کتاب اسماء الرجال کی ہے لکھا ہے کہ وہ روایت میں خطا بھی کرتے تھے اور تدلیس بھی فرماتے تھے اور شیعہ بھی تھے کما یقول عطیۃ بن سعد الکوفی یخطئ کثیرا وکان شعیا مدلسًا۔ اول تو ان کی روایت بہ سبب اس کے کہ وہ بہت خطا کرتے تھے یقین کے قابل نہیں۔ دوسرے بوجہ تدلیس کے پایۂ اعتبار سے ساقط ہے۔ تیسرے بلحاظ شیعہ ہونے کے یہ روایت شیعوں کی ہے نہ کہ سُنیوں کی۔

تدلیس کا عیب

روایت میں خطا کرنا اور شیعہ ہونا یہ دو چیزیں محتاج بیان نہیں ہیں مگر تدلیس کیا چیز ہے اور راوی میں یہ عیب کس درجے کا خیال کیا جاتا ہے البتہ قابل بیان ہے تاکہ ناظرین اس روایت کی صحت کا صرف ایک تدلیس کے سبب سے اندازہ کر سکیں۔

تلبیس ابلیس کی عبارت

ابن جوزی تدلیس کو روایت میں اس قدر قبیح اور شنیع سمجھتے ہیں کہ وہ تلبیس ابلیس میں لکھتے ہیں (ومن تلبیس ابلیس علی علماء المحدثین روایۃ الحدیث الموضوع من غیر ان یبینوا انہ موضوع وھذا خیانۃ منھم علی الشرع ومقصودھم تنفیق احادیثھم وکثرۃ روایاتھم وقد قال النبیؐ من روی عنی حدیثا یری انہ کذب فھو احد الکاذبین ومن ھذا الفن تدلیسھم فی الروایۃ فتارۃ یقول احدھم فلان عن فلان او قال فلان یوھم انہ سمع منہ ولم یسمع وھذا قبیح لانہ یجعل المنقطع فی مرتبۃ المتصل انتھی) یعنی علمائے محدثین کو ابلیس حدیث موضوع کی روایت کرنے میں یہ دھوکا دیتا ہے کہ وہ یہ بیان نہیں کرتے کہ یہ حدیث موضوع ہے حالانکہ یہ بات ان کی شرع میں خیانت ہے اور اُن کا اپنی احادیث کا جاری کرنا اور کثرت سے روایات کا ہونا مقصود ہوتا ہے۔ اور پیغمبر صلعم نے فرمایا ہے کہ جو میری طرف سے کوئی حدیث روایت کرے اور وہ یہ جانتا ہو کہ وہ حدیث جھوٹی ہے تو وہ خود بھی جھوٹوں میں کا ایک جھوٹا ہے۔ اور فن حدیث میں روایت کی تدلیس یہ ہے کہ راوی یہ کہے فلاں نے فلاں سے یا فلاں نے کہا فلاں سے جس سے وہم دلاتا ہے کہ فلاں نے فلاں سے سنا ہے حالانکہ نہیں سنا تو یہ بہت بُری بات ہے اس لئے کہ راوی حدیث منقطع کو (جس کا راوی بیچ میں چھوٹا ہوا) متصل کے (جس کے راوی برابر مسلسل ہوں) برابر کرنا چاہتا ہے۔" (انتہی)

عطیہ پر نکتہ چینی

اور میزان الاعتدال میں ان کی نسبت لکھا ہے۔ عطیۃ بن سعد العوفی الکوفی تابعی شہیر ضعیف ....

قال سالم المرادی کان عطیۃ یتشیع وقال احمد ضعیف الحدیث وکان هشیم یتکلم فی عطیۃ وروی ابن المدینی عن یحیی قال عطیۃ وابو ہارون وبشر بن حرب عندی سواء وقال احمد بلغنی ان عطیۃ کان یاتی الکلبی فیاخذ عنہ التفسیر کان یکنیہ بابی سعید فیقول قال ابو سعید قلت یعنی یوہم انہ الخدری وقال النسائی وجماعۃ ضعیف "۔ یعنی عطیہ بن سعد عوفی کوفی تابعی مشہور ضعیف ہے اور ابو حاتم کہتے ہیں کہ اُن کی حدیث ضعیف ہے اور سالم مرادی کہتے ہیں کہ عطیہ شیعہ تھا۔ اور امام احمد کہتے ہیں کہ وہ ضعیف الحدیث ہے۔ اور ہشیم کو عطیہ میں کلام ہے۔ اور ابن مدینی نے یحیی سے روایت کی ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ عطیہ اور ابو ہارون اور بشر بن حرب میرے نزدیک برابر ہیں۔ اور امام احمد کہتے ہیں کہ مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ عطیہ کلبی کے پاس آتے اور اُن سے تفسیر لیتے اور اسے ابو سعید کے نام سے لکھ دیتے اور یوں کہتے کہ ابو سعید نے ایسا کہا ہے۔ ذہبی کہتے ہیں کہ اس سے مراد یہ ہے کہ مقصود ان کا یہ ہوتا کہ لوگ یہ سمجھیں کہ یہ ابو سعید خدری ہیں۔ اور نسائی اور ایک جماعت نے ان کو ضعیف بتایا ہے۔

سخاوی کا بیان

اور سخاوی نے رسالہ منظومہ جزری میں جو اصول حدیث میں ہے ان کا باب جن کے مختلف نام اور متعدد صفات ہیں۔ باب من لہ اسماء مختلفۃ ونعوت متعددۃ میں جہاں کلبی کا ذکر لکھا ہے وہاں یہ بیان کیا ہے۔ وھو ابو سعید الذی روی عنہ عطیۃ الحوفی موھما انہ الخدری کہ یہی کلبی ابو سعید کی کنیت سے بھی پکارے جاتے ہیں۔ اور عطیہ عوفی ان سے جو روایت کرتے ہیں وہ اسی کنیت سے یعنی قال ابو سعید کہہ کر روایت کرتے ہیں۔ تاکہ لوگوں کو یہ خیال ہو کہ یہ ابو سعید خدری ہیں۔

اس حقیقت سے جو ہم نے عطیہ کی بیان کی مثل آفتاب روز روشن کے یہ بات کھل گئی کہ

یہ روایت ابو خدری سے جو صحابی رسول تھے نہیں ہے۔ بلکہ ابو سعید کلبی سے ہے جو مفسر تھے۔

ابو سعید کلبی کا حال

اب ہم ابو سعید کلبی کا حال ظاہر کرتے ہیں تاکہ معلوم ہو جائے کہ یہ حضرت جن پر ان تمام روایتوں کا سلسلہ ختم ہوتا ہے جھوٹے اور حدیثوں کے بنانے والے اور شیعہ تھے۔ ان کی نسبت امام سخاوی نے شرح رسالہ منظومہ جزری میں اس باب میں جس کا اوپر ذکر ہوا یہ لکھا ہے کہ اُن لوگوں میں سے جن کے مختلف نام اور متعدد لقب اور کنیتیں ہیں، ایک محمد بن سائب کلبی مفسر ہیں انہی کی کنیت ابو النضر ہے۔ اور اس کنیت سے ابن اسحاق اُن سے روایت کرتے ہیں اور انہی کا نام حماد بن سائب ہے اور ابو اسامہ اسی نام سے ان سے روایت کرتے ہیں اور انہی کی کنیت ابو سعید ہے اور اسی کنیت سے عطیہ عوفی ان سے روایت کرتے ہیں تاکہ لوگوں کو شبہ میں ڈالیں کہ یہ ابو سعید خدری ہیں۔ اور انھیں کی کنیت ابو ہشام بھی ہے اور اس کنیت سے قاسم بن الولید اُن سے روایت کرتے ہیں اصل الفاظ شرح مذکور کے یہ ہیں۔

ان من امثلتہ (ای من لہ اسماء مختلفۃ ونعوت متعددۃ) محمد بن السائب الکلبی المفسر ھو ابو النضر الذی روی عنہ ابن اسحاق وھو حماد بن السائب روی عنہ ابو اسامۃ وھو ابو سعید الذی روی عنہ عطیۃ الکوفی موھما انہ الخدری وھو ابو ہشام روی عنہ القاسم بن الولید اور تقریب میں ان کی نسبت یہ لکھا ہے محمد بن السائب بن بشیر الکلبی ابو النضر الکوفی النسابۃ المفسر متھم بالکذب ورمی بالرفض من السادسۃ مات سنۃ مائۃ وست واربعین کہ محمد بن سائب کلبی نسب جاننے والے اور تفسیر لکھنے والے جھوٹ اور رفض سے متہم ہیں۔

میزان الاعتدال کی عبارت

اور میزان الاعتدال میں ان کی نسبت لکھا ہے "محمد بن السائب الکلبی ابو النضر الکوفی المفسر النسابۃ الاخباری قال الثوری اتقوا الکلبی فقیل فانک تروی عنہ قال انا اعرف صدقہ من کذبہ قال البخاری ابو النضر

الکلبی ترکہ یحیی وابن مھدی ثم قال البخاری قال علی حدثنا یحیی عن سفیان
قال لی الکلبی کلما حدثتک عن ابی صالح فھو کذب وقال یزید بن
زریع حدثنا الکلبی وکان سبائیا قال ابو معاویۃ قال الاعمش اتق
ھذہ السبائیۃ فانی ادرکت الناس وانما یسمونھم الکذابین
وقال ابن حبان کان الکلبی سبائیا من اولئک الذین یقولون ان
علیا لم یمت وانہ راجع الی الدنیا ویملأھا عدلا کما ملئت
جورا وان راوا سحابۃ قالوا امیر المؤمنین فیھا وعن ابی عوانۃ
سمعت الکلبی یقول کان جبریل یملی الوحی النبی صلعم فلما دخل
النبی صلعم فلما دخل النبی صلعم الخلاء جعل یملی علی علیؑ وقال احمد
بن زھیر قلت لاحمد بن حنبل یحل النظر فی تفسیر الکلبی قال لا و
قال الجوزجانی وغیرہ کذاب وقال الدارقطنی وجماعۃ متروک
وقال ابن حبان وضوح الکذب فیہ اظھر من ان یحتاج الی الاعراق
وفی وصفہ یروی عن ابی صالح عن ابن عباس التفسیر وابو صالح لم یر ابن
عباس ولا سمع الکلبی من ابی صالح فلما احتیج الیہ اخرجت لہ الارض
افلاذ کبدھا لا یحل ذکرہ فی الکتب فکیف الاحتجاج بہ۔ کہ محمد بن سائب
کلبی جن کی کنیت ابو النضر ہے وہ کوفی ہیں اور مفسر اور نسب جاننے والے اخباری ہیں۔ امام ثوری
ان کی نسبت کہتے ہیں کہ کلبی سے بچنا چاہیئے اس پر ان سے کسی نے کہا کہ آپ تو خود ان سے
روایت کرتے ہیں تو انھوں نے جواب دیا کہ میں اس کے جھوٹ کو اس کے سچ سے جُدا
کرنا جانتا ہوں۔ اور بخاری نے کہا ہے کہ یحیی اور ابن مہدی نے اس کی روایت قابلِ ترک
بتلائی ہے اور بخاری نے یہ بھی کہا ہے کہ علی نے یحیی سے اور انھوں نے سفیان سے
بیان کیا ہے کہ کلبی نے سفیان سے کہا کہ ابو صالح سے جو میں تم سے روایت کروں وہ
جھوٹی ہے۔ اور یزید بن زریع نے کلبی سے روایت کی ہے کہ وہ عبداللہ بن سبا کے فرقے
کا تھا۔ اور ابو معاویہ کہتے ہیں کہ اعمش نے کہا ہے کہ اس سبائیہ فرقے سے بچنا چاہیئے۔ کیونکہ

کیونکہ وہ کذاب ہوتے ہیں۔ اور ابن حبان نے کہا ہے کہ کلبی سبائی تھا یعنی اُن لوگوں میں سے جو کہتے
ہیں کہ علی کرم اللہ وجہ نہیں مرے اور پھر وہ دنیا کی طرف رجعت کریں گے اور اُسے انصاف سے اُسی
طرح بھر دیں گے۔ جیسے کہ وہ ظلم سے بھری ہوگی۔ اور جب کہ وہ بادل کو دیکھتے تو کہتے کہ امیرالمومنین
اسی میں ہیں۔ اور ابی عوانہ سے روایت ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ میں نے خود کلبی کو یہ کہتے سُنا ہے۔
کہ جبرئیل پیغمبر خدا صلعم پر وحی بیان کرتے۔ اور ایسا اتفاق ہوتا کہ آپ رفع ضرورت کے لیے بیت الخلا
جاتے تو جبرئیل علیہ السلام علی رضؓ پر اُس وحی کو املا کرتے، یعنی اُن سے کہتے۔ اور احمد بن زہیر کہتے ہیں
کہ میں نے احمد بن حنبل سے پوچھا کہ کلبی کی تفسیر کا دیکھنا درست ہے۔ انہوں نے کہا نہیں۔ اور
جوزجانی وغیرہ نے کہا ہے کہ کلبی بڑا جھوٹا ہے اور دار قطنی اور ایک جماعت نے کہا ہے
کہ وہ متروک ہے یعنی اس کی روایت لینے کے لائق نہیں ہے۔ اور ابن حبان کہتے ہیں کہ اُس کا
جھوٹ ایسا ظاہر ہے کہ بیان کرنے کی حاجت نہیں ہے اور ان حضرت کے صفات میں سے
یہ صفت بھی بیان کی گئی ہے کہ وہ تفسیر کو ابی صالح سے ابو صالح کی روایت ابن عباس سے بیان
کرتے ہیں۔ حالانکہ نہ ابو صالح نے ابن عباس کو دیکھا ہے۔ نہ کلبی نے ایک حرف ابو صالح سے
سُنا۔ مگر جب اُن کو تفسیر میں کچھ بیان کرنے کی حاجت ہوتی، تو اپنے دل سے نکال لیتے، ایسے
کا ذکر کرنا بھی کتاب میں جائز نہیں ہے، نہ کہ اُس سے سند لینا۔

شیخ ذہبی کا بیان

اور تذکرۃ الحفاظ میں ذہبی نے اُن کے فرزند ارجمند ہشام ابن کلبی کا جہاں بیان لکھا ہے وہاں ان کے پدر

لے اور ان دونوں باپ بیٹوں کی نسبت انساب سمعانی مؤلفہ ابو سعید عبدالکریم ابن محمد المروزی الشافعی میں لکھا ہے۔
وابو النضر محمد بن السائب ابن بشر بن عمرو بن الحارث بن عبدالعزی بن امری القیس بن عامر بن النعمان ابن عامر بن عبد ود بن
کنانہ بن عوف بن عذرہ بن زید اللات بن رفیدہ ابن ثور بن کلب صاحب التفسیر من اھل الکوفۃ یروی عنہ الثوری ومحمد بن
اسحاق ویقولان ثنا ابو النضر حتی لا یعرف وھو الذی کناہ عطیۃ العوفی اباسعید فکان یقول حدثنی ابو سعید یرید بہ الکلبی
فلیتوھمون انہ اراد بہ اباسعید الخدری وکان الکلبی یقول انا من اصحاب عبداللہ بن سبا من اولئک الذین یقولون ان
علیا لم یمت وانہ راجع الی الدنیا قبل قیام الساعۃ فیملاھا عدلا کما ملئت جورا وان راوا سحابۃ قالوا امیر المؤمنین فیھا حتی تبرا
ناقد منھم وقال ومن ترم اذا ذکروا علیا یصلون الصلوۃ علی السحاب ۔ مات الکلبی سنۃ ۱ ۔ وابنہ ابو المنذر ہشام بن السائب
(باقی صفحہ ۶۴)

بزرگوار یعنی محمد بن سائب کلبی کو رافضی لکھا ہے اور اُن کے فرزند کو اس قسم کے متروکین میں سے کہ جس کو حفاظ حدیث میں داخل بھی نہیں کیا جیساکہ وہ کہتے ہیں هشام بن الکلبی الحافظ احد المتروکین لیس بثقة فلهذا المراد خله بین الحفاظ الحدیث وهو ابو المنذر هشام بن محمد بن السائب الکوفی الرافضی النسابة • ہشام بن کلبی حافظ متروک ہے ثقہ نہیں ہے اس لئے میں نے اسے حفاظ حدیث میں داخل نہیں کیا ہے یہ ابو المنذر ہشام بن محمد بن سائب کوفی رافضی ہے اور نسب داں ہے • اور یاقوت حموی نے معجم الادبا میں جہاں محمد بن جریر طبری کی کتابوں کا ذکر کیا ہے لکھا ہے ولم یتعرض ای الطبری تفسیر غیر موثوق به فانه لم یدخل فی کتابه شیئا عن کتاب محمد بن السائب الکلبی و لا مقاتل بن سلیمان ولا محمد بن عمر الواقدی لانهم عنده اظنا کو طبری نے غیر معتبر تفسیر اپنی تفسیر کی کتاب میں بیان نہیں کی، اور اسی لئے اپنی کتاب میں کچھ بھی محمد بن سائب کلبی اور مقاتل بن سلیمان اور محمد بن عمر واقدی کی کتابوں سے نہیں لیا کیونکہ یہ لوگ ان کے نزدیک مشکوکین میں سے ہیں۔ اور محمد طاہر گجراتی نے تذکرۃ الموضوعات میں کلبی کی نسبت لکھا ہے قد قال احمد فی تفسیر الکلبی من اوله الی آخره کذب لا یحل النظر فیه •

احمد نے تفسیر کلبی کے بارے میں فرمایا کہ یہ شروع سے آخر تک جھوٹ کا پلندہ ہے اسے دیکھنا بھی حلال نہیں •

(بقیہ ص ۶۳) بن بشر الکلبی من اہل الکوفۃ صاحب النسب یروی عن ابیه ومعروف مولی سلیمان الغرائب والعجائب الاخبار التی لا اصول بها روی عنه شباب العصفری وابنه العباس بن ہشام ومحمد بن سعید کاتب الواقدی وعلی بن حرب الموصلی وعبداللہ بن الضحاک الهدادی وابو الاشعث احمد ابن المقدام العجلی وکان غالبا فی التشیع اخباره فی الاغلوطات اشهر من الحتاج الی الاغراق فی وصفها وکان ہشام ابن الکلبی یقول حفظت مالم یحفظ احد ونسیت مالم ینسه احد کان لی عم یعاتبنی علی حفظ القرآن فدخلت بیتا وحلفت ان لا اخرج منه حتی احفظ القرآن فحفظته فی ثلاثة ایام ونظرت فی المرآة وقبضت علی لحیتی لآخذ ما دون القبضة فاخذت ما فوق القبضة قال عبداللہ بن احمد بن حنبل سمعت ابی یقول ہشام بن محمد بن السائب الکلبی من یحدث عنه انما هو صاحب سمر ونسب ما ظننت ان احدا یحدث عنه مات سنة اربع اوست و مائتین ۱۲۔

ابو سعید کلبی کا فریب

یہ حالت ہے ابو سعید کلبی کی جو محققین کے اقوال سے ہم نے بیان کی ہے کہ بلحاظ عقائد کے عبداللہ بن سبا کے فرقے میں سے ہیں اور رجعت کے قائل اور جناب امیر کے بادلوں میں چھپے ہونے کے معتقد۔ اور بلحاظ صدق کے ایسے اعلیٰ درجے پر ہیں کہ جن کو نہ دیکھا اور جن سے نہ کچھ سُنا اُن سے برابر روایت کرتے ہیں۔ اور جس موقع پر جو چاہا اُسے اپنے دل سے گڑھ کر بیان کر دیتے ہیں۔ اور اعتبار کی یہ کیفیت ہے کہ معتبر اور محقق تفسیر لکھنے والے مثل طبری کے اپنی کتاب میں اُن کی کسی روایت کے نقل کرنا بھی جائز نہیں سمجھتے اور یہی ہیں واضع یا ناقابل حدیث ہبۂ فدک کے جس کو عطیہ نے کہ وہ بھی مدلّس اور شیعی تھے اپنے مذہبی عقائد کی حمایت کے لئے ان سے روایت کیا اور ان کے دیگر نام اور کنیتیں چھوڑ کر حدثنا ابو سعید کہہ کر لوگوں کو اس شبہ میں ڈالا کہ یہ ابو سعید خدری ہوں گے۔

صرف ابو سعید کا ذکر

اس بات کا ثبوت کہ ابو سعید جن پر سلسلہ ان حدیثوں کا ختم ہوتا ہے ابو سعید خدری نہیں ہیں صرف خیالی نہیں ہے بلکہ اس کا ثبوت متقدمین کی تحریروں اور روایتوں سے بھی ملتا ہے۔ مثلاً کنز العمال میں جو روایت حاکم کی تاریخ میں منقول ہے اور جسے عماد الاسلام وغیرہ میں بیان کیا ہے اور سید الحفاظ ابن مردویہ کی روایت جو طرائف اور عماد الاسلام وغیرہ میں منقول ہے اور درِ منثور سیوطی اور بزار ابو یعلی اور ابن حاتم کی روایتوں میں صرف ابو سعید سے لکھا ہے خدری کا لفظ اس کے آگے نہیں ہے یہ لفظ اسی وہم کے سبب سے جس کا ہم نے اُوپر ذکر کیا ہے پیچھے بڑھایا گیا۔

دیگر راویوں پر تنقید

اگرچہ عطیہ اور کلبی کے حالات بیان کرنے کے بعد ہبۂ فدک کی روایت کا غلط اور جھوٹا ہونا ثابت ہوگیا اور ثابت بھی اس طور پر کہ اس میں کچھ شبہ نہیں رہا۔ اور اس بات کی ضرورت باقی نہ رہی کہ اور راویوں سے بحث کی جائے۔ مگر ہم ہر روایت اور راویوں سے بھی بحث کرتے ہیں تاکہ معلوم ہو کہ یہ سارے سلسلے متروکین اور مجہولین اور کاذبین

اور رافضیین سے کم و بیش بھرے ہوئے ہیں۔ اور جس کو دیکھئے اس میں کچھ نہ کچھ تشیع یا تدلیس یا مجہولیت کی بُو پائی جاتی ہے۔

فضیل بن مرزوق کا تشیّع

پہلی روایت جو طرائف کی سید الحفاظ ابن مردویہ سے ہم نے نقل کی اس کے آخری راوی ابو سعید ہیں اور جس نے ان سے روایت کی ہے یعنی عطیہ ان کا حال تو معلوم ہو گیا۔ اب فضیل کا حال سنیئے جنھوں نے عطیہ سے روایت کی ہے۔ ان کی نسبت تقریب میں لکھا ہے الفضیل بن مرزوق الکوفی رمی بالتشیع کہ فضیل بن مرزوق بسبب تشیع کے چھوڑ دیئے گئے۔ اور تہذیب التہذیب میں لکھا ہے الفضیل بن مرزوق الکوفی قال ابن معین شدید التشیع قال ابو حاتم صدوق یھم کثیرا کہ فضیل بن مرزوق کوفی کی نسبت ابن معین نے کہا ہے کہ بڑے کٹر شیعہ تھے اور ابو حاتم نے کہا ہے کہ سچے تھے مگر وہم بہت کرتے تھے۔ اور تہذیب میں ان کی نسبت کہا ہے یکتب حدیثہ ولا یحتج بہ وقال النسائی ضعیف کہ ان کی حدیث لکھ لی جائے مگر قابل حجت نہیں ہے اور نسائی کہتے ہیں کہ وہ ضعیف ہیں۔ اور میزان الاعتدال میں ہے قال ابو عبد اللہ الحاکم فضیل بن مرزوق لیس من شرط الصحیح عیب علی مسلم اخرجہ فی الصحیح وقال ابن حبان منکر الحدیث جدا کان ممن یخطئ علی الثقات ویروی عن عطیۃ الموضوعات قلت عطیۃ اضعف منہ قال ابن عدی عندی انہ اذا وافق الثقات یحتج بہ وروی احمد بن ابی خیثمۃ عن ابن معین ضعیف یعنی ابو عبد اللہ حاکم کہتے ہیں کہ فضیل بن مرزوق میں شرط صحت نہیں ہے۔ اور حاکم نے امام مسلم پر اس امر سے عیب لگایا ہے کہ انھوں نے اس کو ثقہ لوگوں میں بیان کیا ہے۔ ابن حبان کہتے ہیں کہ فضیل بہت ہی منکر الحدیث ہے اور ثقات پر خطا لگایا کرتے تھے اور عطیہ سے موضوعات روایت کرتے ہیں۔ ذہبی کہتے ہیں عطیہ ان سے بھی زیادہ ضعیف ہے۔ ابن عدی کہتے ہیں کہ میرے نزدیک بہتر یہ ہے کہ فضیل جب ثقات کی موافقت کریں

تو ان سے احتجاج کیا جائے۔ اور احمد بن ابی خیثمہ نے ابن معین سے ان کا ضعیف ہونا روایت کیا ہے۔

علی بن عباس

اور فضیل بن مرزوق سے اس خبر کو علی بن عباس نے روایت کیا ہے۔ ان کا حال سنیئے میزان الاعتدال میں ہے علی بن عباس الازرق الاسدی الکوفی عن العلاء بن المسیب وابن ابی سلیم وغیرھما روی عباس عن ابن معین لیس بشیء وقال الجوزجانی والنسائی والازدی ضعیف وقال ابن حبان فحش خطاؤہ فاستحق الترک .... القاسم بن زکریا ثنا عباد بن یعقوب ثنا علی بن عباس عن فضیل بن مرزوق عن عطیۃ عن ابی سعید قال لما نزلت وآت ذاالقربی حقہ دعا رسول اللہ فاطمۃ فاعطاھا فدک قلت ھذا باطل ولو کان وقع ذلک لما جاءت فاطمۃ تطلب شیئا ھو فی حوزھا وملکھا وفی غیر علی من الضعفاء کہ علی بن عباس ازرق اسدی کوفی علاء بن مسیب اور ابن ابی سلیم وغیرہما سے روایت کرتے۔ اور عباس نے ابن معین سے بیان کیا ہے کہ یہ کچھ نہیں ہیں اور جوزجانی اور نسائی اور ازدی ان کو ضعیف کہتے ہیں۔ اور ابن حبان کہتے ہیں کہ یہ ایسی خطائیں فاحش کرتے تھے جس سے چھوڑ دینے کے مستحق ہوئے۔ قاسم بن زکریا نے کہا کہ عباد بن یعقوب نے ہم سے بیان کیا اور ان سے علی بن عباس نے اُس سے فضیل بن مرزدق نے اور اس سے عطیہ نے اور اس سے ابوسعید نے کہ جب آیہ وآت ذاالقربی حقہ نازل ہوئی تو رسول اللہ صلعم نے حضرت فاطمہؓ کو بلا کر فدک دے دیا۔ ذہبی کہتے ہیں کہ یہ حدیث باطل ہے۔ اگر آپ فدک دے دیتے تو حضرت فاطمہؓ پھر کچھ طلب نہ فرماتیں اس لئے کہ فدک آپ کے قبضے اور ملک میں ہوتا۔ اور اس حدیث میں سوائے علی بن عباس کے اور بھی ضعیف راوی ہیں۔

عباد بن یعقوب کی تنقیص

اور علی بن عباس سے عباد بن یعقوب روایت کرتے ہیں ان حضرت کا حال معلوم کیجیے۔ تقریب میں یہ لکھا ہے عباد بن یعقوب الرَّواجِنی بتخفیف الواو والجیم المکسورۃ والنون الخفیفۃ ابو سعید الکوفی صدوق رافضی حدیثہ فی البخاری مقرون بالغ ابن حبان فقال یستحق الترک یعنی عباد بن یعقوب رافضی تھے ان کی ایک حدیث بخاری میں ہے جس کی نسبت ابن حبان نے نہایت مبالغہ کرکے کہا ہے کہ وہ چھوڑ دینے کے لائق ہے اور مغنی مؤلفہ صاحب مجمع البحار میں ہے۔ ابن یعقوب الرواجنی صدوق رافضی حدیثہ فی البخاری مقرون فقیل علیہ ھو یستحق الترک۔ ابن یعقوب رواجنی سچے ہیں رافضی ہیں ان کی حدیث بخاری میں دوسرے ادمی کے ساتھ ملی ہوئی آئی ہے، بخاری پر اعتراض کیا گیا ہے کہ اس کا چھوڑ دینا اولیٰ تھا۔ اور تذہیب التہذیب میں ہے۔ عباد بن یعقوب الاسدی ابو سعید الرواجنی احد رؤس الشیعۃ۔ ۔ ۔ قال ابن عدی فیہ غلو روی احادیث منکرۃ فی فضائل اھل بیت وقال صالح بن محمد یشتم عثمان کہ عباد بن یعقوب شیعوں کے بڑے لوگوں میں سے ہیں۔ ابن عدی کہتے ہیں کہ ان میں تشیع کا غلو تھا فضائل اہل بیت میں بہت سی حدیثیں منکر روایت کرتے ہیں۔ ابو صالح بن محمد کہتے ہیں کہ یہ حضرت عثمان غنی رضؓ کو برا کہا کرتے تھے۔

میزان الاعتدال کی نکتہ چینی

اور میزان الاعتدال میں ہے عباد بن یعقوب الاسدی الرواجنی الکوفی من غلاۃ الشیعۃ ورؤس البدع لکنہ صادق فی الحدیث عن شریک والولید بن ابی ثور وخلق وعنہ البخاری حدیثا فی الصحیح مقرونا باخر وقال ابن خزیمۃ حدثنا الثقۃ فی روایتہ والمتھم فی دینہ عباد وروی عبدان الاھوازی عن الثقۃ ان عباد بن یعقوب کان یشتم السلف وقال ابن عدی یروی احادیث فی الفضائل

انکرت علیہ وقال صالح جذرہ کان عباد بن یعقوب یشتم عثمان وسمعتہ یقول اللہ اعدل من ان یدخل طلحۃ والزبیر الجنۃ قاتلا علیا بعد ان بایعاہ ..... وکان داعیۃ الی الرفض ومع ذلک یروی المناکیر عن المشاھیر فاستحق الترک وقال الدارقطنی عباد بن یعقوب شیعی صدوق۔ یعنی عباد بن یعقوب اسدی رواجنی کوفی غالیان شیعہ اور بدعتیوں کے رئیسوں میں سے ہیں۔ لیکن حدیث میں صادق ہیں شریک اور ولید بن ابی ثور اور بہت سی خلق سے روایت کرتے ہیں اور ان سے بخاری نے ایک حدیث جو دوسرے ادمی سے مقرون ہے روایت کی ہے اور ابن خزیمہ کہتے ہیں کہ ایسا شخص جو روایت میں ثقہ اور دین میں متہم ہو کر ہم سے حدیث بیان کرتا ہے وہ عباد ہے۔ اور عبدان اہوازی نے ثقہ سے روایت کی ہے کہ یہ سلف کو گالیاں دیا کرتے تھے۔ اور ابن عدی کہتے ہیں کہ یہ فضائل میں احادیث منکر روایت کرتے ہیں۔ اور صالح جزرہ کہتے ہیں کہ عباد عثمان غنیؓ کو گالیاں دیتا تھا۔ اور میں نے اس کو یہ بھی کہتے سنا کہ اللہ تعالیٰ اس امر سے زیادہ عادل ہے کہ طلحہ اور زبیر کو جنت میں داخل کرے کیونکہ انھوں نے حضرت علیؓ سے بیعت کرنے کے بعد قتال کیا۔ اور یہ رفض کی طرف لوگوں کو بلایا کرتا تھا۔ اور باوجود اس کے مشاہیر سے منکر احادیث روایت کرتا ہے اس لئے مستحق ترک ہوا۔ دارقطنی کہتے ہیں کہ عباد پکا شیعہ ہے۔"

پانچوںؑ شیعہ راویان

اس روایت کے سلسلے میں جن لوگوں کے نام اسماء الرجال کی اُن کتابوں میں ہم کو ملے جو ہمارے پاس ہیں ان میں پانچ نام پائے گئے اور خدا کے فضل سے پانچوں شیعہ نکلے۔ یعنی عباد بن یعقوب۔ علی بن عباس۔ فضیل۔ عطیہ۔ ابو سعید۔ اور ان سب کے بزرگ جو بانی اس روایت کے ہیں وہ ابو سعید کلبی ہیں جن کا درجہ تشیع سے بھی بالا ہے جیسا کہ ہم اوپر بیان کر چکے کہ وہ حضرت علیؓ کی موت کے بھی قائل نہیں بلکہ اُن کی رجعت کے معتقد ہیں۔

یحییٰ بن یعلی پر اعتراض

دوسری روایت جو بحار الانوار میں بحذف اسانید اور تفسیر مجمع البیان طبرسی میں بہ تفصیل اسناد سید ابو حمید مہدی ابن نزار حسینی سے شروع اور ابو سعید خدری پر منتہٰی ہوتی ہے اس کے اخیر تین راوی فضیل بن مرزوق اور عطیہ کوفی اور راور ابو سعید کلبی ہیں جن کو غلطی سے یا دھوکے سے ابو سعید خدری سمجھا ہے۔ باقی اس سلسلے میں ایک یحییٰ بن یعلیٰ ہیں ان کی نسبت تقریب میں ہے۔

یحیی بن یعلی الاسلمی کوفی شیعی ضعیف من التاسعۃ • یحییٰ بن یعلی اسلمی کوفی ہیں اور شیعہ ہیں اور ضعیف ہیں اور نویں درجے کے ہیں • اور تہذیب التہذیب میں ہے:

یحیی بن یعلی الاسلمی ابو زکریا الکوفی القطوانی عن یونس بن خباب والاعمش وعنہ جندل ابن والق وقتیبۃ قال ابن معین لیس بشیٔ وقال ابوحاتم ضعیف الحدیث کہ یحییٰ بن یعلی شلعی ضعیف ہیں اور ابن معین کہتے ہیں کہ کچھ نہیں ہیں اور ابو حاتم کہتے ہیں کہ ضعیف الحدیث ہیں۔ باقی راویوں کی حقیقت نہ موجودہ کتابوں میں نکلی اور نہ اُن کے تحقیق کی ضرورت ہے اس لئے کہ بالفرض اگر وہ صدوق اور سنّی ثقہ بھی ہوں تاہم سلسلہ روایت اُن تین پر ختم ہوتا ہے جو شیعی اور بدتس ہیں اور اخیر کے راوی جو بانیٔ حدیث ہیں اور جن کو ابو سعید خدری غلطی یا دھوکے سے لکھا ہے وہ کاذب اور واضع حدیث اور شیعی غالی ہیں جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا سوائے اس کے یہ روایت جو بحار الانوار میں لکھی ہے اس میں کسی کتاب کا حوالہ نہیں کہ جس کی طرف رجوع کی جائے کیا تعجب ہے بلکہ گمان غالب ہے کہ یہ روایت شیعوں ہی کی ہو اور ملا باقر مجلسی نے یا صاحب مجمع البیان نے اپنے یہاں کی کتابوں سے نقل کیا ہو۔

محمد بن عباس کی روایت

تیسری روایت جس کو بحار الانوار میں سید ابن طاؤس کی کتاب سعد السعود سے نقل کیا ہے اور اُنھوں نے تفسیر محمد بن عباس بن علی بن مروان سے اس روایت کو لیا ہے۔ اس کی نسبت اوّل تو یہ دیکھنا ہے کہ محمد بن عباس بن علی بن مروان کون بزرگ ہیں۔ منتہی المقال[1] فی اسماء الرجال

[1] یہ کتاب اسماء الرجال میں شیعوں کے یہاں نہایت معتمد ہے اور اس درجے کی ہے جیسے کہ میزان الاعتدال سنیوں کے یہاں۔ ۱۲ منہ

کے دیکھنے سے معلوم ہوا کہ یہ علما اور مفسرین شیعہ میں سے ہیں۔ جیسا کہ ان کے ترجمۂ کتاب مذکور میں لکھا ہے۔ محمد بن عباس بن علی بن مروان بن الماھیار ابو عبد اللہ البزاز المعروف بابن الجام ثقۃ ثقۃ فی اصحابنا عین سدید کثیر الحدیث لہ کتاب المقنع فی الفقۃ کتاب الدواجن کتاب ما نزل من القرآن فی اھل البیت وقال جماعۃ من اصحابنا انہ کتاب لم یصنف فی معناہ مثلہ وقیل انہ الف ورق حبش صہ الاذکر الکتابین الاولین وفی ست اجبرنا بکتبہ وروایاتہ جماعۃ من اصحابنا عن ابی محمد ھارون بن موسیٰ التلعکبری عنہ اقول فی مشکا ابن عباس بن علی بن مروان الثقۃ عنہ التلعکبری کہ محمد بن عباس ثقہ ہیں اور ہمارے اصحاب میں سے ہیں نہایت کثرت سے حدیثیں روایت کرتے ہیں اور بہت کتابیں ان کی تصنیفات میں سے ہیں ان میں سے ایک تفسیر میں اُن آیات قرآنی کے ہے جو اہل بیت کی شان میں نازل ہوئیں، اور جس کی نسبت ہمارے بہت سے عالموں نے کہا ہے کہ اس قسم کی کتاب اس باب میں کبھی تصنیف نہیں ہوئی اور اس کے ہزار ورق ہیں۔" اس لئے اس تفسیر میں لکھا ہونا صرف شیعوں کو مقبول ہوگا نہ کہ سنّیوں کو۔ اور ان حضرت نے اپنی تفسیر میں یہ لکھا نہیں کہ اس روایت کو سنّیوں کی کتاب سے لیا ہے یا شیعوں کی مگر یہ بھی وہی روایت ہے جس کو ہم اوپر بیان کر چکے ہیں اس لئے کہ اس میں دو طریقوں سے اس روایت کو بیان کیا ہے ایک تو محمد بن محمد اور ہیثم بن خلف اور عبد اللہ بن سلیمان اور محمد بن قاسم سے یہ چاروں کہتے ہیں حدثنا عباد بن یعقوب سے پہنچی اور عباد بن یعقوب کو علی بن عباس سے (جس کو غلطی سے عابس لکھا ہے) اور دوسرا سلسلہ یہ ہے کہ جعفر بن محمد حسینی روایت کرتے ہیں علی بن منذر طریقی سے اور وہ روایت کرتے ہیں علی بن عباس سے پس یہ دونوں سلسلے علی بن عباس کا سلسلہ ختم ہوتا ہے فضیل پر اور ان کا عطیہ پر اور ان کا ابو سعید پر اور ان تینوں کا حال بخوبی معلوم ہو چکا ہے۔

علی بن منذر طریقی کا سلسلہ

ان سے ایک سلسلہ جو علی بن منذر سے چلا ہے اُس کی کیفیت یہ ہے کہ علی بن منذر اگرچہ صدوق تھے

مگر شیعہ جیسا کہ تقریب میں لکھا ہے علی بن منذر الطریقی بفتح المہملۃ وکسر الراء بعدہا تحتانیۃ ثم قاف الکوفی صدوق یتشیع • علی بن منذر طریقی کوفی سچے تو ہیں مگر شیعہ ہیں • اور میزان الاعتدال میں ذہبی ان کی نسبت کہتے ہیں قال النسائی شیعی محض ثقۃ • نسائی نے کہا یہ کٹر شیعہ اور ثقہ ہیں اور جب کہ علی بن منذر شیعہ تھے تو ان کی ایسی روایت پر جو ان کے عقائد کی تائید کرنے والی ہو جو کچھ اعتبار ہو سکتا ہے وہ ظاہر ہے۔

جعفر بن محمد حسینی

اور علی بن منذر طریقی سے اس روایت کو جعفر بن محمد حسینی نے روایت کیا ہے۔ اور یہ نہ صرف معمولی شیعہ ہیں بلکہ نہایت صدوق اور ثقہ من مشائخ الاجازہ شیعوں کے ہیں جیسا کہ منتہی المقال میں جو اسماء الرجال میں نہایت معتبر کتاب شیعوں کی ہے اُن کی نسبت لکھا ہے۔ جعفر بن محمد بن ابراھیم الحسینی الموسوی المصری یروی عنہ التلعکبری وکان سماعہ عنہ سنۃ اربعین وثلاث مائۃ بمصر ولہ منہ اجازۃ وزاد فی بعض النسخ ابوالقاسم فی الاول فالظ انہ یکنی بہ وکناہ بہ الشیخ ایض فی محمد بن ابی عمیر وعبر عنہ بالشریف الصالح وفی عبد اللہ بن احمد بن نہیک ایض کونہ من مشائخ الاجازۃ وذلک امارۃ الوثاقۃ • رجعفر بن محمد بن ابراہیم حسینی موسوی مصری سے تلعکبری روایت کرتا ہے ان کا سماع جعفر سے ۳۴۰ھ میں مصر میں ہوا جعفر نے انھیں روایت کرنے کی اجازت دی بعض نسخوں میں اوّل میں ابوالقاسم بھی ہے بظاہر یہ جعفر کی کنیت تھی محمد بن ابی عمیر میں بھی شیخ نے ان کی یہی کنیت بتائی ہے اور شریف صالح سے تعبیر کی ہے اور عبد اللہ بن احمد بن نہیک میں بھی ان کا مشائخ الاجازت میں سے ہونا ہے اور یہ ان کے ثقہ ہونے کی دلیل ہے۔ اور عبد اللہ بن احمد بن نہک کے ذکر میں لکھا ہے۔ الشیخ الصدوق ثقۃ • شیخ صدوق ثقہ ہیں • اور انھیں کے تذکرے میں لکھا ہے۔ اخبر القاضی ابوالحسین محمد بن عثمان بن الحسن قال اشتملت اجازۃ ابی القاسم جعفر بن محمد بن ابراھیم الموسوی انتہی۔

• ہمیں قاضی ابوالحسین محمد بن عثمان بن حسن نے خبر دی فرماتے ہیں کہ ابوالقاسم جعفر بن محمد بن ابراہیم موسوی کی اجازت شامل ہے۔

محمد بن قاسم بن زکریا

دوسرے سلسلے میں ایک راوی محمد بن قاسم بن زکریا ہیں اُن کی نسبت تقریب میں لکھا ہے محمد بن القاسم الاسدی الکوفی شامی الاصل لقبہ کاو کذبوہ یعنی یہ حضرت جھوٹوں میں داخل ہیں اور رجعت پر ایمان لانے والے تھے اس سے بڑھ کر ان کے تشیع کی اور کیا دلیل ہوگی کما قال فی میزان الاعتدال محمد بن القاسم بن زکریا المحاربی الکوفی عن علی بن منذر الطریقی وجماعۃ تکلم فیہ وقیل کان یؤمن بالرجعۃ وقد حدث بکتاب النہی عن حسین بن نصر بن مزاحم ولم یکن لہ فیہ سماع ومات سنۃ ست وعشرین وثلاثمائۃ • محمد بن قاسم علی بن منذر اور ایک جماعت سے روایت کرتے ہیں ان میں کلام ہے ان کا رجعت پر ایمان تھا کتاب النہی میں حسین سے حدیث بیان کی حالانکہ ان سے ان کا سماع ثابت نہیں۔ یہ ۳۲۶ھ میں فوت ہوئے

محمد بن محمد بن سلیمان

اور ایک راوی اس میں محمد بن محمد بن سلیمان ہیں یہ وضع حدیث میں متہم ہیں۔ اور میزان الاعتدال میں ان کی نسبت لکھا ہے۔ محمد بن محمد بن سلیمان عن الطبرانی بخبر موضوع اتھم بہ اور ایک راوی عبد اللہ بن سلیمان بن اشعث ہیں ان کی نسبت میزان الاعتدال میں لکھا ہے کہ یہ اوّل میں منسوب بناصبیت تھے اس لئے یہ بغداد سے نکال دیئے گئے مگر پھر علی بن عیسٰی کے زمانے میں واپس آئے اور اس داغ کے مٹانے کے لئے اپنے خیال سے بنا بنا کر فضائل کی حدیثیں بیان کیں اور ان میں کے ایک شیخ بن گئے الفاظ میزان کے یہ ہیں:۔ عبد اللہ بن سلیمان بن اشعث السجستانی ابوبکر الحافظ الثقۃ صاحب التصانیف وثقہ الدارقطنی فقال ثقۃ الا انہ کثیر الخطاء فی الکلام علی الحدیث وذکرہ ابن عدی وقال لولا ما شرطنا والا لما ذکرتہ الی قولہ سمعت اباداؤد یقول ابنی عبد اللہ کذاب قال ابن سعد کفانا ما قال ابوہ

فیہ ثم قال ابن عدی سمعت موسیٰ بن القاسم یقول حدثنی ابوبکر سمعت ابراهیم الاصبهانی یقول ابوبکر بن ابی داؤد کذاب قال ابن عدی کان فی الابتداء نسب الی شئ من النصب فنفاہ ابن الفراط من بغداد فرده علی بن عیسے فحدث واظهر فضائل من تخییل فصار شیخا منهم۔

● عبداللہ بن سلیمان ثقہ ہیں اور صاحب تصانیف ہیں دارقطنی نے انھیں ثقہ کہا ہے مگر تصرۃ حدیث میں بہت غلطیاں کرنے والا بھی بتایا ہے ابن عدی نے ان کے بارے میں کہا ہے اگر ہماری شرط نہ ہوتی تو ہم ان کا ذکر بھی نہیں کرتے میں نے ابوداؤد سے سنا فرماتے تھے میرا بیٹا عبداللہ کذاب ہے ابن سعد کا قول ہے کہ ہمیں ان کے باپ کا قول کافی ہے۔ پھر ابن عدی نے کہا میں نے موسیٰ بن قاسم کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ مجھ سے ابوبکر نے بیان کیا کہ میں نے ابراہیم اصفہانی سے سنا فرماتے تھے ابوبکر بن ابی داؤد کذاب ہے۔ ابن عدی کا قول ہے کہ شروع میں یہ ناصبی تھے آخر ابن فراط نے انہیں بغداد سے نکال دیا پھر علی بن عیسیٰ نے پھر انہیں بغداد بلالیا پھر انہوں نے فضائل کی حدیثیں گھڑگھڑ کر بیان کیں اور شیخ بن بیٹھے۔)

یہ حال تو ہے اُن دو طریقوں کا جو سید ابن طاؤس نے تفسیر محمد بن عباس سے نقل کی ہے اور لکھا ہے کہ بیس طریقوں سے یہ حدیث منقول ہے غالباً یہی کیفیت باقی سلسلوں کی بھی ہوگی بشرطیکہ کوئی اور سلسلے نام کے لئے بھی بیان کئے گئے ہوں ہم کو تو ملا باقر مجلسی کی عادت سے یقین نہیں آتا کہ اور کوئی سلسلہ بیان بھی کیا گیا ہوگا کیوں کہ اگر بیان کیا گیا ہوتا تو وہ اپنی کتاب بحارالانوار میں جو ایک دریائے ناپید کنار ہے لکھنے سے دریغ نہ فرماتے بلکہ ضرور لکھتے تاکہ دیکھنے والوں کو روایت کی عظمت معلوم ہو۔

چوتھی روایت کا سلسلہ

چوتھی روایت جو ملا باقر مجلسی نے بحارالانوار میں لکھی ہے اس کے اول میں محمد بن عباس ہیں دوسرے علی بن عباس مقانعی تیسرے ابوکریب چوتھے معاویہ بن ہشام

پانچویں فضیل بن مرزوق چھٹے عطیہ ساتویں ابوسعید خدری ہیں۔

یہ سلسلہ بھی فضیل بن مرزوق اور عطیہ اور ابوسعید پر منتہی ہوتا ہے اس لئے ہم اس روایت کو بھی اگرچہ اس کے درمیانی راوی دوسرے ہیں دوسری روایت نہیں خیال کرتے۔ اور کیوں کر خیال کریں جب کہ آخری راوی تو وہی فضیل اور عطیہ اور ابوسعید ہیں۔ ان میں سے ایک درمیانی راوی ابوکریب ہیں وہ بھی مجاہیل سے ہیں جیسا کہ تذہیب التہذیب میں لکھا ہے۔ ابوکریب الاسدی قال ابوحاتم مجهول ● ابوکریب الاسدی کو ابوحاتم نے مجہول بتایا ہے۔

قسم اوّل جس میں چار روایتیں تھیں اُن کا حال ہم بیان کر چکے اور یہ بات ہم نے صاف صاف دکھا دی کہ یہ ایک ہی روایت ہے جس کے آخری راوی شیعی ہیں۔ دوسرے قسم کی راویوں کا بھی یہی حال ہے

ابوعبداللہ الحاکم پر جرح

کنزالعمال سے جو روایت عمادالاسلام میں نقل کی ہے وہ صرف یہ ہے عن ابی سعید۔ نہ لفظ خدری کا ابوسعید کے آگے ہے اور نہ سلسلہ اسناد کا اس میں مذکور ہے۔ اور صاحب کنزالعمال نے اس کو حاکم کی تاریخ سے لیا ہے اور حاکم نے اس کی نسبت کہا ہے کہ اس روایت کو صرف ابراہیم بن محمد بن میمون نے علی بن عابس سے بیان کیا ہے۔ یہ روایت بھی مثل دوسری روایتوں کے تعجب خیز اور نفرت انگیز ہے۔ اس لئے کہ اول تو حاکم خود مائل بہ تشیع تھے بلکہ اس سے بھی کسی قدر بڑھے ہوئے تھے اور ان کی کتابوں میں موضوع حدیثیں منقول ہیں اور الفاظ رافضی خبیث بھی اُن کی نسبت استعمال کئے گئے ہیں جیسا کہ تذکرۃ الحفاظ ذہبی میں لکھا ہے قال الخطیب ابوبکر ابوعبد اللہ الحاکم کان ثقة یمیل الی التشیع فحدثنی ابراهیم بن محمد المردی وکان صالحا عالما قال جمع الحاکم احادیث وزعم انها صحاح علی شرط البخاری ومسلم منها حدیث الطیر ومن کنت مولاہ فعلی مولاہ فانکرها علیه اصحاب الحدیث ولم یلتفتوا الی قوله ولا ریب ان فی المستدرك احادیث کثیرة لیست علی شرط الصحة بل فی احادیث موضوعة شان المستدرك

باخراجها فیه قال ابن طاهر سالت ابا اسمعیل الانصاری عن الحاکم فقال ثقة فی الحدیث رافضی خبیث ثم قال ابن طاهر کان شدید التعصب للشیعة فی الباطن • خطیب کا قول ہے ابوبکر ابوعبداللہ حاکم ثقہ اور تشیع کی جانب قائل تھے، مجھ سے ابراہیم بن محمد المردی سے بیان کیا اور وہ صالح عالم تھے کہ حاکم نے حدیثیں جمع کیں اور خیال کیا کہ یہ حدیثیں بخاری مسلم کی شرط پر صحیح ہیں ان میں سے ایک حدیث طیر بھی ہے اور من کنت مولاہ فعلی مولاہ بھی ہے محدثین نے یہ حدیثیں نہیں مانیں اور حاکم کے قول کی پرواہ نہیں کی بلاشبہ مستدرک میں بہت سی حدیثیں شرط صحت پر بھی نہیں بلکہ موضوع حدیثیں بھی ہیں جو مستدرک کی شان کے خلاف تھیں ابن طاہر کا قول ہے میں نے ابو اسماعیل انصاری سے حاکم کے بارے میں پوچھا فرمایا حدیث میں ثقہ ہیں مگر رافضی ہیں اور خبیث ہیں پھر ابن طاہر نے فرمایا یہ باطن میں کٹر شیعہ تھے

ابراہیم بن محمد بن میمون

اور انہوں نے جو ابراہیم بن محمد بن میمون سے روایت کی ہے وہ خود ان کے تشیع کو ثابت کرتی ہے اس لئے کہ ان کی نسبت منتہی المقال فی اسماء الرجال میں جو کہ شیعوں کی معتمد کتاب ہے لکھا ہے کہ ابراہیم بن محمد بن میمون کو میزان الاعتدال میں اجلاء شیعہ سے لکھا ہے کما قال ومن کتاب میزان الاعتدال انہ من اجلاء الشیعة روی عن علی بن عابس انتھی ولعلہ ابن میمون الاٰتی اور پھر دوسرے مقام پر لکھتے ہیں ابراھیم بن میمون الکوفی صدوق دیانی فی ترجمة عبداللہ بن مسکان ان ابراھیم ھذا اجمل جواب مسائل عبداللہ عن ابی عبداللہ فیظھران الامام کان یعتمد علیہ فھو معتمد علیہ وفاقا للجمع کہ وہ اکابر شیعہ میں سے تھے علی بن عابس سے روایت کرتے ہیں شاید وہ ابن میمون ہیں - ابراہیم بن میمون ہیں - ابراہیم بن میموں کوفی سچے ہیں اور عبداللہ بن مسکان کے ترجمہ میں آرہا ہے کہ یہ ابراہیم عبداللہ کے مسائل کا جواب ابو عبداللہ سے لیکر آتے تھے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ امام کا ان پر اعتماد تھا اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ معمولی شیعہ نہ تھے بلکہ امام جعفر صادق ؑ کے معتمد علیہ تھے - ان حضرات نے روایت کی ہے علی بن عابس سے جو حقیقت میں علی بن عباس ہیں اور علی بن عباس کا حال ہم اوپر لکھ چکے کہ انہ

کان من الضعفاء والمتروکین • یہ ضعیف ومتروک تھے • اور ان حضرات کا سلسلہ ابو سعید تک پہنچتا ہے اور خیریت ہے اس میں خدری کا لفظ بھی نہیں ہے - جس سے یہ بات صاف ظاہر ہوتی ہے کہ یہ ابوسعید ابوسعید خدری نہیں ہیں بلکہ وہی ابوسعید کلبی ہیں

درمنثور کی روایت

دوسری وہ روایت ہے جو عماد الاسلام میں تفسیر درمنثور سیوطی سے اور طعن الرماح میں تفسیر مذکور اور نیز بزار اور ابو یعلی اور ابن حاتم اور ابن مردویہ سے بلا حوالہ سند نقل کیا ہے اور لکھا ہے کہ ابوسعید خدری سے یہ روایت منقول ہے - اس روایت کا سلسلہ اگرچہ منقول نہیں ہے مگر معلوم ہوتا ہے کہ وہ روایت ہے جو سید الحفاظ ابن مردویہ سے اوپر نقل ہو چکی - اور مولوی حیدر علی صاحب مرحوم نے اپنی ایک تالیف میں اس کی اسناد بیان کی ہیں اور وہ یہ ہیں حدثنا عباد بن یعقوب حدثنا ابو یحیی التیمی حدثنا فضیل ابن مرزوق عن عطیہ عن ابی سعید اس میں بھی ابی سعید کے آگے لفظ خدری نہیں ہے اور جس سے تصدیق اس بات کی ہوتی ہے جو اوپر ہم لکھ چکے کہ یہ ابوسعید کلبی ہیں - اور عطیہ انہیں سے روایت کرتے ہیں اور سوائے ابو یحیی تیمی سب راوی اس کے شیعی ہیں جن کی تفصیلی کیفیت اوپر بیان ہو چکی - اور ابو یحیی تیمی کی نسبت تہذیب میں لکھا ہے ضعفہ ابو حاتم کہ یہ بھی ضعفا میں سے ہیں غرض یہ روایت بھی کوئی جدید روایت نہیں ہے بلکہ وہی ابوسعید کلبی کی روایت ہے -

عبدالرحمن بن صالح کی روایت

تیسری روایت وہ ہے جو بحار الانوار وغیرہ میں لکھی ہے کہ عبدالرحمن بن صالح کہتے ہیں کہ مامون کے پوچھنے پر ہبۂ فدک کے متعلق عبیداللہ بن موسی نے وہ حدیث لکھ بھیجی جس کو فضیل بن مرزوق نے عطیہ سے روایت کیا ہے - یہ روایت از سر تا پا شیعوں کی روایت ہے - ابتدا بھی اس کی شیعی سے اور انتہا بھی اس کی شیعی پر ہوتی ہے - اس لئے کہ روایت عبدالرحمن ابن صالح سے بیان کی گئی ہے ان کی نسبت میزان الاعتدال ذہبی میں لکھا ہے - عبد الرحمن بن صالح الازدی ابو محمد

الکوفی کان شیعیا وقال ابوداؤد الف کتابا فی مثالب الصحابۃ رجل سوء وقال ابن عدی احترق بالتشیع مات سنۃ خمس وثلاثین ومائتین اور تقریب میں ان کی نسبت لکھا ہے۔ عبدالرحمن بن صالح الازدی الکوفی نزیل بغداد صدوق یتشیع وقال ابوداؤد وضع مثالب فی الصحابۃ • عبدالرحمن بن صالح ازدی ابو محمد کوفی شیعہ تھے ابوداؤد کا قول ہے کہ اس نے صحابہ کی برائی میں ایک کتاب بھی لکھی ہے یہ بُرا آدمی تھا ابن عدی کا قول ہے کہ تشیع میں ڈوبا ہوا تھا ۲۳۵ھ میں فوت ہوا یہ سچا ہے اور شیعہ ہے ابوداؤد کا قول ہے کہ اس نے صحابہ کے عیوب پر کتاب لکھی ہے • کہ یہ حضرت شیعہ تھے اور نہ صرف معمولی شیعہ بلکہ تشیع میں غرق تھے یہاں تک کہ صحابہ کے معائب اور مطاعن میں حضرت نے ایک کتاب بھی تصنیف کی۔ پھر ان سے کیا تعجب ہے کہ وہ ایسی روایت نقل کریں۔ اور بالفرض اگر یہ سچے بھی ہوتے تو چونکہ جس قصے کو یہ بیان کرتے ہیں بشرط صحت اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مامون کو جو جواب عبیداللہ ابن موسیٰ نے لکھا اس میں وہی روایت بیان کی جو فضیل بن مرزوق اور عطیہ سے منقول ہے۔ اور ان حضرات کا حال ہم اوپر بالتفصیل بیان کر چکے۔ اس لئے وہ روایت قابلِ سند نہیں ہے۔

واقدی کی روایت

چوتھی وہ روایت جو طرائف اور احقاق الحق میں واقدی اور بشر بن الولید اور بشر بن غیاث سے بحذف سلسلہ اسناد منقول ہے۔ غالباً یہ بھی وہی روایت ابوسعید اور عطیہ اور فضیل کی ہوگی۔ اور چونکہ اسی واقدی اور بشر بن غیاث سے طرائف اور احقاق الحق میں بیان کیا ہے اس لئے اس کی طرف توجہ کرنے کی بھی ضرورت نہیں ہے اس لئے کہ واقدی اُن بزرگوار مصنفوں میں ہیں کہ ان کی کتابیں نہ صرف ضعیف روایتوں بلکہ موضوع اور غلط اور جھوٹی خبروں سے بھری ہوئی ہیں اور ان کی غیر معتبر ہونے پر اکثر محققین اور علماء کا اتفاق ہے۔ اور بشر بن غیاث کی شان واقدی

سے بھی بڑھی ہوئی ہے یہاں تک کہ اُن کو محققین نے زندیق تک کا خطاب دیا ہے۔

واقدی پر جرح

اول واقدی کا حال سُنیے ان کی نسبت تقریب میں لکھا ہے عمر بن واقدی المدنی القاضی نزیل بغداد متروک مع سعۃ علمہ کہ وہ باوجود بہت بڑے عالم ہونے کے متروک ہیں۔ اور تذکرۃ الحفاظ میں ذہبی ان کی نسبت لکھتے ہیں محمد ابن عمر الواقدی الاسلمی الحافظ البحر لم اسق ترجمتہ ھنا لاتفاقھم علی ترک حدیثہ وھو اوعیۃ العلم لکنہ لا یتقن الحدیث وھو راس فی المغازی والسیر ویروی عن کل ضرب یعنی واقدی بڑے حافظ ہیں۔ میں ان کے ترجمے کو یہاں اس لئے نہیں لکھتا کہ محدثین نے ان کے متروک الحدیث ہونے پر اتفاق کیا ہے اگرچہ یہ زبردست عالم ہیں لیکن حدیث میں احتیاط نہیں کرتے۔ مغازی اور سیر خوب جانتے ہیں مگر ہر طرح کی جھوٹی سچی روایت کرتے ہیں اور تہذیب التہذیب میں بھی یہی ان کی صفت لکھی ہے اور پھر لکھا ہے قال البخاری متروک • بخاری نے انہیں متروک بتایا ہے۔ اور تہذیب میں ہے وقال احمد ھو کذاب وقال ابن معین ھو ضعیف • احمد نے کہا یہ کذاب ہیں ابن معین نے کہا ضعیف ہیں اور میزان الاعتدال میں ان کی نسبت لکھا ہے۔ محمد بن عمر بن واقد الاسلمی صاحب التصانیف واحد اوعیۃ العلم علی ضعفہ وحسبک ان ابن ماجۃ لا یجسر ان یسمیہ قال احمد بن حنبل ھو کذاب یقلب الاحادیث یلقی حدیث ابن اخی الزھری علی معمر ونحو ذا وقال ابن معین لیس بثقۃ وقال مرۃ یکتب حدیثہ وقال البخاری وابو حاتم متروک وقال ابو حاتم ایضا والنسائی یضع الحدیث وقال ابن عدی احادیثہ غیر محفوظۃ والبلاء منہ وقال ابو غالب بن بنت معاویۃ بن عمر سمعت ابن المدینی یقول الواقدی یضع الحدیث وقال ابوداؤد بلغنی ان علی بن المدینی قال کان الواقدی یروی ثلاثین الف حدیث غریب وقال المغیرۃ بن محمد المھلبی سمعت ابن المدینی یقول الھیثم ابن عدی اوثق

عندی من الواقدی لاارضاه فی الحدیث ولا فی الانساب ولا فی شیٔ قلت و قد سبق جملۃ من اخبار الواقدی وجودہ وغیر ذلک فی تاریخی الکبیر ومات وھو علی القضاء سنۃ سبع ومائتین فی ذی الحجۃ واستقر الاجماع علی وھن الواقدی "● واقدی بہت سی کتابوں کے مصنف ہیں اور ضعیف ہونے کے باوجود وسیع معلومات والے ہیں ابن ماجہ تو ان کا نام لینا بھی گوارا نہیں کرتے احمد: یہ کذاب ہیں حدیثوں میں گڑبڑ کر دیتے ہیں مثلاً زہری کے بھتیجے کی حدیث محمر پر ڈال دیتے ہیں اور اس طرح کی غلطیاں کرتے ہیں۔ ابن معین: یہ ثقہ نہیں ہیں اور ان کی حدیثیں بھی لکھی جاتی ہیں۔ بخاری وابوحاتم: یہ متروک ہیں۔ ابوحاتم ونسائی: یہ حدیثیں بنایا کرتے تھے ابن عدی: ان کی حدیثیں غیر محفوظ ہیں اور یہ مصیبت انہیں کی لائی ہوئی ہے۔ ابوغالب بن بنت معاویہ بن عمرو کا قول ہے کہ میں نے ابن مدینی سے سُنا فرماتے تھے کہ واقدی حدیثیں گھڑا کرتے تھے۔ ابوداؤد: مجھے خبر ملی کہ ابن مدینی فرماتے تھے کہ واقدی تیس ہزار غریب حدیثیں بیان کرتا ہے۔ مغیرہ بن محمد مہلبی: میں نے ابن مدینی سے سُنا فرماتے تھے میرے نزدیک واقدی سے تو اچھا ہیثم بن عدی ہے۔ میں واقدی سے نہ حدیث میں راضی ہوں نہ انساب میں اور نہ کسی اور علم میں غرضیکہ واقدی کے ضعف پر اجماع ہے۔●

ان روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ گو وہ بہت بڑے عالم تھے اور بڑے صاحب تصنیف مگر بالکل نامعتبر یہاں تک کہ ان کی وھن اور متروک حدیث ہونے پر سب متفق ہیں اور اس سے زیادہ اور کیا عیب ہو سکتا ہے کہ حدیث بنایا کرتے تھے اور تیس ہزار حدیث غریب اُن سے منقول ہیں ان کی روایت کا اندازہ اس سے بخوبی ہو سکتا ہے کہ معتبر مفسرین ان کی روایات کے نقل کرنے سے بھی پرہیز کرتے تھے جیسا کہ تفسیر طبری کی نسبت ہم اوپر لکھ آئے ہیں اور اس کی مفسر نے کلبی اور واقدی سے کچھ بھی اپنی تفسیر میں نہیں لیا اس لئے کہ یہ لوگ ضعیف اور غیر معتبر تھے۔

ابراہیم بن محمد کی طرف کتب واقدی کی نسبت

اور اس سے بڑھ کر یہ ہے کہ واقدی کی نسبت بعضوں نے بیان کیا ہے کہ اس کے نام سے

جو کتابیں مشہور ہیں وہ دراصل ابراہیم بن محمد بن ابی یحییٰ ابو اسحاق مدنی کی ہیں جو کہ رواۃ اور مصنفین شیعہ سے ہیں ان کی کتابوں کو واقدی نے نقل کیا اور اپنے نام سے اُسے مشہور کیا اس لئے اس کی کتابیں درحقیقت شیعوں کی کتابیں سمجھنا چاہئیں جیسا کہ منتہی المقال فی اسماء الرجال میں جو معتبر کتابوں میں سے شیعوں کی ہے ابراہیم بن محمد کے ترجمے کے ذیل میں لکھا ہے: کما یقول ابراھیم بن محمد ابی یحیٰی ابو اسحٰق مولی اسلم مدنی روی عن ابی جعفر وابی عبد اللہ وکان خصیصا و العامۃ لھذہ العلۃ تضعفہ وحکی بعض اصحابنا عن بعض المخالفین ان کتب الواقدی سائرھا انما ھی کتب ابراھیم بن محمد بن ابی یحیی نقلھا الواقدی وادعاھا وفی فھرست الشیخ رحمہ ابن محمد بن یحیے ابو اسحٰق مولی اسلم مدنی روی عن ابی جعفر وابی عبد اللہ وکان خاصا بحدیثنا والعامۃ تضعفہ لذلک ذکر یعقوب بن سفیان فی تاریخہ فی اسباب تضعیفہ عن بعض الناس انہ سمعہ ینال من الاولین ذکر بعض ثقات العامۃ ان کتب الواقدی سائرھا انما ھی کتب ابراھیم بن محمد بن یحیٰی نقلھا الواقدی وادعاھا وذکر بعض اصحابنا ان لہ کتابا مبوبا فی الحلال والحرام عن ابی عبد اللہ الحسین بن محمد الازدی الی قولہ وما مر من ان العامۃ تضعفہ لذلک ویشھد لہ ما من صاحب میزان الاعتدال وھو کذاب رافضی۔● ابراہیم بن محمد، اسلم کا مولیٰ مدنی ہے ابوجعفر اور ابوعبداللہ سے روایت کرتا ہے۔ عوام اسی وجہ سے اسے ضعیف کہتے ہیں ہمارے بعض علماء نے بعض مخالفوں نے نقل کیا ہے کہ واقدی کی تمام کتابیں ابراہیم بن محمد کی تالیف کی ہوئی ہیں جن کو واقدی نے نقل کر کے اپنی طرف منسوب کر دیا ہے شیخ کی فہرست میں ہے کہ ابراہیم بن محمد ابو اسحاق، اسلم کا مولا مدنی ہے ابوجعفر اور ابوعبداللہ سے روایت کرتا ہے یہ ہمارے حدیثوں کے ساتھ خاص تھا اسی وجہ سے عوام اسے ضعیف کہتے ہیں یعقوب بن سفیان نے اپنی تاریخ میں اسے ضعیف کے برابر کے اسباب بیان کئے ہیں کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ واقدی کی تمام کتابیں ابراہیم بن محمد کی ہیں ؎

واقدی نے اسے نقل کر کے اپنے نام سے شائع کرا دیا ہے ہمارے بعض اصحاب کا بیان ہے کہ ان کی حلال و حرام میں بھی ایک مبسوط کتاب ہے جو ابو عبداللہ ازدی سے روایت کرتے ہیں۔ اسی وجہ سے عوام انہیں ضعیف کہتے ہیں چنانچہ صاحب میزان الاعتدال نے انہیں کذاب رافضی بتایا ہے ● (دیکھو صفحہ ۲۵ منتہی المقال مطبوعہ ایران) ایسے وضاع کی روایت ثبوت میں پیش کرنا اور اس سے ایسے معرکہ آرا بحثوں میں استدلال کرنا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ کوئی صحیح روایت اس باب میں حضرات امامیہ کو نہیں ملی اور ملے کیوں کر جب کہ اس کا وجود ہی نہ تھا اور نہ ہے۔ اور جبکہ واقدی کی کتابوں کی نسبت یہ مانا جائے کہ اس نے ابراہیم بن محمد بن ابی یحیٰی کی کتابوں کو نقل کر کے اپنے نام سے مشہور کیا تو پھر کیا شبہ باقی رہتا ہے کہ یہ کتابیں اصل میں شیعوں کی ہیں۔

بشر بن غیاث

بشر بن غیاث کا بھی حال سن لیجئے۔ میزان الاعتدال میں ان کی نسبت لکھا ہے بشر بن غیاث المرلسی مبتدع ضال لاینبغی ان یروی عنہ وقال ابو النضر هاشم بن القاسم کان والد بشر المرلسی یهودیا قصابا سیاغا فی سویقۃ نصر بن مالک وقال المرموزی سمعت باعبد اللہ ذکر لبشرا فقال کان ابوہ یهودیا وکان بشر یستغیث فی مجلس ابی یوسف فقال لہ ابو یوسف لاتنتھی او تفسد خشبۃ یعنی تصلب و قال قتیبۃ بن سعید لبشر المرلسی کافر وقال الخطیب حکی عنہ اقوال شنیعۃ اساء اهل العلم قولھم فیہ وکفرہ اکثرھم لاجلھا قال ابو زرعۃ الرازی لبشر المرلسی زندیق۔ کہ بشر بن غیاث مرلسی بدعتی گمراہ ہے اس لائق نہیں کہ اس سے روایت کی جاوے۔ ابو نصر ہاشم بن قاسم کہتے ہیں کہ اس کا باپ یہودی قصاب رنگریز نصر بن مالک کے بازار میں تھا اور مرموزی کہتے ہیں کہ میں نے ابو عبداللہ سے سنا ہے کہ وہ یہ کہتے تھے کہ بشر قاضی ابو یوسف کی مجلس میں استغاثہ کر رہا تھا کہ قاضی صاحب نے کہا کہ تو باز نہ آئے گا کیا سولی کو خراب کیا چاہتا ہے یعنی سولی دے دیں گے اگر تو باز نہ آئے گا۔ اور قتیبہ بن سعید کا قول ہے کہ یہ کافر تھا اور

خطیب کہتے ہیں کہ اس سے برے اقوال منقول ہیں جن کی وجہ سے علماء نے اس کو کافر کہا ہے اور ابو زرعہ رازی کہتے ہیں کہ یہ زندیق تھا۔

معارج النبوت کی روایت

پانچویں روایت معارج النبوت کی ہے۔ جو عماد الاسلام میں نقل کی گئی ہے۔ اس روایت سے استدلال کرنے پر ہم کو تعجب ہے کہ جناب مجتہد انام مولانا سید دلدار علی صاحب سے محقق اور متبحر عالم اسے سند میں پیش کرتے ہیں۔ معارج النبوت کا حال فارسی پڑھنے والے طالب علم تک جانتے ہیں کہ مولود کے رسالوں سے بڑھ کر کوئی قدر اور قیمت اس کی علمائے نزدیک نہیں ہے۔ وہ ایک شاعرانہ اور منشیانہ تحریر کے لئے عمدہ نمونہ ہے لیکن بلحاظ صحت کے کچھ بھی اس کی وقعت نہیں ہے۔ یہ اس قسم کے مورخین میں سے ہیں کہ اپنے تنور گرم کرنے کے لئے خشک و تر اینددھن اُن کو ملا اُسے کام میں لائے اور سامعین کو متعجب و مسرور اور محظوظ کرنے کے لئے اُسے عمدہ الفاظ میں بیان کیا۔ مگر اُس کو آج تک کسی نے اس قابل نہیں سمجھا ہے کہ اُس سے کوئی سند پیش کی جائے نہ سوائے رسالوں مولود کے کسی بحث میں آج تک اُس سے کوئی سند پیش کی گئی لہٰذا اُس میں مرقوم ہونے پر اس روایت سے یا اور کسی روایت سے استدلال کرنا شان علمائے سے نہایت ہی بعید ہے۔

عدم صحت کے دیگر دلائل

اور بالفرض اگر وہ اور اس کا مصنف معتبر و معتمد ہوتے تو اس روایت سے استدلال کرنا اور بھی بعید تھا کیوں کہ خود اس میں اس روایت کے غیر صحیح و ناقابل اعتبار ہونے کی طرف بوجوہ اشارہ موجود ہے۔ **وجہ اوّل** صاحب معارج نے باوصف التزام لکھنے واقعات کے اس روایت ہبہ کو واقعہ نہیں قرار دیا ہے بلکہ اس روایت کے قبل کی روایت کو جو اس روایت کے منافی ہے، واقعہ قرار دیا ہے۔ **وجہ دوم** صاحب معارج نے اس روایت کو وضعاً مؤخر اور اس کے منافی روایت کو وضعاً مقدم کیا ہے **وجہ سوم** اس روایت کو بغیر حوالہ نقل کیا ہے اور اس کے منافی روایت کو بحوالہ المقصد الاقصیٰ لکھا ہے۔ **وجہ چہارم** اس روایت کو بغیر عنوان واقعہ و بدوں حوالہ بلفظ بعضے گویند نقل کیا ہے

جو منقول عن المجہول یا منقول عن المجروح ہونے پر دال ہے اور اس کی منافی روایت کو بعنوان واقعہ و بحوالہ لکھا ہے جو صحیح و قابل اعتبار ہونے پر دال ہے پس بخوبی واضح ہو گیا کہ صاحب معارج نے اس روایت ہبہ کو غیر صحیح اور ناقابل اعتبار ہونے کی طرف بوجوہ اشارہ کر دیا ہے لہٰذا معارج مع اپنے مصنف کے معتبر و معتمد ہونے کی تقدیر پر بھی اس میں موجود ہونے پر اس روایت سے جو استدلال کیا گیا ہے وہ اس قابل نہیں ہے کہ ہم اس کی نسبت کچھ بھی لکھیں بجز اس کے کہ اس کو علمار کی شان سے بعید سمجھیں۔

ہبہ کی تمام روایتوں کی تکذیب

ہم نے تمام روایتوں کی حقیقت بیان کر دی اور سب راویوں کا حال لکھ دیا اور شافی کے تصنیف ہونے کے زمانے سے اب تک جس کو نو سو برس ہوئے جتنی روایتیں ہبہ کی تائید میں شائع کی گئی تھیں ان سب کو دکھا دیا اور یہ مثل کہ ہر گاہ دم بردا شتم مادہ آمد ان رجب دم اٹھائی گو بر نکل پڑا ، روایتوں پر ثابت کر دی۔ اس لئے کہ ان تمام روایتوں کا سلسلہ ابو سعید کلبی تک پہنچتا ہے اور اس کی روایت بسبب اُن عیبوں کے اس میں تھے ہرگز قابل لحاظ نہیں۔

کئی سلسلوں کا بے بنیاد دعویٰ

اور باوجود اس کے کہ یہ ایک ہی ماخذ سے لی گئی ہے ہم کو تعجب ہوتا ہے کہ کیوں کر سید مرتضیٰ علم الہدیٰ اور جناب مولانا دلدار علی صاحب سے محقق اور کاملین نے اس کہنے کی جرأت کی کہ قد روی من طرق مختلفۃ غیر طریق ابی سعید الذی ذکرہ صاحب الکتاب انہ لما نزل قولہ تعالیٰ وآت ذا القربیٰ حقہ دعا النبی فاطمۃ فاعطاھا فدک واذا کان ذلک مرویا فلا معنی لدفعہ بغیر حجۃ۔

• یہ روایت ابو سعید کی سند کے علاوہ اور بھی مختلف سندوں سے آئی ہے لہٰذا بلا دلیل اسے نہ ماننے کی کوئی وجہ نہیں • کیا یہ تعجب انگیز بات نہیں ہے کہ سید مرتضیٰ ایک طریقہ سے بھی اس روایت کو بیان نہ فرمائیں اور صرف اس روایت کو جو اگا عن جد شیعوں میں مشہور تھی اور جس کا ذکر قاضی عبدالجبار نے اپنی کتاب مغنی میں کیا تھا کہ شیعہ ایسا کہتے ہیں کافی سمجھ کر اپنی طرف سے صرف

یہ لکھ دیں کہ اور مختلف طریقوں سے بھی یہ روایت منقول ہے۔ اور پھر کیا اس سے کم یہ بات تعجب کرنے والی ہے کہ علم الہدیٰ کے زمانے سے لے کر اب تک باوجودیکہ ہزاروں عالم اس مدت میں گذرے اور سینکڑوں کتابیں اس بحث میں لکھی گئیں اور بڑے بڑے دعوے کئے گئے اور نہایت فصیح و بلیغ اور درد انگیز تقریروں میں یہ دعویٰ بیان کیا گیا اور علمائے شیعہ نے سنیوں کی ساری کتابیں چھان ڈالیں نہ متن چھوڑا نہ حاشیہ نہ حدیث کی کتاب باقی رکھی نہ تاریخ کی مگر ایک صحیح روایت بھی اس دعویٰ کے ثبوت میں اہل سنت کی کتابوں سے پیش نہ کر سکے اور یہ تمنا اپنے ساتھ قبر میں لے گئے۔ اگر یہ نامور علمار اور مشہور متکلمین جن کے علم و فضل کا غلغلہ آسمان تک پہنچا اور جنہوں نے اپنے گروہ میں سنیوں پر فتح و ظفر حاصل کرنے کی خوب شہرت پائی بجائے فصیح و بلیغ تقریریں کرنے اور زور قلم دکھانے کے ایک صحیح روایت پیش کر دیتے تو غلط بنیاد پر ایک مبسوط کتاب لکھنے سے اور ہزار قوت بیانیہ ظاہر کرنے سے زیادہ بہتر اور زیادہ مناسب اور زیادہ موزوں ہوتا۔ مگر ایسا نہ کرنے سے خود انہوں نے دنیا پر ثابت کر دیا کہ کوئی روایت ایسی موجود ہی نہیں ہے جسے وہ اہل سنت کے مقابلے میں صحیح اور قابل اعتبار قرار دے کر پیش کر سکتے۔ شافی اور کشف الحق۔ اور طرائف۔ اور بحار الانوار۔ اور عماد الاسلام۔ اور طعن الرماح۔ اور تشئید المطاعن کے مشہور اور نامور مصنفین سوائے اس کے اور کچھ نہ کر سکے کہ فضیل بن مرزوق اور عطیہ نے جو وضعی اور جھوٹی روایت کلبی سے پائی تھی اور آئندہ مشہور کی تھی اُسی کو پیش کرتے اور اُسی سے استدلال کرتے۔ اور ہم نہ صرف پچھلے لوگوں پر کسی حدیث صحیح کے پیش نہ کرنے کا الزام دیتے ہیں بلکہ اب بھی ہم تحدی کرتے ہیں اور ہندوستان اور ایران اور لکھنؤ اور طہران بلکہ تمام دنیا کے شیعوں کے مقابلے پر بلاتے اور کہتے ہیں کہ اگر تم اپنے دعوے میں سچے ہو تو اب بھی کوئی ایک صحیح روایت جس کے بانی اور راوی شیعہ نہ ہوں اہل سنت کی کتاب سے پیش کرو۔ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِیْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ ج اُعِدَّتْ لِلْکٰفِرِیْنَ ہ پھر اگر نہ کر دا اور ہرگز نہ کر سکو گے تو اس آگ سے ڈرو جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں اور جو کافروں کے لئے تیار کی گئی ہے۔

چونکہ اب ہم اچھی طرح ان روایتوں کی تکذیب اور تردید کر چکے جو ہماری کتابوں سے شیعوں نے پیش کی تھیں۔ اب ہم اس تناقض اور تخالف کو دکھاتے ہیں جو خود شیعوں کی روایتوں میں ہے اور جس سے اُن کا دعویٰ خود ان کے یہاں کی روایتوں سے ثابت نہیں ہوتا۔

روایاتِ ہبہ میں تضاد

ہبۂ فدک کے متعلق اول ہم امامیہ کی ان حدیثوں کو بیان کرتے ہیں جس میں فدک کے دئے جانے کا ذکر ہے۔ بعد اس کے اس کا تناقض اور اختلاف بیان کریں گے۔

(۱) جب[1] آیہ وَآتِ ذاالقربٰی حقہ نازل ہوئی تو پیغمبرِ خدا نے فرمایا فاطمہؑ کو بلاؤ۔ وہ بُلائی گئیں۔ آپ نے کہا کہ اے فاطمہ فدک ان میں سے ہے جن پر لشکر نے چڑھائی نہیں کی اور وہ خاص میرا ہے مسلمانوں کا اُس میں کچھ حق نہیں ہے اور میں وہ تمہیں دیتا ہوں اس لئے کہ مجھے خدا نے یہ حکم دیا ہے پس اسے تم اپنے اور اپنی اولاد کے لئے لو۔ بحارالانوار کتاب الفتن باب نزول الآیات فی امر فدک صفحہ ۸۹ مطبوعہ ایران از عیون الاخبار۔

تفسیرِ قمی کی روایت

دوسری[2] روایت جو تفسیر علی بن ابراہیم قمی میں امام جعفر صادقؑ سے مروی ہے یہ ہے "کہ پیغمبرِ خدا صلعم جب ایک غزوے سے لوٹے اور راہ میں اپنے ہمراہیوں کے ساتھ کھانا کھا رہے تھے کہ

(لہ صفحہ ۸۵ سے) پھر اگر نہ کرو اور البتہ نہ کروگے تو بچو آگ سے جس کی چپٹیاں ہیں آدمی اور پتھر تیار ہے منکروں کے واسطے ۱۲۔ موضح پارہ ۱ سورہ بقرہ رکوع ۳۔

[1] اصل عبارت عربی کی یہ ہے۔ فیما احتج الرضا فی فضل العترۃ الطاہرۃ قال والآیۃ الخامسۃ قال اللہ عزوجل وآت ذالقربیٰ حقہ خصوصیۃ خصہم العزیز الجبار بہا واصطفاہم علی الامۃ فلما نزلت ہذہ الآیۃ علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ادعوا لی فاطمۃ فدعیت لہ فقال یا فاطمۃ قالت لبیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال فدک ہی مما لم یوجف علیہ بخیل ولا رکاب وہی لی خاصۃ دون المسلمین وقد جعلتہا لک لما امرنی اللہ بہ فخذیہا لک ولولدک۔ ۱۲

[2] اصل عبارت یہ ہے روی عن ابی عبداللہ ان رسول اللہ خرج فی غزاۃ فلما انصرف راجعا نزل فی بعض الطریق فبینا رسول اللہ یطعم والناس معہ اذ اتاہ جبرئیلؑ فقال یا محمد قم فارکب فقام النبی فرکب وجبرئیلؑ معہ فطویت لہ الارض کطی الثوب حتی

(باقی ۸۷ صفحہ پر)

جبرئیلؑ نازل ہوئے اور کہا کہ اے محمد اٹھو اور سوار ہو۔ حضرت سوار ہوئے اور جبرئیلؑ آپ کے ساتھ تھے زمین آپ کے واسطے ایسی لپیٹ دی گئی جس طرح کپڑا لپیٹا جاتا ہے جس سے فوراً آنحضرت صلعم فدک میں پہنچ گئے۔ اہل فدک نے ڈر کر دروازے بند کر لئے اور کنجیاں ایک بڑھیا کو دے دیں۔ جبرئیلؑ نے اس سے کنجیاں لے کر شہر کے دروازے کھولے اور آنحضرتؐ صلعم نے اندر داخل ہو کر گھر اور مکانات وغیرہ دیکھے اس وقت جبرئیلؑ نے کہا یا محمد ھذا ما خصك الله به واعطاكه دون الناس یہ وہ ہے جسے خدا نے آپ کے لئے مخصوص کیا اور آپ کو عطا فرمایا ہے اور کوئی مسلمان اس میں آپ کا شریک نہیں۔ پھر جبرئیلؑ نے دروازے شہر کے بند کر دئے اور کنجیاں آپ کے حوالے کیں۔ جب آپ مدینہ میں داخل ہوئے تو فاطمہؑ کے پاس آئے اور کہا کہ اے میری بیٹی خدا نے فدک مجھے دیا ہے اور میں اختیار رکھتا ہوں کہ جو چاہوں کروں وانه قد كان لامك خديجةؓ علی ابيك مهر وان اباك قد جعلها له بذلك وانحلتكها لك ولولدك بعدك: کہ

(بقیہ صفحہ ۸۶) انتہی الی فدک فلما سمع اہل فدک ...... وقع الخیل ظنوا ان عدوہم تغلقوا ابواب المدینۃ ودفعوا المفاتیح الی عجوز لہم فی بیت لہم خارج من المدینۃ ولحقوا برؤس الجبال فاتی جبرئیل العجوز حتی اخذ المفاتیح ثم فتح ابواب المدینۃ ودار النبی فی بیوتہا وقراہا فقال جبرئیلؑ یا محمد ہذا ما خصک اللہ بہ واعطاک دون الناس وہو قولہ تعالیٰ ما افاء اللہ علی رسولہ من اہل القریٰ فللہ وللرسول ولذی القربیٰ وذلک قولہ فما اوجفتم علیہ من خیل ولا رکاب ولکن اللہ یسلط علی من یشاء ولم یعرف المسلمون ولم یطؤھا ولکن اللہ افاءہا علی رسولہ وطوف بہ جبرئیلؑ فی دورہا وحیطانہا وغلق الباب ودفع المفاتیح الیہ فجعلہا رسول اللہ فی غلاف سیفہ وہو معلق بالرحل ثم رکب وطویت لہ الارض کطی الثوب ثم اتاہم رسول اللہ وہم علی مجالسہم ولم یتفرقوا ولم یبرحوا فقال رسول اللہ قد انتہیت الی فدک انی وقد افاءہا اللہ علی فغمز المنافقون بعضہم بعضا فقال رسول اللہ ہذہ مفاتیح فدک ثم اخرج من غلاف سیفہ ثم رکب رسول اللہ ورکب معہ الناس فلما دخل المدینۃ دخل علی فاطمۃؑ فقال یا بنیۃ ان اللہ قد افاء علی ابیک بفدک واختصہ بہا فہی لہ خاصۃ دون المؤمنین افعل بہا ما اشاء وانہ قد کان لامک خدیجۃ علی ابیک مہر وان اباک قد جعلہا بذلک وانحلتکہا لک ولولدک بعدک فدعا بادیم ودعا علی ابن ابی طالب فقال اکتب لفاطمۃ بفدک نحلۃ من رسول اللہ فشہد علی ذلک علی بن ابی طالب ومولی رسول اللہ وام ایمن فقال رسول اللہ ان ام ایمن امرأۃ من اہل الجنۃ وجاء اہل فدک الی النبی فقاطعہم علی اربعۃ وعشرین الف دینار فی کل سنۃ

تمہاری ماں کا مہر تمہارے باپ پر واجب الادا ہے اس میں میں تمہیں اور بعد تمہارے تمہاری اولاد کو فدک دیتا ہوں۔ پھر حضرت علی کو بلا کر کہا کہ ہبہ نامہ فاطمہؑ کے لئے لکھ دو۔ چنانچہ ہبہ نامہ آنحضرت صلعم کی طرف سے علی نے لکھا اور اس پر حضرت علی اور ام ایمن کی گواہی لکھی گئی۔ پھر اہل فدک آنحضرت کے پاس آئے اور ان کو چوبیس ہزار دینار سالانہ پر اس کا اجارہ دے دیا گیا۔ (بحار الانوار مطبوعہ ایران صفحہ ۹۰)

مناقب ابن شہر آشوب کی روایت

(۳) تیسریؓ روایت میں بعد بیان اس امر کے کہ کس طرح فدک آنحضرت صلعم کے قبضے میں آیا لکھا ہے کہ آیہ و آت ذاالقربی حقہ نازل ہوئی تو آپ نے پوچھا کہ وہ کیا ہے اس وقت جبرئیلؑ نے فرمایا اعط فاطمة فدکا وھی من میراثھا من امھا خدیجة ومن اختھا ھند بنت ابی ھالہ کہ فاطمہؑ کو فدک دے دیجئے کہ وہ ان کی ماں خدیجہ اور ان کی بہن ہند بنت ابی ہالہ کی میراث میں سے ہے۔ پھر آپؐ نے جو کچھ اس میں سے مال لیا تھا اس کو لے کر فاطمہؑ کے پاس آئے اور اس آیت کی خبر کی۔ فاطمہؑ نے جواب دیا کہ میں آپ کی زندگی میں کوئی نئی کارروائی نہ کروں گی بلکہ آپ کو میری جان و مال کا اختیار ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ مجھے اس امر کا خوف ہے کہ لوگ تم پر عار رکھ کر اس کو میرے بعد تم سے چھین لیں اور تم کو نہ دیں۔ فاطمہؑ نے کہا تو اچھا آپؐ اپنا حکم جو کرنا چاہتے ہیں کریں، آپؐ نے لوگوں کو ان کے گھر میں بلا کر سب سے کہہ دیا کہ یہ مال فاطمہؑ کا ہے اور پھر اس کی ان میں تفریق کر دی، اور ہر سال ایسا ہی کرتے کہ فاطمہؑ کی قوت کے بقدر لے لیتے۔ اور جب آپ کی وفات قریب پہنچی تو آپ نے فدک بالکل ان کو دے دیا۔ بحار الانوار صفحہ ۹۱۔ از مناقب ابن شہر آشوب۔

ؑ اصل عبارت یہ ہے فنزل وآت ذاالقربی حقہ قال وما ھو قال اعط فاطمة فدکا وھی من میراثھا من امھا خدیجة ومن اختھا ھند بنت ابی ھالة فحمل الیھا النبی ما اخذ منہ واخبرھا بالآیة فقالت لست احدث فیھا حدثا وانت حی انت اولی بی من نفسی ومالی لک فقال اکرہ ان یجعلوھا علیک سبة فیمنعوک ایاھا من بعدی فقالت انفذ فیھا امرک فجمع الناس الی منزلھا واخبرھم ان ھذا المال لفاطمة ففرقہ فیھم وکان یفعل کل سنة کذلک ویاخذ منہ قوتھا فلما دنا وفاتہ دفعہ الیھا۔

تفسیر عیاشی کا بیان

چوتھیؓ روایت یہ ہے کہ جب آیہ وآت ذالقربی حقہ نازل ہوئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرئیلؑ سے پوچھا کہ مسکین تو میں جانتا ہوں ذوالقربیٰ کون ہیں۔ جبرئیلؑ نے کہا ھم اقاربک وہ آپ کے رشتہ دار ہیں۔ تب آپ نے حسنؑ و حسینؑ اور فاطمہ کو بلا کر کہا کہ خدا مجھے حکم دیتا ہے کہ جو خدا نے فئے مجھے عطا کیا ہے اور جو میرے ساتھ مخصوص ہے وہ تمہیں دوں۔ اس لئے میں تمہیں فدک دیتا ہوں۔ (بحار الانوار از تفسیر عیاشی صفحہ ۹۱)

کتاب الاختصاص کی روایت

عبد اللہ بن سنان نے امام جعفر صادقؑ سے ایک بڑی لمبی روایت کی ہے جس کو ہم مفصل دعویٰ ہبۂ فدک میں نقل کریں گے۔ اس میں جہاں شہادت حضرت ام ایمن کی بیان کی گئی ہے۔ اس میں لکھا ہے کہ جب آپ کو جبرئیلؑ فدک کے حدود بتانے کے لئے لے گئے اور واپس تشریف لائے تو حضرت فاطمہؑ نے کہا کہ آپ کہاں تشریف لے گئے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ جبرئیلؑ مجھے فدک کے حدود بتانے لے گئے تھے اس پر حضرت فاطمہؑ نے عرض کیا۔ یا ابت انی اخاف العیلہ والحاجة من بعدك فصدق بھا علی فقال ھی صدقة علیک فقبضتھا کہ اے میرے باپ میں بعد آپؐ کے افلاس اور محتاجی سے ڈرتی ہوں، فدک مجھے دے دیجئے آپ نے فرمایا۔ اچھا یہ تمہارے اوپر صدقہ ہے یعنی تمہارے لئے عطیہ ہے۔ پس فاطمہؑ نے اس پر قبضہ کر لیا۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام ایمن اور علیؑ سے کہا کہ تم اس پر گواہ رہو۔ بحار الانوار از کتاب الاختصاص صفحہ ۱۰۱

روایات میں تضاد کی تفصیل

یہ روایتیں جو اوپر ہم نے بیان کیں کچھ جزئی اور غیر ضروری باتوں ہی میں باہم مختلف نہیں ہیں بلکہ اُن کا تخالف ان اہم امور میں ہے اور ان کے دیکھنے سے

لہ اصل عبارت یہ ہے لما انزل اللہ تعالیٰ فآت ذالقربی حقہ والمسکین قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا جبرئیل قد عرفت المسکین فمن ذوالقربی قال ھم اقاربک فدعا حسنا وحسینا و فاطمة علیھم السلام فقال صلی اللہ علیہ وسلم ان ربی امرنی ان اعطیکم ما افاء علی قال اعطیتکم فدک ۱۲۔ عیاشی

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ واضعین روایت نے ہر موقع اور ہر محل کے واسطے اور ہر اعتراض کے دفع کرنے کے خیال سے یہ روایتیں بنائی ہیں مگر اُن کی کثرت ہی نے وہ تناقض پیدا کر دیا کہ اُس کا دفع کرنا مشکل ہے۔

چنانچہ پہلی روایت میں جو بحوالہ عیون الاخبار بحار الانوار سے ہم نے نقل کی ہے یہ بیان کیا گیا ہے کہ آیت نازل ہونے پر پیغمبر خدا صلعم نے فرمایا کہ فاطمہؑ کو بلاؤ اور وہ بلائی گئیں۔ اور دوسری روایت میں جو بحوالہ تفسیر قمی بحار الانوار سے ہم نے نقل کی ہے یہ ہے کہ جب آپ کنجیاں فدک کی لے کر مدینہ میں داخل ہوئے تو خود فاطمہؑ کے پاس آئے اور کہا کہ تمہاری ماں کے مہر میں جو مجھ پر واجب الادا ہے تمہیں اور تمہاری اولاد کو فدک دیتا ہوں۔

مہر میں فدک

اور نیز پہلی روایت یہ ہے کہ آپ نے فاطمہؑ سے فرمایا کہ مجھے خدا نے یہ حکم دیا ہے کہ تم کو فدک دے دوں۔ اور دوسری روایت میں یہ ہے کہ فدک خدا نے مجھے دیا ہے اور میرے لئے مخصوص کر دیا ہے اور میں اختیار رکھتا ہوں کہ جو چاہوں کروں اور اس اختیار کی وجہ سے آپؐ نے کہا کہ تمہاری ماں کے مہر میں اسے دیتا ہوں۔

میراث یا مہر

تیسری روایت میں جو بحوالہ مناقب ابن شہر آشوب ہم نے بحار الانوار سے نقل کی ہے یہ ہے کہ آیہ مذکور کے نازل ہونے پر آپؐ نے جبریلؑ سے پوچھا کہ حق ذوالقربیٰ کا کیا ہے۔ جبریلؑ نے کہا کہ فاطمہؑ کو فدک دے دیجئے کہ وہ اُن کی ماں خدیجہ اور ان کی بہن ہند بنت ابی ہالہ کی میراث میں سے ہے۔ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ ماں کی میراث میں فدک فاطمہ کو دیا گیا اور دوسری روایت میں لکھا ہے کہ ماں کے مہر میں دیا گیا۔ غالباً جبریل امینؑ نے میراث اور مہر کو ایک تصور کیا ہوگا۔ یا اُن سے سہو ہو گیا ہوگا۔ سوائے اس کے یہ بات بھی پیشِ نظر ہے کہ فدک کی آمدنی چوبیس ہزار دینار سالانہ کی آمدنی کی جاگیر ہی مہر میں قرار پائی ہوگی؟

ہبہ بغیر قبضہ

پھر اسی تیسری روایت میں یہ ہے کہ جب آپ نے فدک فاطمہ کو دینا چاہا تو اُنھوں نے عرض کیا کہ آپ کی زندگی

میں میں کوئی سی کاروائی نہیں کرنی چاہتی آپ کو میری جان و مال کا اختیار ہے اس پر آپ نے فرمایا کہ شاید میرے بعد لوگ تم کو نہ دیں تب فاطمہؑ نے کہا بہت اچھا جو آپ کرنا چاہتے ہیں کیجئے اس پر آپ نے لوگوں کو اُن کے گھر میں بلا کر سب سے کہہ دیا کہ یہ مال فاطمہؑ کا ہے۔ اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بہت سے لوگوں کو آنحضرت صلعم نے جمع کر کے فدک کے دینے کا اعلان فرما دیا تھا مگر تعجب ہے کہ حضرات شیعہ اُن روایتوں میں جن میں یہ ذکر ہے کہ جب فاطمہؑ سے شہادت طلب کی گئی یہ لکھتے ہیں کہ آپ نے ام ایمن اور علی مرتضیٰ اور حسنینؑ کو شہادت میں پیش نہ کیا اور کسی دوسرے مرد کو شہادت میں پیش نہ کیا اگر واقعی یہ واقعہ بہت سے لوگوں کے سامنے ہوا تھا تو بہت سے گواہ اس وقت زندہ اور موجود ہوں گے پھر طلب کرنے کے وقت ان میں سے دو چار کے نام اگر لئے جاتے اور وہ اگر شہادت دیتے تو یا فدک فاطمہؑ کو مل جاتا یا ان کی حجت ابوبکرؓ پر تمام ہو جاتی۔ کیونکہ وہ تو جیسا کہ بیان کیا جاتا ہے نصاب شہادت کی تکمیل چاہتے تھے پھر وہ تکمیل کیوں کہ نہ کر دی گئی۔ اس تیسری روایت سے ایک اور بات ثابت ہوتی ہے جو اس معاملے میں نہایت اہم ہے وہ یہ کہ فدک بعد ہبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قبضے میں رہا اُس کا کل انتظام آپ ہی فرماتے تھے اور اس کی آمدنی آپ ہی جس مصرف میں چاہتے تھے صرف کرتے تھے اور حضرت سیدہ کو اس کی آمدنی سے فقط بقدر قوت آپ ہی دیتے تھے پس ہبہ بغیر قبضہ ہوا لہٰذا اس ہبہ سے فدک حضرت سیدہؑ کی ملک نہیں ہو سکتا اور جس روایت میں بعد ہبہ فدک پر حضرت سیدہ کا قبضہ ہونا اور آنہیں کا وکیل اس پہ مامور ہونا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اس وکیل کو نکال دینا مذکور ہے وہ روایت اس تیسری روایت سے باطل ہو گئی۔

دیگر روایات پر تنقید

اور اسی روایت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرتؐ نے لوگوں کو فاطمہؑ کے گھر پر بلا کر کہہ دیا کہ یہ مال فاطمہؑ کا ہے۔ اور دوسری روایت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علیؓ کے ہاتھ سے ہبہ نامہ فاطمہؑ کے نام لکھا دیا تھا اور اس پر شہادت علیؑ اور ام ایمن کی کرائی تھی۔ تعجب ہے

کہ اس خیال سے کہ آئندہ لوگوں کو موقع فاطمہؑ کے محروم کرنے کا باقی نہ رہے یہاں تک تو آپؐ نے دور اندیشی فرمائی کہ لوگوں کو بلایا اور ان کو جتایا کہ یہ مال فاطمہؑ کو دیا جاتا ہے۔ مگر ہبہ نامہ حضرت علیؓ سے لکھوایا اور صرف ام ایمن کی گواہی کرائی اُن لوگوں میں سے جو بلائے گئے تھے کسی کی گواہی نہ لکھوائی حالانکہ ان میں سے دو چار کی گواہی کرانا زیادہ مناسب اور زیادہ ضروری تھا تاکہ شہادت پر بقول شیعوں کے جو اعتراض ہوا وہ نہ ہوتا اور غیروں کی گواہی سن کر شیخین رضؓ کو بھی دعویٰ تسلیم ہی کرنا پڑتا۔

اور گو اس تیسری روایت میں یہ ذکر ہے کہ وقت وفات کے آنحضرت صلعم نے فدک فاطمہؑ کو واپس کر دیا مگر پھر اس کی کوئی تفصیل نہیں بیان کی گئی کہ کس طرح واپس کیا اور کیونکر فاطمہؑ کا قبضہ کرایا۔ اب اس امر کا ثبوت پیش کرنا شیعوں پر ہے کہ یہ کارروائی فدک پر فاطمہؑ کے قبضہ کرانے کی کس وقت اور کیوں کر اور کن کے سامنے ہوئی۔

چوتھی حدیث دیگر احادیث کے بالکل متناقض ہے اس لئے کہ اور حدیثوں سے تو معلوم ہوتا ہے کہ جب ذوالقربیٰ کے معنی آپ نے جبرئیلؑ سے پوچھے تو جبرئیلؑ نے خدا کی طرف سے بالتخصیص حضرت فاطمہؑ کا نام لیا۔ اور اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی کا نام ہی نہیں لیا بلکہ اس قدر تخصیص ظاہر کر دی کہ مراد اس سے آپ ہی کے رشتہ دار ہیں یعنی اُمت کے اقارب مراد نہیں۔ اور یہ امر کہ وہ اقارب کون ہیں اور کن کو ان کا حق دینا چاہیے پیغمبر خدا صلعم پر چھوڑ دیا گیا۔ اور آپ کے عدل سے یہی تقاضا کیا کہ جو کچھ ہے اور سب اقارب کو چھوڑ کر حسنینؓ اور فاطمہؑ ہی کو وہ دے دیں۔ اور حدیثوں میں تو حضرت فاطمہؑ کی تخصیص کا یہ جواب ہو سکتا تھا کہ آنحضرتؐ نے یہ تخصیص نہیں کی بلکہ خدا ہی نے ایسا حکم دیا اور آپؐ صرف اس کی تعمیل کرنے والے تھے۔ مگر اس حدیث میں جو تخصیص آنحضرت صلعم نے فرمائی اُس کا جواب کچھ ہو ہی نہیں سکتا۔ اس واسطے کہ آپ کی شان سے بعید ہے کہ عدل نہ فرمائیں اور تمام اقارب میں سے صرف اپنے نواسوں اور ایک بیٹی کو منتخب کر لیں۔ اور معاذ اللہ اس طور پر دوسروں کے حقوق تلف کئے جائیں۔ معلوم نہیں کہ حضرات امامیہ پیغمبر صاحب کے اسم اعم کو جو اُن کے اس قول اور خیال سے لگتا ہے کیوں کر دُور کر سکیں گے۔ اور اگر

کوئی یہ سوال کرے کہ کیا پیغمبرؐ کے عدل اور انصاف اور بے طرفداری اور بے غرضی کی بھی شان تھی کہ وہ اوروں کو چھوڑ کر تین رشتہ داروں کو صرف اس لئے کہ اُنھیں زیادہ چاہتے تھے چن لیں اور جو کچھ اُس وقت اُن کو ملا ہو وہ سب کا سب اُنھیں کو دے دیں۔ معلوم نہیں کہ حضرات امامیہ اس کا کیا جواب دیں گے ہمارے تو رونگٹے اس سے کھڑے ہوتے ہیں اور پیغمبرؐ کی شان میں اسے ایک نہایت بے ادبی اور گستاخی بلکہ اُن پر ایک قسم کا اعتراض سمجھتے ہیں نعوذ باللہ من ھذا سوائے اس کے اکثر روایتوں میں جو یہ بیان کیا گیا ہے کہ ابوبکرؓ کی شہادت طلب کرنے پر حضرت فاطمہؑ نے حسنینؓ کو بھی پیش کیا اور اُنھوں نے بھی گواہی دی اس کا بھی بطلان ثابت ہوتا ہے۔ اس لئے کہ اس حدیث کی رُو سے تو فقط فاطمہؑ دعویٰ کرنے والی نہیں ہو سکتی تھیں بلکہ حسنین کا بھی مدعیوں میں شریک ہونا چاہیئے تھا پھر وہ کیوں کر مدعی ہو کر گواہوں میں پیش کئے جا سکتے تھے۔

حضرت فاطمہؑ کی درخواست

پانچویں روایت سے تو سارا بنا بنایا گھر شیعوں کا گر جاتا ہے اور سارا تانا بانا اُن کا ٹوٹ جاتا ہے اس لئے کہ جو شہادت ام ایمن کی اُس میں بیان کی گئی ہے اُس میں یہ لکھا ہے کہ حضرت فاطمہؑ نے کہا کہ اے میرے باپ میں آپؐ کے بعد افلاس اور احتیاج سے ڈرتی ہوں فدک مجھے عطا کر دیجئے۔ آپ نے فرمایا اچھا یہ تم پر صدقہ یعنی عطا ہے۔ اُس پر پیغمبر خدا صلعم نے کہا کہ اے ام ایمن اور اے علی تم گواہ رہنا۔ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت فاطمہؑ نے خود فدک کی درخواست کی اور آپؐ کے بعد مفلسی کا خوف بتا کر آپؐ سے فدک مانگا اور ان کے مانگنے پر آنحضرتؐ نے فدک اُن کو دے دیا۔ اس روایت سے یہ آیت وآت ذاالقربیٰ حقہ کا دربارۂ فدک نازل ہونا اور جبرئیلؑ سے ذاالقربیٰ کے معنے پوچھ کر بحکم آیہ وآت ذاالقربیٰ حقہ حضرت فاطمہ علیہ السلام کو فدک ہبہ کر دینا باطل ہو گیا۔ اور وہ روایتیں بھی جن میں یہ بیان ہے کہ فدک حضرت فاطمہؓ اور ان کی ماں کے مہر یا میراث میں دیا گیا تھا۔ ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ ایسی روایتوں کے ہوتے ہوئے حضرات امامیہ کس طرح فدک کے ہبہ کو ثابت کر سکتے ہیں اور کس مُنہ سے باوجود ان متناقض روایتوں کے

ہبہ فدک کا نام زبان پر لاتے ہیں۔

ذوالقربیٰ سے مراد حضرت علیؓ

ان متناقض اور مختلف روایتوں کے علاوہ ایک اور روایت کافی میں حضرت امام جعفر صادقؑ سے منقول ہے جس کا مطلب یہ معلوم ہوتا ہے کہ ذوالقربیٰ سے مراد علیؓ تھے اور حق ان کا وہ وصیت تھی جو ان کو کی گئی۔ اور نیز اسم اکبر اور میراث علم اور آثار علم نبوت جو اُن کو دیے گئے۔ یہ حدیث باب شصت وچہارم کتاب الحجہ میں کافی کے منقول ہے۔ یہ حدیث بہت بڑی ہے جس میں اس بات کا بیان ہے کہ رسول خدا صلعم ہمیشہ فضائل اہل بیت اظہار فرماتے اور جو کچھ قرآن میں اُن کی نسبت بیان ہوا ہے اُسے ظاہر کرتے۔ آپ نے آیہ اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَھْلَ الْبَیْتِ وَیُطَھِّرَکُمْ تَطْھِیْرًا[1] کا بیان کیا اور پھر فرمایا کہ خدا کہتا ہے۔ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَاَنَّ لِلّٰہِ خُمُسَہٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰی[2] اور اس کے بعد آپ نے فرمایا جس کو بالفاظ ذیل کافی میں بیان کیا ہے۔ ثُمَّ قال جل ذکرہ وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰی حَقَّہٗ فکان علی وکان حقہ الوصیة التی جعلت له والاسم الاکبر ومیراث العلم النبوة اور اس کا ترجمہ صافی شرح اصول کافی میں ان لفظوں سے کیا ہے۔ "بعد ازاں گفت جل ذکرہ در سورۂ بنی اسرائیل بدہ صاحب نزدیک تر را حق او پس حاضر شد علی برای اخذ حق خود وبود حق او وصیتی از رسول کہ گردانید شد برای او یعنی اینکہ آں حق باو رسانیدہ شد و اسم اکبر و میراث علم و آثار علم نبوت" پھر اس کے بعد حق تعالیٰ نے فرمایا آپ قریب ترین عزیز کو اس کا حق دیں (اسراء) پھر علی اپنا حق لینے کے لئے آئے اور ان کا حق ایک وصیت تھی جو رسول اللہ صلعم نے آپ کے بارے میں کی تھی یعنی اس بارے میں کہ حق انھیں پہنچا دیا گیا اور اسم اکبر، میراثِ علم اور آثارِ نبوت بھی آپ کا حق تھا۔ اگر یہ حدیث صحیح ہے تو اس کا

[1] اللہ یہی چاہتا ہے کہ دُور کرے تم سے گندی باتیں۔ اے گھر والو اور ستھرا کرے تم کو ایک ستھرائی سے ۱۲ موضح پارہ ۲۲۔ سورہ احزاب رکوع ۵۔ [2] اور جان رکھو کہ جو غنیمت لاؤ کچھ چیز ہو اللہ کے واسطے اس میں سے پانچواں حصہ اور رسول کے اور قرابت والے کے ۱۲۔ موضح پارہ ۱۰ سورہ انفال رکوع ۵۔

مطلب صاف ظاہر ہے کہ یہ آیت حضرت علیؓ کے حق ادا کرنے کے لئے نازل ہوئی اور ذوالقربیٰ سے بھی وہی مراد ہیں اور اس صورت میں وہ روایتیں باطل ہوتی ہیں جن میں یہ ذکر ہے کہ یہ آیت فدک کے دینے کے لئے نازل ہوئی۔ شاید حضرات شیعہ یہ فرمائیں کہ دونوں روایتیں صحیح ہیں اور ذوالقربیٰ سے فاطمہؑ بھی مراد ہیں اور اُن کا حق فدک۔ اور جناب امیرالمؤمنینؑ بھی مقصود ہیں اور اُن کا حق وصیت اور میراث علم اور اسم اکبر تھا۔ مگر یہ کہنا صحیح نہ ہوگا اس لئے کہ اور روایتوں سے صاف یہ معلوم ہوتا ہے کہ پیغمبر خدا صلعم ذوالقربیٰ اور حق ذوالقربیٰ کی حقیقت سے ناواقف تھے اور اس لئے آپ نے جبرئیلؑ سے پوچھا اور جبرئیلؑ نے بحکم خدا بتایا کہ اُس سے مراد فاطمہؑ اور حق سے مراد فدک ہے۔ دونوں روایتیں کسی طرح سے مطلق نہیں ہو سکتیں۔

تفسیر صافی کی تاویل

اس حدیث کو تفسیر صافی میں ذیل آیہ وآت ذاالقربیٰ سورہ بنی اسرائیل میں بھی نقل کیا ہے۔ اور چونکہ صاحب تفسیر کو خیال گذرا کہ یہ روایتیں متناقض ہیں اس لئے بطور دفع دخل مقدر یہ فرمایا اقول لاتنافی بین ھذا الحدیث وبین الاحادیث السابقة ولا بینھما وبین تفسیر العامة کما یظھر للمتدبر العارف بمخاطبات القران ومعنی الحقوق ومن الذی له الحق ومن الذی لاحق له والحمد للہ کہ کچھ اختلاف اس حدیث میں اور پچھلی حدیثوں میں نہیں ہے۔ اور نہ ان حدیثوں میں اور سُنیوں کی تفسیر میں اختلاف ہے جیسا کہ غور کرنے والے اور مخاطبات قرآن اور معنی حقوق اور مستحق اور غیر مستحق کے جاننے والے پر ظاہر ہے۔ مگر وجہ عدم اختلاف کچھ بیان نہ کی الحمد للہ کہہ کر ساکت ہو گئے اور متدبر وعارف بالقرآن کی رائے پر رفع تناقض کو چھوڑ دیا مگر متدبر اور عارف بمعنی القرآن کے نزدیک جو کچھ ظاہر ہو سکتا ہے وہ یہ ہے کہ یہ ساری روایتیں غلط اور یہ تمام باتیں بنائی ہوئی اور خلاف سیاق قرآن کے ہیں۔

چونکہ ہم شیعوں کی روایتیں بیان کر کے اس بات کو ثابت کر چکے کہ ان روایتوں میں باہم ایسا اور اتنا تناقض ہے کہ ایک پر بھی یقین کرنا ناممکن ہے اس لئے اب ہم اس

بات کو دکھاتے ہیں کہ جو شخص سوق اور مخاطبات قرآنی پر غور کرے گا اور جس کو یہ علم ہوگا کہ یہ آیت مکی ہے نہ مدنی وہ اُن بیانات جو حضرات امامیہ نے اس آیت کے متعلق کئے ہیں ایک نوع کی تحریف معنوی سمجھے گا۔

آیہ وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰی حَقَّہٗ کا موقع نزول

جو روایتیں ہبۂ فدک کے متعلق حضرات امامیہ کے یہاں منقول تھیں اُن کو نقل کرکے ہم نے ثابت کر دیا کہ اُن میں ایسا اور اتنا تناقض ہے کہ از رُوئے اصول شہادت کے وہ قابلِ اعتبار نہیں ہیں۔ اب ہم اس بات کو دکھاتے ہیں کہ آیہ وآت ذا القربیٰ حقہ بوجوہ مفصلۂ ذیل شیعوں کے دعویٰ کے مفید یا اُس سے متعلق نہیں ہے۔

مکی سورتیں

وجہ اوّل: یہ آیت دو جگہ قرآن مجید میں آئی ہے۔ ایک سورۂ بنی اسرائیل میں دوسرے سورۂ روم میں اور یہ دونوں سورتیں مکی ہیں اور مکے میں فدک کہاں تھا۔ فدک تو ساتویں سال ہجرت کے آنحضرتؐ کے قبضہ میں آیا تھا۔

تحفہ کی عبارت اور جواب

تحفہ اثنا عشریہ کے بابِ دوم میں کیدسی و دوم[۳۲] کے ذکر میں مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب نے لکھا ہے کہ "جمعی کثیر از علمار ایشاں سعی بلیغ نمودہ اند و در کتب احادیث کہ شہرت ندارند و نسخ آں کتب متعدد بدست نمی آید اکاذیب موضوعہ کہ مؤید مذہب شیعہ و مبطل مذہب سنیاں باشد الحاق نمایند چنانچہ قصۂ فدک در بعضے تفاسیر داخل نمودہ اند و سیاق حدیث چنیں روایت کردہ اند ولما نزلت وات ذا القربیٰ حقہ دعا رسول اللہ فاطمۃ و اعطاھا فدک واما بحکم آنکہ دروغ گو را حافظہ نمی باشد بیاد شاں نماند کہ ایں آیہ مکی است و در مکہ فدک کجا بود • سنیوں کے اکثر علمار نے انتہائی کوشش کی ہے اور غیر مشہور کتب احادیث میں جن میں سے بہت سی کتابوں کے نسخے دستیاب بھی نہیں جھوٹی حدیثیں جن سے شیعہ مذہب کی

تائید اور سنیوں کی تردید ہوتی ہے بڑھائی ہیں چنانچہ فدک کا قصہ بھی بعض تفسیروں میں داخل کیا ہے اور حدیث کا سیاق اس طرح بیان کیا ہے کہ جب آیت وآت ذا القربیٰ اُتری تو رسول اللہؐ نے فاطمہؑ کو بلا کر فدک دے دیا لیکن چونکہ جھوٹے کا حافظہ نہیں ہوتا اس لئے ان کے ذہن یہ بات نہیں رہی کہ یہ آیت مکی ہے اور مکہ میں فدک کہاں تھا؟ • اور حاشیہ پر اس کے تفسیر مجمع البیان سے نقل کیا ہے۔ السورۃ الروم مکیۃ الا قولہ تعالیٰ فَسُبْحٰنَ اللّٰہِ حِیْنَ تُمْسُوْنَ وَحِیْنَ تُصْبِحُوْنَ • فسبحان اللہ حین تمسون الخ کے علاوہ تمام سورۂ روم مکی ہے۔ •

بجواب اس کے تقلیب المکائد میں مولانا محمد قلی صاحب فرماتے ہیں کہ مجمع البیان میں بہت سے قول اہل سنت کے بھی بطریق نقل و حکایت کے مسطور ہیں اور یہ بھی کہ اطلاق مکی کا اس سورۃ پر باعتبار اکثر آیات کے ہے اور اس کی نظیر قرآن میں بہت ہے۔ اور نیز یہ کہ ممکن ہے کہ یہ آیت دو مرتبہ نازل ہوئی ہو۔ مرتبہ اول مکے میں اور مرتبۂ دوم مدینے میں جیسا کہ فخر الدین رازی نے سورۂ فاتحہ کے شانِ نزول میں کہا ہے۔ اور یہ بھی کہ مکی اس کو کہتے ہیں جو مکے میں نازل ہوئی ہو، عام اس سے قبل ہجرت کے ہو یا بعد ہجرت کے۔ فتح مکہ کے سال میں یا حجۃ الوداع کے سفر میں اور پھر یہ کہتے ہیں کہ اگر ہم ان سب باتوں سے درگذر کریں تو ممکن ہے کہ یہ جواب دیا جائے کہ اگرچہ فدک مکے میں نہ تھا لیکن چونکہ خدائے تعالیٰ کو اپنے علم ازلی سے معلوم تھا کہ پیغمبر خداؐ کو بعد ہجرت کے مدینے میں اور بعد فتح خیبر کے جو امیر المومنین علی بن ابی طالب کے ہاتھ سے ہوگی فدک ملے گا۔ حکم اُس کا پہلے ہی نازل کر دیا اور نزول حکم میں کسی ایسی چیز کا ذکر کرنا جو آئندہ زمانے میں آئے گی قبل اُس کے وقوع کے کچھ حرج نہیں ہے۔ اور اس کی بہت سی مثالیں ہیں جیسا کہ تفسیر کبیر میں[۱] وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤْیَا الَّتِیْٓ اَرَیْنٰکَ اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ • ہم نے جو خواب آپ کو دکھلایا وہ لوگوں کے امتحان کے ہی لئے تھا • کی تفسیر میں امام رازی لکھتے ہیں کہ پیغمبر خدا صلعم نے بنی اُمیہ کو خواب میں دیکھا تھا اس طور پر کہ بندر آپ کے منبر پر اچھلتے کودتے ہیں اور پھر فخر الدین رازی

---

[۱] اور وہ جو دکھاوا جو تجھ کو دکھایا ہم نے سو جانچنے کو لوگوں کے ۱۲ موضح پارہ ۱۵ سورہ بنی اسرائیل کو رکوع

کہتے ہیں کہ یہ قول ابن عباس کا ہے مگر مشکل اس میں یہ ہے کہ یہ آیت تو مکی ہے اور مکے میں منبر نہ تھا۔ اور پھر اس کا جواب اس طور پر دیتے ہیں کہ ممکن ہے کہ یہ جواب دیا جائے کہ یہ کچھ بعید نہیں ہے کہ مکے میں ان کو دکھایا جائے کہ مدینے میں منبر قائم ہوگا۔

تقلیب المکائد کی عبارت

چونکہ ضروری بات قابل بحث کے آخری جواب صاحب تقلیب المکائد کا ہے اس لئے اسی کے الفاظ ہم یہاں نقل کرتے ہیں باقی کل تقریر جسے دیکھنی ہو وہ صفحہ ۲۳ کید سی امر دوم تقلیب المکائد مطبوعہ مطبع اردو اخبار دہلی کو ملاحظہ کرے۔

"داگر ازیں ہمہ مراتب تنزل کنیم پس ممکن ست کہ جواب دادہ شود کہ اگرچہ فدک در مکہ نبود لیکن چوں حق تعالیٰ شانہ بعلم ازلی میدانست کہ رسولِ خدا را بعد از ہجرت بمدینہ و فتح جنگ خیبر از دست حق پرست امیر المومنین علی بن ابی طالب فدک بدست خواہد آمد حکم آں از پیشتر نازل کردہ و در نزول حکم امریکہ در استقبال خواہد آمد از وقوع آں ممانعتی نیست و امثال آں بسیار ست۔ و فخر الدین رازی در تفسیر کبیر در تفسیر قولہ تعالیٰ وَمَا جعلنا الرؤیا التی اریناک الا فتنة للناس گفتہ القول الثالث فی الرؤیا قال سعید بن المسیب رای رسول اللہ بنی امیة ینزلون علی منبرہ نزو القردة فساءہ ذلک وھذا قول ابن عباس فی روایة والاشکال فیہ ان ھذہ الآیة مکیة وما کان لرسول اللہ بمکة منبر ۔ ولیمکن ان یجاب عنہ بانہ لا یبعد ان یری بمکة ان لہ بالمدینة منبرا یتداولہ بنو امیة انتہیٰ۔" ترجمہ مصنف نے اس عبارت کا اوپر کردیا ہے۔

ناکافی جواب

یہ کہنا کہ مجمع البیان میں بہت سے قول اہل سنت کے بھی بطریق نقل وحکایت کے مسطور ہیں کافی جواب نہیں ہے کم سے کم اپنے ہی یہاں کی روایتوں سے اس کو ثابت کرنا تھا کہ یہ سورۃ مکی نہیں ہے بلکہ مدنی ہے۔ نہ یہ جواب کافی ہے کہ اطلاق مکی کا اس سورۃ پر باعتبار اکثر آیات کے ہے تاوقتیکہ اس کا ثبوت نہ دیا جائے کہ کون سی آیتیں اس میں مکی ہیں اور کون سی مدنی۔

دونوں مکی سورتیں

اور یہ فرمانا کہ ممکن ہے کہ یہ آیت دو مرتبہ نازل ہوئی ہو۔ مرتبہ اول مکے میں اور مرتبہ دوم مدینے میں تعجب انگیز ہے اس لئے کہ دو مرتبہ تو یہ آیت نازل ہی ہوئی ہے ایک سورۂ روم میں اور دوسری بنی اسرائیل میں۔ اور خیر سے دونوں مکی ہیں اس لئے یہ فرمانا تھا کہ ممکن ہے کہ یہ آیت تین مرتبہ نازل ہوئی ہو۔

فتح خیبر کے بعد نزول

اور یہ فرمانا کہ مکی اسے کہتے ہیں جو مکے میں نازل ہوئی ہو عام اس سے کہ قبل ہجرت کے ہو یا بعد ہجرت کے فتح مکے کے سال میں یا حجۃ الوداع میں۔ کچھ مفید مطلب نہیں ہے اس لئے کہ مکے میں فدک فاطمہؓ کو نہیں دیا گیا بلکہ مدینے میں اور فوراً بعد قبضے میں آنے فدک کے اس لئے ان سب جوابوں سے بہتر اجاہر صاحب تقلیب المکائد کو یہی جواب معلوم ہوا جو اخیر میں فرماتے ہیں کہ ممکن ہے کہ یہ جواب دیا جائے کہ اگرچہ فدک مکے میں نہ تھا لیکن موافق علم ازلی کے پیش از وقوع خدا نے حکم دے دیا۔ جس کا مطلب یہ تھا کہ جب فدک تمہارے قبضے میں آئے تو اسے فاطمہؓ کو دے دینا مگر اس سے بھی مطلب حاصل نہیں ہوتا اس لئے کہ جو روایتیں حضرات شیعہ نے فدک دینے کی بیان کی ہیں اُن سے معلوم ہوتا ہے کہ جس وقت یہ آیت نازل ہوئی اُسی وقت آپ نے جبریلؑ سے پوچھا کہ ذوالقربیٰ کون ہیں اور اُن کا حق کیا ہے۔ بلکہ احادیث شیعہ صاف اس بات پر دال ہیں کہ یہ آیت بعد فتح خیبر اور فدک کے قبضے میں آنے کے نازل ہوئی ہے۔ نہ قبل اس کے۔ جیسا کہ تفسیر صافی میں اسی آیت کے ذیل میں لکھا ہے "وفی الکافی عن الکاظم فی حدیث لہ مع المھدی ان اللہ تعالیٰ لما فتح علی نبیہ فدک وما والاھا لم یوجف علیہ بخیل ولا رکاب فانزل اللہ علی نبیہ وآت ذا القربیٰ حقہ ولم یدر رسول اللہ صلعم من ھم فراجع فی ذلک جبریلؑ وراجع جبریلؑ ربہ فاوحی اللہ الیہ ان ادفع فدک الی فاطمة الخ" یعنی امام موسیٰ کاظمؑ سے یہ حدیث منقول ہے کہ جب فدک فتح ہوا بغیر لڑائی کے تب خدا نے پیغمبرؐ پر یہ آیت نازل کی کہ وآت ذا القربیٰ حقہ

اور پیغمبر خداؐ نہیں جانتے تھے کہ وہ اقارب کون ہیں تب آپ نے جبرئیلؑ سے پوچھا اور جبرئیلؑ نے خدا سے اور وحی آئی کہ فدک فاطمہؑ کو دے دو۔ اس حدیث سے اور دیگر حدیثیں جو عیون اخبار رضا وغیرہ میں منقول ہیں یہی ثابت ہوتا ہے کہ فدک کے قبضے میں آنے کے بعد یہ آیت نازل ہوئی۔ اس سے صاحب تقلیب المکائد کا فرمانا کہ بطور پیش بندی قبل از قبضہ، فدک مکے میں یہ آیت نازل ہوئی ہو گی احادیث ائمہ کی تکذیب کرتا ہے۔

غرض کہ کسی طرح بات بنائے نہیں بنتی اور یہ مصنوعی روایت کسی پہلو سے صحیح نہیں ہو سکتی۔ اور مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب کا یہ فرمانا کہ بحکم انکہ دروغ گو را حافظہ نمی باشد۔ صادق آتا ہے۔

اُمّت کے لئے عام خطاب

وجہ دوم۔ یہ کہ خطاب وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰی حَقَّهٗ اگرچہ آنحضرتؐ کی طرف ہے مگر سیاق قرآنی صاف اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ یہ خطاب عام ہے تمام امت سے۔ نہ مخصوص ہے صرف آپ کی ذات مبارک پر۔ اس لئے کہ یہ آیت جو سورۂ بنی اسرائیل میں ہے اس میں توحید اور احسان اور صلۂ رحم اور مکارم اخلاق کا بیان ہے اور آیات ماقبل و مابعد سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں تخصیص نہیں ہے۔ بلکہ تعمیم ہے۔

مکمل رکوع

چنانچہ آیات ماقبل و مابعد یہ ہیں وَقَضٰی رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۭ اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَآ اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا ۝ وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا ۝ رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَا فِيْ نُفُوْسِكُمْ ۭ اِنْ تَكُوْنُوْا صٰلِحِيْنَ فَاِنَّهٗ كَانَ لِلْاَوَّابِيْنَ غَفُوْرًا ۝ وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا ۝ اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ ۭ وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِرَبِّهٖ كَفُوْرًا ۝ وَاِمَّا تُعْرِضَنَّ عَنْهُمُ ابْتِغَاۗءَ رَحْمَةٍ مِّنْ رَّبِّكَ تَرْجُوْهَا فَقُلْ لَّهُمْ قَوْلًا

مَّيْسُوْرًا ۝ وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُوْلَةً اِلٰى عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُوْمًا مَّحْسُوْرًا ۝ اِنَّ رَبَّكَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَاۗءُ وَيَقْدِرُ ۭ اِنَّهٗ كَانَ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرًۢا بَصِيْرًا ۝

ترجمہ آیات

اب ان آیات کا ترجمہ ملاحظہ کیجیے۔ کہ تیرے رب نے یہ حکم دیا ہے کہ اس کے سوا تم کسی کی عبادت مت کرو۔ اور ماں باپ کے ساتھ سلوک کرو۔ اگر تیرے سامنے ایک یا دونوں ماں باپ بوڑھے ہو جائیں تو نہ کہہ اُن سے ہوں اور نہ اُن کو جھڑک اور کہہ اُن سے ادب کی بات۔ اور جھکا ان کے سامنے بازو عاجزانہ اور نیاز مندانہ اور یہ دُعا مانگ کہ اے رب ان پر رحم کر جس طرح کہ انھوں نے مجھے چھٹپن میں پرورش کیا۔ تمھارا رب خوب جانتا ہے جو تمھارے دلوں میں ہے۔ اگر تم نیک ہو تو وہ توبہ کرنے والوں کو بخشتا ہے۔ اور دے قرابت والے کو اس کا حق اور محتاج کو اور مت اڑا فضول خرچی میں۔ فضول خرچ بھائی ہیں شیاطین کے۔ اور شیطان اپنے رب کا ناشکرا ہے۔ اور اگر کبھی تو اُن سے تغافل کرے بوجہ چاہنے اپنے رب کے رحمت کی جس کی تجھے اُمید ہے تو ان سے بات نرمی کی ہی کہہ دے۔ اور مت باندھے اپنے ہاتھ گردن میں (یہ کنایہ ہے بالکل خرچ نہ کرنے سے) اور نہ بالکل فراخ دستی کر کہ بیٹھ رہے ملامت زدہ اور پشیمان۔ تیرا رب تو جس کو چاہتا ہے رزق خوب سا دیتا ہے اور (جس کو چاہتا ہے) کم دیتا ہے کیونکہ وہ اپنے بندوں کے حال سے خبردار ہے۔

اُمّت کے لئے عام خطاب

ان آیتوں سے پہلے بھی وہ آیتیں ہیں جن میں شرک اور معاصی سے نہی اور توحید اور عبادت کا امر کیا گیا ہے جیساکہ فرمایا ہے لَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰـهًا اٰخَرَ فَتَقْعُدَ مَذْمُوْمًا مَّخْذُوْلًا ۝ کہ خداوند تعالیٰ کے ساتھ کسی دوسرے خدا کو مت ملاؤ کہ ملامت زدہ اور پشیمان ہو کر بیٹھ رہو۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اوّل خداوند تعالیٰ نے شرک اور معاصی کی برائیاں بیان کیں اور بعد اس کے توحید اور عبادت ارشاد کیا۔ اور اس کے پیچھے احسان اور بترع اور صلۂ رحم اور مکارم اخلاق کا ذکر فرمایا۔ پس گویا اس

اس سورۃ میں جو یہ آیتیں ہیں وہ بیان میں توحید اور عبادت اور صلہ رحم اور مکارم اخلاق اور سلوک اور احسان اور ادائے حقوق کے ہیں اور یہ وہ چیزیں ہیں کہ در اصل امت کی ہدایت اور عمل کے لئے بیان کی گئی ہیں۔ اور گویا وہ ایک قانون ہے جس میں انسان کی اخلاقی صفات کا بیان اور اس پر عمل کرنے کی ہدایت کی گئی ہے۔ کوئی وجہ نہیں ہے کہ سب آیتیں تو عام ہوں اور ان کا خطاب امت کی طرف اور ایک آیت یعنی وآت ذا القربیٰ حقہ صرف مخصوص آنحضرت صلعم سے ہو۔ اور پھر وجہ خصوصیت بھی کوئی موجود نہ ہو۔

طبرسی کی تفسیر و تشریح

مجمع البیان طبرسی میں بھی ان آیتوں کے معنی میں علامہ طبرسی فرماتے ہیں کما تقدم النھی عن الشرک والمعاصی عقبہ سبحانہ بالامر بالتوحید والطاعات فقال سبحانہ وقضی ربک الا تعبدوا الا ایاہ اور پھر وآت ذا القربیٰ حقہ کی آیت سے لے کر تا آیہ انہ کان بعبادہ خبیرا بصیرا جو پانچ آیتیں ہیں ان کی تفسیر میں علامہ موصوف فرماتے ہیں ثم حث سبحانہ نبیہ علی ایتاء الحقوق لمن یستحقھا وعلی کیفیۃ الانفاق فقال وآت ذا القربیٰ حقہ معناہ وآت القرابات حقوقھم التی اوجبھا اللہ لھم فی اموالکم یعنی خداوند تعالیٰ نے اول شرک و معاصی سے ممانعت کی اس کے بعد توحید و عبادت کا حکم بیان فرمایا پھر اپنے پیغمبر کو ان لوگوں کے حقوق کو جو اس کے مستحق ہیں دینے اور خرچ کرنے کے طریقوں پر آگاہ کیا اور فرمایا کہ ذوی القربیٰ کو ان کا حق عطا کر یعنی رشتہ داروں کو ان کے حقوق جو خدا نے ان کے لئے تمہارے مالوں میں مقرر کئے ہیں عطا کر۔" پس ان سب آیتوں کے دیکھنے اور سیاق قرآنی پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں کوئی موقع کسی خاص بات میں پیغمبر کے ساتھ کی جائے تو سارا کلام مہمل اور بے معنی ہوا جاتا ہے۔

خاص خطاب اور عام مفہوم

حضرات امامیہ کو آیہ وآت ذا القربیٰ حقہ میں صرف ایک بات سے اس کا موقع ملا کہ اس آیت کے

حکم کو آنحضرت صلعم سے مخصوص خیال کریں اور وہ یہ ہے کہ اس آیت میں خطاب بصیغہ واحد ہے۔ لیکن علم معانی و بیان کے جاننے والے بلکہ معمولی سمجھ کے آدمی اور قرآن کے ترجمہ جاننے والے بھی اس بات کو سمجھتے ہیں کہ قرآن مجید کا طرز بیان ایسا واقع ہوا ہے کہ اکثر خطاب خاص آنحضرت صلعم کی طرف ہوتا ہے مگر درحقیقت مراد اس سے امت ہوتی ہے۔ بہت دور جانے اور قرآن کے اور مقامات دیکھنے کی بھی ضرورت نہیں ہے اسی رکوع میں جو طرز بیان خدا کا ہے اس سے اس کا ثبوت ملتا ہے جیسا کہ خدا نے فرمایا ہے لَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتَقْعُدَ مَذْمُوْمًا مَّخْذُوْلًا ۝ کہ خدا کے ساتھ دوسرے کو معبود نہ بنا نہیں تو ذلیل اور عاجز ہو جائے گا۔ کیا ایک لحظہ کے لئے بھی کوئی مسلمان سمجھ سکتا ہے کہ یہ خطاب خاص آنحضرت صلعم کی طرف ہے اور اسی لئے مفسرین شیعہ نے بھی اس خطاب کو عام مانا ہے جیسا کہ علامہ طبرسی فرماتے ہیں ان الخطاب للنبی والمراد بہ امتہ کہ یہ خطاب پیغمبر سے ہے اور مراد امت ہے۔ اس آیت کے سوا یہ آیت بھی اسی رکوع میں ہے اِمَّا یَبْلُغَنَّ عِنْدَکَ الْکِبَرَ اَحَدُھُمَا اَوْ کِلٰھُمَا فَلَا تَقُلْ لَّھُمَا اُفٍّ وَّلَا تَنْھَرْھُمَا وَقُلْ لَّھُمَا قَوْلًا کَرِیْمًا ۝ کہ اگر پہنچ جائیں تیرے سامنے بڑھاپے کو ماں باپ میں سے ایک یا دونوں تو ان سے اُف کر کے بات نہ کر اور نہ ان کو جھڑکی دے اور ان سے ادب کی بات کر۔ کیا کوئی نادان اس خطاب کو آنحضرت صلعم کی طرف سمجھے گا جبکہ آنحضرت صلعم کی شان اس سے ارفع و اعلیٰ تھی کہ آپ کو ایسی برائی سے بچانے کے لئے نصیحت کی جاتی۔ آپ کے والدین چھٹپن ہی میں گذر گئے تھے اور ان کے مرنے کے چالیس برس بعد خدا کا کلام نازل ہوا تھا۔ تو صاف ظاہر ہے کہ یہ خطاب بھی امت ہی کی طرف ہے اور سوائے اس کے اور آیتیں جو بیان کی گئی ہیں مثلاً لَا تُبَذِّرْ تَبْذِیْرًا وَلَا تَجْعَلْ یَدَکَ مَغْلُوْلَۃً اِلٰی عُنُقِکَ وَلَا تَبْسُطْھَا کُلَّ الْبَسْطِ کہ اسراف نہ کر اور اپنے ہاتھوں کو باندھ نہ لے۔ یعنی بخل نہ کر اور نہ زیادہ فضول خرچی ان میں سے کوئی ایک بھی ایسی بات نہیں ہے کہ مخصوص آنحضرت صلعم سے ہو۔ باوجودیکہ یہ سب خطاب بصیغہ واحد

آنحضرت صلعم کی طرف کئے گئے ہیں اور ان میں کوئی موقع اور محل شیعوں کو بھی انکار کا نہیں ہے۔

مسلسل بیان

پس ان تمام آیتوں میں سے صرف ایک آیت کو مخصوص کرنا آنحضرت صلعم سے بغیر کسی مرجح اور مخصص وجہ کے قابل مضحکہ ہے۔ خصوصاً جب کہ آیہ وآت ذالقربیٰ کی پہلی آیت کو دیکھا جائے جس میں والدین کے ساتھ احسان کرنے کا حکم ہے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ ایک مسلسل بیان اس کا ہے جو ہدایت انسان کو اخلاق اور احسان اور صلہ رحم اور ادائے حقوق کے متعلق کی گئی ہے۔ اس میں اول بیان کیا کہ خدا کے سوا دوسرے کی عبادت نہ کرنی چاہیے اُس کے بعد بتایا کہ ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرنا لازم ہے۔ اُس کے بعد فرمایا قرابت داروں اور مسکینوں اور مسافروں کے حق ادا کرنے چاہیئں اور پھر اُسی کے ساتھ اعتدال کی بھی ہدایت فرمائی کہ نہ بخشش ایسی ہو کہ اسراف کے درجے پر پہنچ جائے اور نہ ایسا بخل کہ آدمی اپنے ہاتھ باندھ لے اور پھر اس کے ساتھ یہ بھی کہ اگر اتنی استطاعت نہ ہو کہ ان کے ساتھ کچھ سلوک کیا جا سکے تو اُن سے اخلاق اور نرمی سے بات چیت کرنی چاہیئے۔ جیسا فرمایا ہے فَقُلْ لَّهُمْ قَوْلًا مَّيْسُوْرًا ۔ ان سے نرمی سے بات کرو۔ اگر آیہ وآت ذاالقربیٰ میں مراد خدا کی یہ ہوتی کہ فدک فاطمہ کو دے دیا جائے تو معلوم نہیں کہ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا ۝ اور فضول خرچی نہ کرو۔ کیوں کہا جاتا۔ اور پھر تبذیر کی بُرائی اور اس کا خوف بھی نہایت سخت لفظوں میں کہ اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ ۔ فضول خرچ شیطانوں کے بھائی ہیں۔ کیوں دلایا جاتا۔ اور یہ کیوں کہا جاتا کہ اگر تمہارے پاس دینے کو نہ ہو تو اُن سے وعدہ ہی کر لو کہ جب خدا تم کو دے گا تو تم اُن سے سلوک کرو گے۔

اگر کوئی اس آیت کو ہبہ فدک کے متعلق سمجھے تو یہ آیہ وَاِمَّا تُعْرِضَنَّ عَنْهُمُ ابْتِغَآءَ رَحْمَةٍ مِّنْ رَّبِّكَ تَرْجُوْهَا فَقُلْ لَّهُمْ قَوْلًا مَّيْسُوْرًا ۝ اور اگر تم اپنے رب کی متوقع رحمت کی امید پر ان سے اعراض کرو تو ان سے نرمی سے بات کرو۔ اس موقع پر مہمل ہو جاتی ہے۔ مفسرین شیعہ نے بھی اس آیت کے وہی معنے لکھے ہیں جس سے ہمارے قول کی تصدیق ہوتی ہے صاحب مجمع البیان طبرسی فرماتے ہیں۔ وَاِمَّا

تُعْرِضَنَّ عَنْهُمُ ای وان تعرض عن هولاء الذین امرتك باداء حقوقهم عند مسالتهم ایاك لانك لا تجد ذلك حیاء منهم ابْتِغَآءَ رَحْمَةٍ مِّنْ رَّبِّكَ تَرْجُوْهَا ای لتبتغی الفضل من الله والسعة التی یمکنك معها البذل بامل تلك السعة وذلك الفضل فَقُلْ لَّهُمْ قَوْلًا مَّيْسُوْرًا ۝ ای عدهم عدة حسنة وقل لهم قولا سهلا لینا یتیسر علیك وروی ان النبی كان لما نزلت هذه الایة اذا سئل ولیكن عنده ما یعطی قال یرزقنا الله وایاكم من فضله

یعنی اگر ان لوگوں کے حقوق ادا کرنے اور ان کے دینے سے تم مجبور ہو اور ان کے سوال پورا کرنے کے لئے تمہارے پاس کچھ نہ ہو اور شرم کے مارے اُن سے اعراض کرو تو تمہیں چاہیئے کہ خدا کے فضل پر اُمید رکھ کر اُن سے وعدہ کرو اور اچھے لفظوں میں اُن سے کہدو کہ جب خدا تمہیں دے گا تو تم ان کے ساتھ سلوک کرو گے۔ اور پیغمبر خدا صلعم اس آیت کے نازل ہونے کے بعد یہی کیا کرتے کہ جب آپ سے سوال کیا جاتا اور آپ کے پاس کچھ دینے کو نہ ہوتا تو یہ فرماتے کہ اللہ اپنے فضل سے ہم کو اور تم کو رزق دے۔

سورۂ روم کی آیات

یہ بیان تو سورہ بنی اسرائیل کا کیا گیا۔ اب سورۂ روم پر غور کرنا چاہیئے کہ وہاں یہ آیت کس موقع پر آئی ہے۔ آیات ماقبل و مابعد یہ ہیں۔ وَاِذَآ اَذَقْنَا النَّاسَ رَحْمَةً فَرِحُوْا بِهَا ۭ وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ اِذَا هُمْ يَقْنَطُوْنَ ۝ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَاۗءُ وَيَقْدِرُ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۝ فَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ ۭ ذٰلِكَ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ ۡ وَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ یعنی جب لوگوں کو ہم رحمت پہنچاتے ہیں تو وہ اُس سے خوش ہو جاتے ہیں۔ اور اگر اُن کے اعمال کے سبب اُن کو کوئی بُرائی پہنچ جاتی ہے تو وہ ناامید ہو جاتے ہیں کیا وہ نہیں دیکھتے

کہ اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے روزی فراخ دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے، کم دیتا ہے۔ اس میں نشانیاں ہیں ایمان والوں کے لئے۔ پس دے رشتہ دار کو اس کا حق اور مسکین اور مسافر کو۔ یہ بہتر ہے اُن لوگوں کے لئے جو اللہ کی رضامندی چاہتے ہیں اور یہی لوگ مراد کو پہنچنے والے ہیں۔

آیات کا عام مضمون

اس میں تخصیص باطل ہوتی ہے کیونکہ خدا تعالیٰ نے اس کو اس طرح پہ شروع کیا ہے کہ اللہ کو اختیار ہے جس کو چاہے روزی فراخ دے اور جس پر چاہے "تنگ کر دے۔ یہ مضمون عام ہے۔ اسی پر آگے چل کر تفریع کی ہے اور فرمایا ہے کہ اے پیغمبر تو قرابتیوں اور مسکینوں اور مسافروں کو ان کا حق دیتا رہ جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اس میں تعمیم مراد ہے۔ خصوصاً اس آیت کے اخیر لفظوں سے تو تعمیم میں کوئی شک ہی نہیں باقی رہتا۔ اور وہ الفاظ یہ ہیں۔ ذٰلِكَ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ○ کہ یہ بات بہتر ہے اُن لوگوں کے لئے جو خدا کی رضامندی چاہتے ہیں اور وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔ یہ ارشاد اُسی وقت باموقع اور برمحل صحیح ہو سکتا ہے جب کہ حکم عام ہو اور خطاب مومنین سے ورنہ قرآن جو ایک کلام فصیح و بلیغ ہے مہمل سمجھا جائے گا۔ اس لئے کہ آنحضرت صلعم کی نسبت تو یہ گمان ہو ہی نہیں سکتا کہ وہ اُن حقوق کے دینے میں تامل فرماتے یا اُن کو اس حکم پر عمل کرنے کے لئے ترغیب اور ترہیب کی ضرورت ہوتی اور ذٰلِكَ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ○ اللہ کی رضا چاہنے والوں کے لئے یہ بہتر ہے اور یہی کامیاب ہیں۔ کہنے کی خدا کو کیا ضرورت پڑتی۔ یہ اسی وقت باموقع سمجھا جا سکتا ہے جبکہ خطاب عام اور مومنین کی طرف سمجھا جائے کہ اُمت ہی کے لوگ ایسے ہوتے ہیں جن کو پورے طور پر حقوق ادا کرنے کے لئے ترغیب و ترہیب کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور ذاتی اغراض اور شخصی محبت کو دخل نہ دینے کے لئے اس قسم کے بیان سے اُن کو نصیحت کی جاتی ہے پس جو شخص ذرا بھی قرآن کو غور سے دیکھے گا اور اس آیت کے ما تقدم اور ما تاخر اور طرز بیان اور سیاق عبارت پر نظر کرے گا وہ ذرا شبہ نہیں کر سکتا کہ قربیٰ سے عام رشتہ دار مراد ہیں۔

كما قيل انه خطاب له ولغيره والمراد بالقربى قرابة الرجل وهو امر بصلة الرحم بالمال ● جیسا کہ کہا گیا ہے کہ یہ خطاب آپ کو اور تمام امتیوں کو ہے اور قربیٰ سے مراد انسان کی قرابت ہے اور اس میں مالی صلہ رحمی کا حکم ہے ۱۲

تین قسم کے لوگوں کے حقوق

وجہ سوم۔ یہ کہ اگر شیعوں کے خیال کے موافق تقسیم کیا جائے کہ آیہ وآت ذاالقربیٰ حقہ میں ذاالقربیٰ سے مراد فاطمہؓ اور حقہ سے مراد فدک ہے تو ثابت ہوتا ہے کہ اس آیت کے حکم کی پوری تعمیل یا تو آنحضرت صلعم نے معاذاللہ خود نہیں کی یا خدا نے نہیں کرائی۔ اس لئے کہ اس آیت میں تین لوگوں کے حق ادا کرنے کا حکم دیا گیا ہے ایک ذوالقربیٰ دوسرے مسکین تیسرے مسافر۔ ذوالقربیٰ کی نسبت تو شیعوں نے یہ بات بنائی کہ آپ اس کے معنی نہیں سمجھے اور جبریلؑ سے پوچھنے پر مجبور ہوئے۔ اور وہ بھی اس سے جاہل تھے اُن کو بھی خدا سے پوچھنا پڑا اور خدا نے بتایا کہ ذوالقربیٰ فاطمہؓ ہیں اور اُن کا حق بھی دریافت کر لیا اور ادا بھی کر دیا گیا مگر باقی اشخاص ویسے ہی محروم چھوڑے گئے۔ پھر ذوالقربیٰ کا حق جس طرح ادا کیا گیا وہ بھی سمجھ میں نہیں آتا اس لئے کہ لفظ تو ذوالقربیٰ کا عام ہے اور سب رشتہ داروں کو مشتمل۔ اور تخصیص کر دی گئی صرف ایک کی۔

تیرہ ۱۳ مقامات پر ذوالقربیٰ کا لفظ

سوائے اس کے ذوالقربیٰ کا لفظ قرآن مجید میں اسی آیت میں نہیں آیا بلکہ تیرہ جگہ متعدد آیتوں اور مختلف سورتوں میں آیا ہے۔ اور ایسے موقع پر آیا ہے جہاں کہ ادائے حقوق کی ہدایت اور اس کی ترغیب ہے اور اکثر اس کے ساتھ دیگر اشخاص مساکین اور ابن السبیل وغیرہ شریک ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ جہاں جہاں ایسے موقع پر یہ لفظ آیا ہے وہاں مراد ان سب کے ساتھ نیکی کرنا اور ان کی خبر لینا اور ان کی مدد کرنا ہے۔ مثلاً سورہ بقر میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ لَا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَقُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا وَّاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ ثُمَّ

تَوَلَّيْتُمْ إِلَّا قَلِيلًا مِّنكُمْ وَأَنتُم مُّعْرِضُونَ ۝ یعنی جب کہ عہد لیا ہم نے بنی اسرائیل سے کہ خدا کے سوا کسی کی عبادت نہ کرنا۔ اور ماں باپ اور رشتہ داروں اور یتیموں اور غریبوں کے ساتھ سلوک کرنا۔ اور لوگوں سے اچھی بات کہنا۔ اور نماز پڑھنا اور زکوٰۃ دینا۔ پھر تم پھر گئے اس عہد سے مگر تم میں سے چند لوگ۔ اور اب بھی تم اعراض کرتے ہو۔

اُمت کے لئے عام ہدایت

اس آیت میں بیان ہے کہ بنی اسرائیل سے ہم نے ان باتوں کا عہد لیا تھا کہ خدا کے سوا عبادت نہ کرنا اور ماں باپ کے ساتھ نیکی اور رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ بھلائی۔ اور سب سے اچھی بات کرنا مگر انھوں نے اس عہد کو توڑ ڈالا تھا اس لئے خداوند تعالیٰ نے اس موقع پر اس کا ذکر اس لئے کیا کہ آنحضرت صلعم کی اُمت کو تنبیہ ہو کہ وہ ایسا نہ کرے۔ اور پھر اسی کی تشریح اور تصریح سورۂ بنی اسرائیل میں کر دی یعنی بتا دیا کہ جن باتوں کا بنی اسرائیل سے عہد لیا گیا تھا وہ انھیں کے ساتھ مخصوص نہ تھیں بلکہ حسنِ اخلاق اور حسنِ معاشرت اور حسن معاملے کے لئے یہ باتیں ہر انسان پر لازم ہیں اور ان کا کرنا ضروری ہے اور پھر انھیں باتوں کو آنحضرت صلعم کو مخاطب کرکے آپ کی اُمت کو بتایا اور ان لفظوں سے وَقَضَىٰ رَبُّكَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا الخ فرمایا۔ کہ خدا نے تمھارے اُوپر لازم اور واجب کر دیا ہے کہ اُس کے سوا دوسرے کی عبادت نہ کرو اور والدین کے ساتھ احسان اور ذالقربیٰ اور مسکین اور ابن سبیل کا حق ادا کرو۔ گویا یہ آیتیں انھیں آیتوں کا صاف صاف بیان ہیں جو سورۂ بقر میں بنی اسرائیل پر واجب کی گئی تھیں۔ وہاں وَإِذْ أَخَذْنَا مِيثَاقَ بَنِي إِسْرَائِيلَ فرمایا اور یہاں وَقَضَىٰ رَبُّكَ جس کے معنی قریب قریب ایک ہوتے ہیں یعنی ان باتوں کا کرنا واجب کر دیا گیا پھر وہاں فرمایا لا تعبدون الا اللہ اور یہاں ارشاد کیا ان لا تعبدوا الا ایاہ پھر وہاں تو فرمایا تھا وبالوالدین احسانا یہاں بھی یہی فرمایا وبالوالدین احسانا اور اس کی اور بھی زیادہ تشریح کر دی اور احسان کا ادنیٰ درجہ تک بھی بیان کر دیا کہ اُن سے اُف تک نہ کہو۔ پھر وہاں بیان فرمایا

وذی القربیٰ والیتمیٰ والمسٰکین یہاں فرمایا وآت ذا القربیٰ حقہ والمسکین وابن السبیل اور پھر یہاں اعتدال کی بھی نصیحت فرمائی کہ ولا تبذر تبذیرا الخ اور پھر وہاں فرمایا وقولوا للناس حسنا اور یہاں فرمایا فقل لھم قولا میسورا اسے دیکھو کیسا مسلسل اور مرتب بیان ان دونوں آیتوں کا ہے۔ اور سورۂ بنی اسرائیل کی آیتیں کیسی تشریح اور تصریح انھیں احکام کی ہیں جو بنی اسرائیل کو دیئے گئے تھے۔

احسان کی تعلیم

ذوالقربیٰ کا لفظ سورۂ بقر میں ایک اور آیت میں آیا ہے اور وہ یہ ہے لَيْسَ الْبِرَّ أَن تُوَلُّوا وُجُوهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلَٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالْكِتَابِ وَالنَّبِيِّينَ وَآتَى الْمَالَ عَلَىٰ حُبِّهِ ذَوِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينَ وَابْنَ السَّبِيلِ وَالسَّائِلِينَ وَفِي الرِّقَابِ ۝ یعنی نیکی یہ نہیں ہے کہ تم پورب پچھم کی طرف منہہ کر لو بلکہ نیکی یہ ہے کہ آدمی اللہ اور آخرت اور فرشتوں اور کتاب اللہ اور پیغمبروں پر ایمان لائے۔ اور خدا کی محبت میں مال رشتہ داروں اور یتیموں اور غریبوں اور مسافروں اور مانگنے والوں کو اور غلاموں کو آزاد کرنے میں دے۔

اس میں بھی بر اور احسان کا بیان حق تعالیٰ فرماتا ہے۔ اور گویا یہ بھی دوسرے لفظوں میں انھیں احکام کا تذکرہ ہے جو سورۂ بنی اسرائیل میں بیان کئے گئے ہیں کہ نیکی یہی نہیں ہے کہ اپنے منہہ پورب پچھم کی طرف کرو بلکہ نیکی یہ ہے کہ خدا اور قیامت اور فرشتوں اور کتاب اور پیغمبروں پر ایمان لاؤ اور خدا کی محبت میں اپنا مال ذوی القربیٰ اور یتامیٰ اور مساکین اور ابن سبیل اور سائلین کے دینے اور غلاموں کے آزاد کرانے میں صرف کرو۔

سورۂ نساء میں یہی الفاظ

سورۂ نساء میں بھی ذی القربیٰ کا لفظ اسی موقع پر آیا ہے۔ کما قال اللہ تعالیٰ وَاعْبُدُوا اللَّهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَبِذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبَىٰ وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنبِ وَابْنِ السَّبِيلِ وَمَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ مَنْ

کانَ مُخْتَالًا فَخُوْرًا ۔ یعنی عبادت کرو اللہ کی اور اُس کا شریک کسی کو مت کرو۔ اور والدین کے ساتھ احسان کرو اور رشتہ دار اور یتیم اور مساکین اور ہمسایہ قریب اور ہمسایہ اجنبی اور دوست ورفیق اور مسافر اور باندی غلاموں سے بھلائی کرو۔ اللہ کو اچھا نہیں معلوم ہوتا وہ شخص جو اتراوے اور بڑائی کرے۔

سورہ نحل میں

اور سورہ نحل میں بھی یہ لفظ آیا ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِیْتَآءِ ذِی الْقُرْبٰی وَیَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ وَالْبَغْیِ ج یَعِظُکُمْ لَعَلَّکُمْ تَذَکَّرُوْنَ ٥ یعنی اللہ حکم دیتا ہے انصاف اور احسان کرنے اور رشتہ داروں کے دینے کا اور منع کرتا ہے بے حیائی اور بُرے کام اور سرکشی کرنے سے تم کو نصیحت کرتا ہے تاکہ تم یاد رکھو۔

عام اخلاقی تعلیم

ان تمام آیتوں کے دیکھنے سے وہی ایک سلسلہ بیان کا اور وہی ایک قسم کی تعلیم اور احسان اور سلوک کی معلوم ہوتی ہے۔ جو سورہ بنی اسرائیل میں بیان کی گئی ہے۔ اور اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہی وہ اصل اصول اخلاق کے ہیں جن کی تعلیم خدا کو منظور تھی اور جس کو طرح طرح سے بیان کیا۔ کبھی پچھلی امتوں کے میثاق اور عہد کی یاد دلا کر۔ کبھی اُس کی خوبیاں بتا کر۔ اور کبھی بطور حکم اور ہدایت کے۔ پس جبکہ لفظ ذی القربیٰ کا متعدد جگہ آیا ہو اور پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے معنی کبھی پہلے استفسار فرمائے ہوں تو اس موقع پر کوئی سبب معلوم نہیں ہوتا کہ آنحضرت صلعم کو اس لفظ کے معنی پوچھنے کی ضرورت پیش آئی ہو۔ یا یہ لفظ جو اپنے عام معنوں میں استعمال کیا گیا ہو اور جس میں خطاب کا عام ہونا صاف ظاہر ہوتا ہو وہ ایک اس موقع پر ایسا مغلق اور مشتبہ ہو جائے کہ آنحضرت صلعم کو اس کے معنی معلوم نہ ہوں اور پھر ان کے ساتھ احسان کرنا اور اُن کے حقوق کا ادا کرنا صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مخصوص سمجھا جائے اور تمام اقارب میں سے ایک ہی رشتہ دار مستثنیٰ کر لیا جائے۔ یہ بات خدا کے رسول کی شان سے بعید اور سیاق قرآن کے بالکل مخالف اور عام ہدایت کے سراسر متناقض ہے۔

سورہ انفال کی آیت

سورہ انفال میں بھی ذوالقربیٰ کا لفظ آیا ہے کما قال اللہ تعالیٰ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَاَنَّ لِلّٰہِ خُمُسَہٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنِ وَابْنِ السَّبِیْلِ الآیہ کہ جو کچھ غنیمت میں تمہارے ہاتھ آئے اُس کا پانچواں حصہ خدا اور رسول اور ذی القربیٰ اور یتامیٰ اور مساکین اور مسافر کے لئے ہے۔ اس آیت پر اگر حضرات امامیہ غور فرمائیں تو اُن کو اس کہنے میں کہ آیہ وآت ذاالقربیٰ حقہ مدینے میں خیبر کے فتح ہونے کے بعد نازل ہوئی بہت مشکل پیش آئے گی بلکہ ان کا سارا عنکبوتی گھر برباد ہو جائے گا۔

فتح خیبر سے پہلے نزول

اس لئے کہ کوئی اس باب میں شبہ نہیں کر سکتا کہ آیہ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ فتح خیبر سے پہلے نازل ہوئی۔ اس لئے کہ غنیمت کا مال خیبر کے فتح ہونے سے پہلے آیا کرتا تھا اور اُس کی تقسیم ہوا کرتی تھی اور اس آیہ واعلموا انما غنمتم میں اس کی تفصیل یہی ہے۔ پس جنگ بدر سے لے کر خیبر کے فتح ہونے تک پیغمبر خدا صلعم آیہ واعلموا انما غنمتم کے مطابق غنیمت کے حصے میں سے اقارب اور مساکین اور مسافرین کو اُن کے حقوق دیا کرتے تھے۔ اور دینا ہو نہیں سکتا جب تک کہ معلوم نہ ہو کہ اقارب اور مساکین وغیرہ کون ہیں اس سے ظاہر ہے کہ آنحضرت صلعم کو ذوالقربیٰ کے معنی اور یہ کہ اقارب کون ہیں معلوم تھے تو بعد خیبر کے فتح ہونے اور فدک ملنے کے آنحضرت صلعم کو جبریلؑ سے ذوالقربیٰ اور حقہ کے معنی دریافت کرنے کی کیا ضرورت ہوئی اگر ضرورت ہوتی تو اس آیہ واعلموا انما غنمتم کے نازل ہونے کے وقت ہو سکتی تھی۔ تاکہ غنیمت کی تقسیم میں غلطی نہ ہو۔ اور اگر تسلیم کیا جائے کہ آیہ وآت ذاالقربیٰ میں مراد ذی القربیٰ سے صرف حضرت فاطمہؓ ہیں تو آیہ واعلموا انما غنمتم میں بھی جو لفظ ذی القربیٰ کا آیا ہے اس سے بھی مراد حضرت فاطمہؓ ہوں گی۔ اور خمس بھی صرف انہیں کا حق ہوگا۔ اور بجز اُن کی اولاد کے تمام بنی ہاشم خمس سے محروم ہوں گے۔ ولم یقل بہ احد حالانکہ ایسا کسی نے نہیں کیا۔ یہ خود مذہب شیعہ کے خلاف ہے۔

تقسیم خمس پر قمی اور طبرسی کا بیان

وہ خود فرماتے ہیں کہ خمس میں سے نصف امام وقت کا اور باقی نصف یتامٰی اور مساکین اور ابن سبیل کا ہوتا ہے جیسا کہ اس آیت کی تفسیر میں مجمع البیان طبرسی میں لکھا ہے۔ اختلف العلماء فی کیفیۃ قسمۃ الخمس ومن یستحقہ علی اقوال احدھا ماذھب الیہ اصحابنا وھو ان الخمس یقسم علی ستۃ اسہم فسھم للّٰہ وسھم للرسول وھذان السھمان مع سھم ذی القربی للامام القائم مقام الرسول وسھم لیتامی اٰل محمد وسھم لمساکینھم وسھم لابناء سبیلھم لا یشرکھم فی ذلک غیرھم لان اللّٰہ سبحانہ حرم علیھم الصدقات لکونھا اوساخ الناس وعوضھم من ذلک الخمس۔ روی ذلک الطبری عن علی بن الحسین زین العابدین ومحمد بن الباقرؑ واختلف فی ذوی القربی فقیل ھم بنو ھاشم خاصۃ من ولد عبد المطلب لان ھاشما لم یعقب الا منہ عن ابن عباس ومجاھد والیہ ذھب اصحابنا

یعنی کیفیت قسمت خمس میں علماء کا اختلاف ہے اور ان لوگوں میں کہ اس کے کون کون مستحق ہیں۔ ہمارے علماء کا یہ مذہب ہے کہ خمس کے چھ حصے کئے جائیں۔ ایک حصہ اللہ کا اور ایک حصہ رسول کا۔ اور یہ دونوں حصے مع ایک حصہ ذی القربیٰ کے امام کا ہے جو قائم مقام رسول ہے۔ اور ایک سہم آل محمد کے یتیموں کا اور ایک انھیں کے مساکین کا اور ایک انھیں کے مسافرین کا۔ آل محمد کا کوئی اور شریک اس میں نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے صدقات کو بوجہ لوگوں کے میل ہونے کے آل محمد پر حرام کر دیا ہے اور اس کے عوض میں اُن کو بھی خمس دیا ہے۔ طبری نے امام زین العابدین اور امام باقرؑ سے یہ روایت کی ہے۔ دوسرا اختلاف ذوالقربیٰ میں ہے کہ اُس سے کون مراد ہیں۔ بعضے کہتے ہیں کہ اس سے مراد خاص بنی ہاشم اولاد عبد المطلب ہیں کیونکہ ہاشم کی نسل عبد المطلب ہی سے چلی ہے۔ یہ مروی ہے ابن عباس اور مجاہد سے، اور یہی مذہب ہے ہمارے علماء کا ۔"

اور تفسیر قمی میں ہے۔ فمن الغنیمۃ یخرج الخمس ویقسم علی ستۃ اسھم سھم اللّٰہ وسھم لرسول اللّٰہ وسھم للامام فسھم اللّٰہ وسھم الرسول یرثہ الامام فیکون للامام ثلاثۃ اسھم لایتام اٰل الرسول ومساکینھم وابناء سبیلھم غنیمت میں سے پانچواں حصہ نکال کر چھ سہام پہ بانٹا جائے ایک حصہ اللہ کا، ایک رحمت عالم کا اور ایک امام کا پس اللہ اور اس کے رسول کے سہام کا امام وارث ہوگا اور امام کے چھ سہام میں سے تین سہام ہو جائیں گے اور باقی تین سہام آل رسول کے یتیموں مسکینوں اور مسافروں کے لئے ہیں۔

روایات کی تکذیب

غرضکہ کسی پہلو یہ بات ٹھیک نہیں بیٹھتی کہ ذوالقربیٰ کے معنی پیغمبر نہ جانتے ہوں اور ان کے اقارب کو جن کا حق دینا چاہیے آپ نہ پہچانتے ہوں اور باوجود نازل ہونے متعدد آیات کے جو متعلق احسان ذی القربیٰ کے ہیں پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم آیہ وآت ذالقربیٰ کے نازل ہونے پر جبریل امینؑ سے پوچھنے پر مجبور ہوئے ہوں۔ اور خدا نے فرمایا ہو کہ ذوالقربیٰ سے مراد فاطمہؑ ہیں اور فدک جس کی آمدنی سالانہ چالیس یا ستر ہزار دینار تھی ان کو دے کر پیغمبر خدا صلعم اداے حقوق سے سبکدوش ہو گئے ہوں اور باقی تمام رشتہ داروں اور مسکینوں اور مسافروں کو محروم چھوڑ دیا ہو۔ وکیف یجوز لاحد من المسلمین ان یتکلم بمثل ھذا ویبدل کلام اللّٰہ من تلقاء نفسہ ویحرفہ عن موضعہ سبحانک ھذا بھتان عظیم۔ بھلا ایک مسلمان ایسا کس طرح کہہ سکتا ہے اور اپنی طرف سے اللہ کا کلام کیسے بدل سکتا ہے اور اسے اس کی جگہ سے کیسے مٹا سکتا ہے۔ اے اللہ تو پاک ہے۔ یہ تو عظیم بہتان ہے۔

کثیر آمدنی کے فدک کا ہبہ

روایتوں اور حکایتوں کو ایک طرف کھ کر اور ان کے تناقض اور باہمی اختلاف سے بھی

قطع نظر کرکے اس بحث کو عقل کی آنکھ سے دیکھنا اور ایک منصف غیر متعصب آدمی کی طرح اُس پر غور کرنا چاہیئے۔ تاکہ معلوم ہو کہ آیا اسی زمانے میں جبکہ پیغمبر خدا صلعم نے فدک حضرت فاطمہؑ کو ہبہ کیا غنیمت یا فئے یا خراج یا اور کسی قسم کی آمدنی ایسی کافی و وافی تھی کہ جس سے اخراجات جو اس وقت اسلام کی اشاعت اور مسلمانوں کی حفاظت اور کفار کے حملوں سے بچانے اور ان پر جہاد کرنے اور وفود یعنی ایلچیوں اور مہمانوں کے ٹھہرانے اور تحف و ہدایا دینے کے لئے ضروری تھے بغیر کسی دقت کے ادا ہو سکتے۔

عقلی دلائل سے تردید

اور موجودہ حالت اُس زمانے کی ایسی تھی کہ پیغمبر خدا صلعم چوبیس ہزار یا ستر ہزار دینار کی سالانہ آمدنی کی جاگیر اپنی بیٹی کو بخش دیتے۔ اور کیا آنحضرت صلعم کی سیرت اور عادت ایسی تھی کہ مہاجرین و انصار اور عامہ مسلمین کا خیال نہ کرکے اور ان کو تنگی و افلاس میں چھوڑ کر جو کچھ آپ کے حصے میں آیا تھا (بشرطیکہ اُس کو ہم آپ کا ذاتی حصہ سمجھیں) وہ اپنے رشتہ داروں میں سے کسی ایک چہیتے رشتہ دار کو دے دیتے۔ ہم یہ کہتے ہیں کہ ان باتوں پر خیال کرنے سے ایک لحظہ کے لئے بھی کوئی آدمی ہبہ کی روایت کو صحیح نہ سمجھے گا اور نہ پیغمبر خدا صلعم کی شان اور خصلت اور سیرت اور حالت کے مطابق پائے گا۔

فدک کے زمانے میں تنگی

اس لئے کہ فدک ساتویں برس ہجرت کے پیغمبر خدا صلعم کے قبضے میں آیا۔ اور وہ زمانہ نہایت عسرت اور تنگی کا تھا حضرت کی خود یہ حالت تھی کہ فاقے پر فاقے کرتے اور بھوک کی تکلیف سے دو دو دن تک شکم مبارک پر پتھر باندھتے اور اہل بیت کا یہ حال تھا کہ نان جویں کو محتاج تھے اور ضروری حاجتوں کے پورا کرنے کے لئے بھی کچھ سرمایہ نہ رکھتے تھے مہاجرین گھر بار چھوڑے ہوئے مدینہ میں دوسروں کے یہاں پڑے ہوئے تھے اور وہ اپنے اوپر تنگی اٹھاکر اور ایثار علی النفس کرکے اُن کی مدد کرتے تھے۔ اور حالت اسلام کی یہ تھی کہ چاروں طرف سے دشمنوں کا ہجوم تھا اور ہر جانب سے حملہ اور لڑائی کا اندیشہ۔ ہر روز جہاد کی ضرورت پیش آتی۔ اور ہر وقت دشمنوں کا کھٹکا لگا رہتا۔ اسلام کے لشکر کی تیاری اور اُن کے لئے

آلات حرب و ضرب تیار کرنے کے پیغمبر خدا صلعم کو ہر دم فکر لگی رہتی۔ وفود اور ایلچی اور قاصد چاروں طرف سے چلے آتے اور اُن کی مہمانداری اُن کی حالت کے مطابق کرنی پڑتی۔ اور نیز تحف اور ہدایا جو وہ لاتے اُس کے موافق انھیں آپ کو بھی دینا پڑتے اور ان اخراجات کے لئے مسلمانوں سے مدد لینے کی ضرورت ہوتی اور اس کام میں اعانت کرنے کے لئے خدا کی طرف سے رغبت دلانے والی آیتیں نازل ہوتی رہتیں۔ اور مسلمان جو کچھ استطاعت رکھتے تھے وہ اپنے حوصلے اور استطاعت کے موافق مال اُثاث البیت سے کپڑے سے غلّے سے غرضکہ ہر طرح سے مدد کرتے، یہاں تک کہ جو مفلس اور فقیر تھے وہ بھی بوقت ضرورت اپنے اوپر خود فاقہ کرتے اور جو کچھ اُن کے پاس کھانے کو ہوتا، وہ فی سبیل اللہ آنحضرت صلعم کے سامنے لاکر رکھ دیتے۔

اقربا پروری کا الزام

تو کیا ایسی تنگی کے زمانے میں کسی معمولی آدمی سے بھی جو کسی گروہ کی سرداری کا دعویٰ کرتا ہو یا کسی قوم کی اولوالعزمی کے خیال رکھتا ہو اور اپنے گروہ کی حفاظت کا ذمہ دار ہو یہ توقع ہوسکتی ہے کہ جو کچھ اس کو ملے وہ بجائے اس کے کہ اُن اغراض و مقاصد میں کام میں لائے جو اُس کے پیش نظر ہوں اپنے رشتہ داروں کو دیدے۔ اور پھر رشتہ داروں میں بھی سب کے ساتھ انصاف نہ کرے۔ بلکہ سب کے حقوق تلف اور ضائع کرکے صرف اپنے ایک چہیتے فرزند کو دیدے۔ تو کیا ایسے شخص کو دنیاوی لحاظ سے بھی کوئی سرداری کے قابل سمجھے گا یا اُس کے لشکری اسے سردار مانیں گے۔ یا کچھ بھی ایسے شخص کی عزت اُن کے دل میں ہوگی۔ یا سوائے خودغرضی اور نفس پروری کے کوئی دوسرا خیال اُس کی نسبت کیا جائے گا۔

خودغرضی کا شبہ

چہ جائے اس کے کہ ایک ایسی ذات پاک کی نسبت یہ امر منسوب کیا جائے جو دین کا پیشوا اور تمام دنیا کا سردار اور سارے خلق میں برگزیدہ اور خدا کا پیارا ہو۔ اور جس کو خدا نے اخلاقی مکارم کی تکمیل کے لئے بھیجا ہو۔ اور جس نے خودغرضی اور نفس پروری کو بیخ و بُن سے اکھاڑ

دیا ہو۔ اور جس نے ہمیشہ ایثار علی النفس پر خود عمل کیا ہو اور اپنے عزیزوں اور رشتہ داروں کو ہر حالت اور ہر موقع پر اسی بات کی نصیحت کی ہو۔ اور ان سے ہمیشہ اس کی تعمیل کرائی ہو اور جس کے عزیز اور رشتہ دار بھی ایسے ہوں جن کے زہد اور پرہیز گاری اور ترک دنیا پر خداوند تعالےٰ نے اظہار خوشنودی اور رضامندی فرمایا ہو۔ اور جو فیض اور سخاوت اور دوسروں کے آرام دینے کو اپنے اوپر مقدم رکھتے رہے ہوں اور جو دنیا کے تعلقات سے نفرت رکھنے اور دنیا سے بے تعلق رہنے میں زمین پر انسانوں میں ضرب المثل اور آسمانوں میں خدا کے فرشتوں کے سامنے ممدوح اور بے غرضی اور نفس کشی میں ساری دنیا کے لئے ایک نمونہ ہوں۔ کیا ایسے شخص کی نسبت کوئی یہ خیال کرسکتا ہے کہ وہ سب کا خیال چھوڑ کر جو کچھ ملے وہ اپنے ایک عزیز کو دیدے۔ اور کیا اس کے عزیزوں سے یہ امید ہو سکتی ہے کہ سب کو عسرت و تنگی کی حالت میں چھوڑ کر جو کچھ اس کے باپ کا حصہ ہو اسے تنہا اپنے لئے اور اپنی اولاد کے لینا پسند کرے۔ ہرگز نہیں ہرگز نہیں۔

ہبۂ فدک کے متوقع خراب نتائج

درحقیقت اگر ہبۂ فدک کی روایت صحیح مانی جائے۔ اور فدک کا خراج چوبیس یا ستر ہزار دینار تسلیم کیا جائے تو منکرین نبوت کو آپ کی نبوت میں شکوک پیدا کرنے کا اچھا موقع ملے گا۔ اور دشمنوں کے ہاتھ میں گویا یہ ایک عمدہ ہتھیار دینا ہوگا۔ حضرات امامیہ اہل بیت کی محبت میں گو ایسے مستغرق ہوں کہ ان کو اس قسم کی باتوں کے بُرے نتائج سمجھ میں نہ آویں۔ اور صحابۂ کرام کے اوپر الزام لگانے کے لئے جیسی روایتیں چاہیں بنا کر پیش کریں۔ مگر ہمارے تو رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں۔ اور ہم تو اس قسم کے خیالی سے جس سے پیغمبر خدا کی شان میں ذرا بھی داغ آئے لاکھوں کوس بھاگتے ہیں۔

تنگدستی کا ثبوت

اب ہم اس کو ثابت کرتے ہیں کہ پیغمبر خدا کا زمانہ تنگی و افلاس کا تھا اور جہاد کے لئے کافی سامان مہیا نہ تھا اور نہایت تکلیف اور تنگی سے جہاد کا سامان جمع کیا جاتا تھا۔ چنانچہ[1] خود شیعوں

[1] یہ مضمون اگرچہ اکثر کتابوں میں ہے مگر ہم نے اس کو ناسخ التواریخ سے جو ابھی حال میں ایران میں چھپی ہے۔

(باقی ص۱۱۷ پر)

کے یہاں سے اس کا ثبوت ہوتا ہے اور ان کی تواریخ میں لکھا ہے کہ آخری غزوہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوات کا تبوک ہے جو سنہ ۹ھ میں ہوا۔ اس وقت ایسی تنگی اور مصیبت مسلمانوں پر تھی کہ اس غزوے کا نام جیش العسرۃ ہوگیا۔ اور خدا کی طرف سے آیات ترغیب و ترہیب نازل ہونے لگیں۔ اور مسلمان جو ایمان میں صادق تھے مدد کرنے لگے چنانچہ جب آیہ[1] اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّثِقَالًا وَّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ نازل ہوئی۔ اور آنحضرت صلعم نے جہاد کی تحریص اور جان و مال سے مدد دینے کی ترغیب شروع کی تو مدینے میں ایک ہل چل مچ گئی۔

صحابہ کا ایثار

حضرت عثمان ؓ نے دو سو اونٹ اور دو سو اوقیہ چاندی کے شام کی تجارت کے لئے جمع کئے تھے وہ سب آنحضرت صلعم کے سامنے تجہیز لشکر کے لئے حاضر کردئے جس پر پیغمبر خدا ؐ نے فرمایا لا یضر عثمان ما عمل بعد هذا

(بقیہ حاشیہ ص۱۱۶) اور جس کا مصنف بڑا عالم شیعوں کا ہے لیا ہے چنانچہ اصل عبارت اس کی منتخبانہ ہے۔ صفحہ ۳۴۱ جلد ال کتاب دوم ناسخ التواریخ مطبوعہ ایران سنہ ۱۳۰۰ھ) ذکر غزوہ تبوک۔ ہم ایں لشکر را جیش العسرۃ گفتند بہ درتحطی و سختی زحمت فراوان دیدند بالجملہ ایں غزوہ واپسین غزوات رسول خدا است۔ مع القصہ رسول خدا فرمود ہاں اے مردم دنیا با آخرت آں مقدار اندر کہ سر انگشت خویش ہا آب زنے و آلائش آں را با تمامت دریا بسنجی ان بری لاجرم دنیی بزرگ را از بہر چیزے اندک از دست مگذارید و در کار جہاد سبک خیز و استوار باشید چنانچہ خدا فرماید انفروا خفافا وثقالا الآیہ۔۔ مع القصہ چوں پیغمبر لختے بتحریص جہاد سخن کرد در مردم مدینہ جنبش پدید گشت لاجرم عثمان بن عفان کہ ایں وقت دو صد شتر و دو صد اوقیہ سیم از بہر تجارت شام ساز کردہ بود بتمامت بحضرت رسول آورد و برائے تجہیز لشکر پیش داشت پیغمبر فرمودہ لا یضر عثمان عمل بعد ہذا و دیگر باری ہفتصد شتر باساز و برگ و ہزار مثقال زر سرخ حاضر کرد پیغمبر فرمودہ اللهم ارض عن عثمان فانی منہ راض۔ و نیز گفتہ اند کہ از سی ہزار تن لشکر کہ سفر تبوک کردہ، دو بہرہ را عثمان تجہیز داد۔۔ عمر بن خطاب گوید کہ من با خود اندیشیدم کہ امروز بر ابوبکر سبق گیرم و یک نیمہ مال خود را بحضرت رسول برم تا کار لشکر بسازند فرمود یا ابن الخطاب از بہر اہل خود چہ ذخیرہ نہادہ عرض کردم ہم بدیں مقدار بہرائے اہل خویش گذاشتہ ام۔ ایں ہنگام ابوبکر برسید و اندوختہ خویش را بتمامت پیش داشت۔

[1] نکلو ہلکے اور بوجھل اور لڑو اللہ کی راہ میں اپنے مال سے اور جان سے یہ بہتر ہے تمہارے حق میں اگر تم کو سمجھ ہے ۱۲۔ موضح پارہ ۱۰ سورۂ توبہ رکوع ۶

اس کے بعد عثمان جو عمل کریں گے مفید ہی ہوگا۔ اور ایک روایت میں یہ ہے کہ تین سو اونٹ مع سامان کے اور ہزار مثقال زر سرخ پیش کیا اس پر پیغمبر خدا صلعم نے فرمایا اللھم ارض عن عثمان فانی عنہ راض اے اللہ عثمان سے راضی ہو جا کیوں کہ میں ان سے راضی ہوں[1]۔ حضرت عمر رضؓ نے آدھا مال اپنا آنحضرت صلعم کے سامنے حاضر کیا آپ نے پوچھا کہ تم نے اپنے اہل وعیال کے لئے کیا چھوڑا ہے۔ حضرت عمر رضؓ نے جواب دیا کہ آنا ہی ان کے لئے چھوڑ دیا ہے۔ پھر حضرت ابوبکر آئے اور کل مال ومتاع اپنا بتمامہ پیغمبر صاحب[2] کے سامنے رکھ دیا۔ آپ نے پوچھا کہ اپنے اہل وعیال کے لئے کیا رکھا۔ جواب میں عرض کیا اذ دخرت اللہ ورسولہ یعنی خدا اور رسول کو ان کے لئے چھوڑا ہے۔ عبدالرحمن بن عوف رضؓ نے چالیس اوقیہ اور ایک روایت میں چار ہزار درہم پیش کئے اور عرض کیا کہ میرے پاس آٹھ ہزار درہم تھے آدھا خدا کو قرض دیا اور آدھا اپنے اہل و عیال کے لئے چھوڑا۔ اسی طرح حضرت عباس بن عبدالمطلب اور طلحہ بن عبیداللہ رضؓ اور سعد بن

[1] اے اللہ راضی ہو عثمان سے، پس بے شک میں اس سے راضی ہوں ۱۲۔ [2] پیغمبر فرمود برائے اہل خود چہ نہادہ عرض کرد اذ دخرت اللہ ورسولہ یعنی خدا اور رسول را از بہر ایشاں ذخیرہ نہادم عمر گفت اے ابوبکر ہیچ گاہ بر تو پیشی نتوانم گرفت ...... عبدالرحمن بن عوف چہل اوقیہ زر در روایتی چہار ہزار درہم آورد وگفت مرا ہشت ہزار درہم بود یک نیمہ را بقرض بپروردگار خویش طادم و نیم دیگر را از بہر عیال خود گذاشتم ...... بالجملہ عباس بن عبدالمطلب وطلحہ بن عبیداللہ وسعد بن عبادہ ومحمد بن سلمہ ہر یکے مبلغی حاضر کردند وعاصم بن عدی انصاری صد وسق خرما از بہر تجہیز لشکر بذل کرد۔ ابوعقیل انصاری نیم صاع خرما یا ماعی آورد وگفت دوش تا بامداد بار یسمان آب کشیدم ودو رو زمرد در مردم بودہ ام دو صاع خرما مرا اجرت دادہ اند یکی را برائے عیال نہادم وآں دیگر را از بہر ساز ابطال آوردم پیغمبر فرمود تا آں صاع را بر فراز دیگر صدقات نثر کردہ اند منافقان بر قلت صدقہ او عیب گرفتند واخذ آں را ناستودہ شمردند وگفتند ایں صدقہ از بہر آں آورد کہ از اموال صدقات چیزی بستاند خدا ایں آیت فرستاد الذین یلمزون المطوعین الخ ...... ایں ہنگام سالم بن عمیر وعتبہ بن زید الحارثی وابولیلی، عبدالرحمن بن کعب مازنی وعمرو بن عنمہ اسلمی وسلمہ بن صخر از بنی زریق وعرباض بن ساریہ اسلمی وعبداللہ بن مغفل بروایتے معقل بن یسار یا مہدی بن عبدالرحمن ونیز گفتہ اند عمرو بن الحمام بن الجموح وبروایتے صخر بن خنسا گفتند یا رسول اللہ لیس بنا قوۃ ان نخرج معک ما را الضاعتی وعدتی نیست کہ با تو توانیم کوچ داد از بہر قوتی وثروتی دست ما تہی است ۱۲

عبادہ اور محمد بن سلمہ نے اپنی اپنی استطاعت کے مطابق رقم حاضر کی اور چونکہ ضرورت شدید تھی اور جہاد کے سامان جمع کرنے کے لئے آنحضرت صلعم کو نہایت فکر تھی اس لئے جن مسلمانوں کے پاس روپیہ نہ تھا۔ نہ مال ومتاع انہوں نے کھانے کا سامان جو کچھ مل سکا وہی حاضر کر دیا۔ چنانچہ عاصم بن عدی انصاری نے سو وسق خرمے لشکر کے سامان کے لئے پیش کئے اور ابوعقیل انصاری نے آدھا صاع یعنی سوا سیر یا ایک صاع یعنی ڈھائی سیر چھوارے ہی حاضر کئے اور کہا کہ کل صبح تک میں پانی بھرا۔ اور دو دن مزدوری کی اس میں مجھے دو صاع[1] خرما یعنی پانچ سیر چھوارے ملے ہیں اور صاع اپنے عیال کے لئے رکھا ہے اور دوسرا آپ کے سامنے حاضر کیا ہے۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ اس کے پیش کئے ہوئے خرمے کو سب مال کے اوپر رکھیں اس پر منافقوں نے بنظر حقارت اس کے صدقے کو دیکھا اور اس کی کمی پر عیب لگایا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی[2] اَلَّذِیْنَ یَلْمِزُوْنَ الْمُطَّوِّعِیْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ فِی الصَّدَقٰتِ وَالَّذِیْنَ لَا یَجِدُوْنَ اِلَّا جُهْدَهُمْ فَیَسْخَرُوْنَ مِنْهُمْ سَخِرَ اللّٰهُ مِنْهُمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ۝ اور آخر کار یہاں تک نوبت پہنچی کہ عورتوں نے اپنا زیور اتار اتار کر آنحضرت صلعم کی خدمت میں بھیجا۔ اور بعض لوگ ایسے بھی رہ گئے جن کے پاس نہ مال تھا نہ اثاث البیت۔

سواری کی کمی

اور لشکر کے ساتھ جانے کے لئے سواری تک نہ تھی۔ چنانچہ اُن میں سے سالم بن عمیر وعتبہ بن زید وابولیلی وعمرو بن عنمہ اسلمی اور عبداللہ بن مغفل وغیرہ تھے کہ جو آنحضرت صلعم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا یا رسول اللہ لیس بنا قوۃ ان نخرج معک کہ نہ ہمارے پاس کچھ سرمایہ ہے نہ کچھ سامان کہ آپ کے ساتھ ہم چل سکیں۔ ہر طرح کی قوت وثروت سے ہمارا ہاتھ خالی ہے ہمیں[3] کچھ سواری عنایت فرمائیے تاکہ ہم ہمراہ ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ جو کچھ تم چاہتے ہو وہ

[1] الصاع اربعۃ امداد والمد بالضم پیمانہ دہ رطل وثلث ۱۲ [2] وہ جو طعن کرتے ہیں دل کھول کر خیرات کرنے والے مسلمانوں کو اور اُن پر جو نہیں رکھتے مگر اپنی محنت کا پھر ان پر ہنستے کرتے ہیں اللہ نے ان سے ٹھٹھا کیا ہے اور ان کو دکھ کی مار ہے ۱۲ موضح پارہ ۱۰ سورہ توبہ رکوع ۱۔ [3] کنوں ما را مرکبی بذل فرما کر پیادہ گاہیم فرمود آنچہ شما طلب می کنید بدست نیست ایشاں آمد ولا علی الذین اذا ما اتوک لتحملھم الخ ...... بالجملہ ایں یامین بن عمرو کعب نضری وابولیلی وابومعقل را دیدار کرد (باقی ص ۱۲۰ پر)

میرے پاس نہیں ہے یعنی بوجہ تنگی اور کمی سامان کے کوئی زائد سواری نہ تھی جو آپ ان کو دے دیتے چنانچہ یہ لوگ یہ جواب سن کر روتے ہوئے باہر نکلے اور بکائین کی جماعت سے ملقب ہوئے۔ اور یہ آیت ان کی شان میں نازل ہوئی[1] وَلَا عَلَى الَّذِينَ إِذَا مَا أَتَوْكَ لِتَحْمِلَهُمْ قُلْتَ لَا أَجِدُ مَا أَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ تَوَلَّوا وَّأَعْيُنُهُمْ تَفِيضُ مِنَ الدَّمْعِ حَزَنًا أَلَّا يَجِدُوا مَا يُنفِقُونَ ۝ إِنَّمَا السَّبِيلُ عَلَى الَّذِينَ يَسْتَأْذِنُونَكَ وَهُمْ أَغْنِيَاءُ ۚ رَضُوا بِأَن يَكُونُوا مَعَ الْخَوَالِفِ وَطَبَعَ اللَّهُ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ فَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ۝ آخر ابن یامین نے ابو لیلیٰ اور ابو مغفل کو ایک اونٹ دیا تا کہ باری باری وہ اس پر بیٹھیں اور ان کی زادِ راہ کے لئے ایک صاع یعنی اڑھائی سیر خرمے بھی دئے۔ غرض کہ اس طرح پر سامان جمع کیا گیا اور لوگوں نے مدد کی اس پر بھی منجملہ تیس ہزار آدمی کے صرف ہزار آدمیوں کے پاس سواری تھی باقی سب پیادہ۔ غرض اس بیان سے یہ ہے کہ

(بقیہ حاشیہ صـ۱۱۹) اشتری بدیشان داد تا بنوبت برنشینند وازہر نا دصاعی خرما عطا کرد... مع القصہ رسول خدا طریق تبوک پیش داشت ولشکر کوچ بوندو در ہیچ سفر چندیں سختی وصعوبت بر مسلمانان نرفت چہ بیشتر لشکر ان ہر دہ تن یک شتر بزیارت نداشتند و آن انبوہ بر بوی نشستند وچنداں از زاد و توشہ تہی دست بودند کہ ہر دو کس یک خرما قوت می ساختند یک لختی می مکید و یک نیمہ را از بہر صاحب خود می گذاشت واز قلب بضاعت بدیں قدر ضاعت می کردند طے مسافت می نمودند مقرر ست کہ دہ تن از مسلمین از قفای رسول خدا بیرون شدند وایشان را یک شتر بود کہ ہر ساعت یک تن بروی نشست وکان زادہم الشعیر المسوس والتمر الزہید والاہالۃ السخنۃ وزاد ایشاں جو کرم زدہ وتمر خوشیدہ وپیہ بدبوی شدہ بود و چند تن از ایشاں را تمر تیز بود و در قفع ابدیں گونہ می دادند فاذا بلغ الجوع من احدہم اخذ التمرۃ فلاکہا حتی یجد طعمہا ثم یعطیہا صاحبہ فیمصہا ثم یشرب علیہ جرعۃ من ماء کذلک حتی یاتی علی آخرہم فلا یبقی من التمرۃ الا النواۃ یعنی چوں بشدت گرسنہ وجوعان می شدند یک تن از ایشاں تمرہ بر می گرفت ودانک می مکید بداں اندازہ کہ ادراک طعم آں می کرد پس بر فیق خویش می گذاشت تا او نیز اندکی می مکید و جرعہ آب در پی کشیدند بدیں گونہ ہر یک ازاں تمرہ می گرفتند چندانکہ جز ہستہ آں بجای نماند دیگر آنکہ با حدت ہوا و سورت گرما آب در منازل ایشاں نایاب بود چندانکہ بااینہم قلتیہ اعلی شتر خویش می گشتند در طوبات احشاء امعاء آں را بجائے آب می نوشیدند ازیں روے ایں لشکر را جیش العسرہ می نامیدند کہ ملاقات سر عسرت شگرف ہمی کردند خداوند یزداں می فرماید لقد تاب اللہ علی النبی والمہاجرین والانصار الذین اتبعوہ فی ساعۃ العسرۃ من بعد ما کاد یزیغ قلوب فریق منہم ثم تاب علیہم انہ بہم رؤف رحیم ۱۲۔

آخری غزوہ آنحضرت صلعم کا ایسی تکلیف کا تھا اور اخیر زمانے میں آپ پر اور آپ کے لشکر پر ایسی تنگی اور تکلیف تھی کہ لوگ سیر سیر بھر خرمے تجہیز لشکر کے لئے پیش کرتے اور وہ قبول کیا جاتا اور باوجود ہر طرح کی مدد و اعانت کے کافی سامان مہیا نہ ہو سکتا۔ اور لوگ بوجہ سواری نہ ملنے کے لشکر کے ساتھ نہ جا سکتے۔ اور بے استطاعتی سے مایوس ہو کر روتے رہ جاتے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی کسی قسم کی مدد سواری وغیرہ سے نہ کر سکتے۔

حضورؐ کی ذاتی تنگی

پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خود یہ حالت تھی کہ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ حضرت عمرؓ[2] آئے اور آنحضرت صلعم کی اس کوٹھری کو دیکھا جس میں آپ کا سامان رہتا تھا تو سوائے ڈھائی سیر جَو کے اور چند دباعت کی ہوئی کھالوں کے کچھ نہ دیکھا۔ پیغمبر صاحب نے فرمایا کہ اے ابن خطاب تم کیا دیکھتے ہو تو اُنھوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ خدا کے رسول ہیں اور یہ کل خزانہ آپ کا ہے حالانکہ قیصر و کسریٰ اور مردمان روم و فارس کے کیسی زندگی بسر کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا[3] وَمَا هَٰذِهِ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلَّا لَهْوٌ وَلَعِبٌ ۚ وَإِنَّ الدَّارَ الْآخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ ۚ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ ۝

آخری وقت تک تنگدستی

یہ نہ خیال کیا جائے کہ آپ پر مصارف کی تنگی ابتدائے زمانہ میں تھی اور اخیر میں غنائم اور فئے وغیرہ کی آمدنی سے کچھ تکلیف کم ہو گئی ہوگی بلکہ اخیر وقت تک عسرت کا وہی حال رہا۔ اور اگرچہ کسی قدر مداخل غنائم اور فئے سے ہونے لگے لیکن مخارج اس قدر

(متعلق [1]) اور نہ ان پر کہ جب تیرے پاس آئے تا ان کو سواری دے تو نے کہا مجھ کو پیدا نہیں جو تم کو سواری دوں الٹے پھرے اور ان کی آنکھوں سے بہتے ہیں آنسو اس غم سے کہ ان کو پیدا نہیں جو خرچ کریں، راہ الزام کی، ان پر ہے جو رخصت مانگتے ہیں تجھ سے اور مالدار ہیں خوش لگا کہ رہ جاویں ساتھ پیچھلی عورتوں کے اور مہر کی اللہ نے ان کے دل پر سو وہ نہیں جانتے ۱۲ موضح پارہ ۱۰ سورۂ توبہ رکوع ۱۲

[2] دیکھو صـ۲۲ ناسخ التواریخ جلد اول از کتاب دوم مطبوعہ ایران ۱۲۔ [3] (موضح پارہ ۲۱ سورۂ عنکبوت رکوع ۷)

[3] یہ دنیا کا جینا تو یہی ہے جی بہلانا اور کھیلنا، اور پچھلا گھر جو ہے، سو وہی ہے جینا اگر یہ سمجھ رکھتے ۱۲

بڑھ گئے تھے کہ کسی طرح پورے نہ ہوتے تھے۔ اور شب و روز آنحضرت صلعم کو تکلیف اٹھانی پڑتی تھی۔ چنانچہ اس کے ثبوت میں ہم ایک روایت کافی کی پیش کرتے ہیں جس سے معلوم ہوگا کہ بعد حجۃ الوداع کے جو آخری سال آپ کی زندگی کا ہے آپ کی مالی حالت کیسی تھی۔ کتاب مذکور کے جزو سوم کتاب الحجہ کے باب شصت و چہارم میں جس کا عنوان ما نص اللہ و رسولہ علی الائمۃ واحدا واحدا • اللہ اور اس کے رسول نے اماموں پر فرداً فرداً کیا چیز نص سے واجب فرمائی • ہے ایک طویل حدیث[1] امام جعفر صادقؑ سے درج ہے جس میں یہ لکھا ہے کہ جب رسول خدا حجۃ الوداع سے لوٹے اور مدینے میں داخل ہوئے تو انصار آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ خداوند تعالیٰ نے ہم کو یہ عزت بخشی کہ آپ ہمارے یہاں تشریف لائے اور اپنے آنے سے ہم کو مشرف کیا۔ اور آپؐ کی بدولت خدا نے ہمارے دوستوں کو خوش اور ہمارے دشمنوں کو ذلیل کیا۔ آپؐ کے پاس باہر سے ایلچی آتے ہیں اور آپؐ کے پاس اتنا بھی نہیں ہوتا کہ آپ اُن کو کچھ عطا فرماویں اس پر آپ کے دشمن ہنستے ہیں اور شماتت کرتے ہیں۔ اس لئے ہم چاہتے ہیں کہ آپ ایک تہائی مال ہمارا قبول فرمایئے تاکہ آپؐ اُسے ایلچیوں کی مدارات اور دعوت اور تحف اور ہدایا میں خرچ کریں آپؐ نے یہ سن کر انتظار فرمایا اور جبریل امینؑ یہ آیت لائے قُلْ لَّآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى الآیۃ • آپؐ فرما دیں میں تم سے مزدوری نہیں مانگتا بس رشتے میں محبت کا خواستگار ہوں • اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قریب زمانہ وفات تک آپؐ کو استطاعت معمولی مصارف کے ادا کرنے کی نہ تھی تو کیوں کر سمجھ میں آسکتا ہے کہ ایسی تنگی کے زمانے میں اور ایسی تکلیف کے وقت میں پیغمبر خدا صلعم فئے کے مال میں سے ایک بڑی جاگیر جس کی آمدنی ستر ہزار دینار کی ہو وہ اپنی بیٹی کو بخش دیں۔ اور ان تکالیف کا کچھ لحاظ نہ کریں۔

[1] اصل عبارت یہ ہے۔ فلما رجع رسول اللہ من حجۃ الوداع الی قولہ فلما قدم المدینۃ الانصار فقالو یا رسول اللہ ان اللہ شرفنا بک و بنزولک فقد فرج اللہ صدیقنا و کبت عدونا و قد تاتیک وفود فلا تجد ما تعطیہم فلم فیشمت بک العدو فنحب ان تاخذ ثلث اموالنا حتی اذا قدم الیک وفد مکہ وجدت ما تعطیہم فلم یرد رسول اللہ شیئاً وکان ینتظر ما یاتیہ من ربہ فنزل علیہ جبرئیلؑ وقال قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربی ۱۲ کافی کتاب الحجہ

اگر حضرات شیعہ یہ کہیں کہ پیغمبر خدا صلعم نے آئندہ کے خیال سے یہ جاگیر حضرت فاطمہؓ کو بخش دی تھی مگر آمدنی اس کی آپ ہی صرف فرماتے اور خود حضرت سیدہ قوت مالایموت کے بقدر لے کر سب فی سبیل اللہ خرچ کر دیا کرتیں۔ مگر یہ جواب قابل اطمینان نہ ہوگا اس لئے کہ پیغمبر خدا صلعم کو اگر منظور نہ تھا کہ حضرت فاطمہؓ اُس سے متمتع ہوں یا فراغ حاصل کریں تو ضرورت ہی کیا تھی کہ نام کے لئے جاگیر اُن کے نام کر دیتے اور آئندہ کے خیال سے اپنے اس عمل سے ایک ایسا نمونہ قائم کرتے جو بظاہر نبوت کی شان کے خلاف تھا۔

زہد و قناعت کی تلقین

اور نیز آئندہ کے خیال سے ستر ہزار دینار کی جاگیر دینے کا آپ کو خیال کیوں ہوتا جب کہ خداوند تعالیٰ نے آپ سے فرمایا ہو۔ جیسا کہ خود شیعوں کی روایت سے ظاہر ہے کہ یا احمد[1] ان احببت ان تکون اورع الناس فازهد فی الدنیا وارغب فی الآخرۃ وخذ من الدنیا خفا من الطعام والشراب واللباس ولا تدخر لغد واجعل نومک صلوۃ وطعامک الجوع وقال اللہ یا احمد ان المحبۃ للفقراء والتقرب الیھم قال یا رب ومن الفقراء قال رضوا بالقلیل وصبروا علی الجوع وشکروا علی الرخاء ولم یشکوا جوعھم ولا ظماھم اور نیز من لا یحضرہ الفقیہ میں منجملہ اُن وصایا کے جو آپ نے حضرت علیؓ کو کی تھیں ایک یہ وصیت بھی لکھی ہے یا علی ثلاث من حقائق الایمان الانفاق من الاقتتار والانصاف الناس من نفسک وبذل العلم للمتعلم • اے علی ایمان کے تین حقائق ہیں افلاس کے باوجود خرچ کرنا، انصاف میں اپنے اوپر لوگوں کو قیاس کرنا اور طالب علم کو علم سکھانا • اور نیز یہ حدیث بھی ہے کہ

[1] یعنی اے احمد اگر تم یہ چاہتے ہو کہ لوگوں میں سب سے زیادہ متقی ہو تو دنیا کو چھوڑ دو اور آخرت کی رغبت کرو۔ اور طعام و پانی اور لباس دنیا کی اشیاء سے کم حاصل کرو۔ اور کل کے لئے جمع مت کرو۔ اپنی نیند کو نماز کرو۔ اور بھوک اپنا طعام اور کہا اللہ تعالیٰ نے کہ اے احمدؐ فقراء کی محبت اور ان سے تقرب اختیار کرو • آپؐ نے عرض کیا کہ فقراء کون لوگ ہیں فرمایا وہ ہیں، جو تھوڑی شے پر راضی ہوں اور بھوک پر صبر کریں اور فراخی میں شکر کریں اور اپنی بھوک اور پیاس کی شکایت نہ کریں۔ ناسخ التواریخ کتاب اول از کتاب دوم صفحہ ۴۴۷

آپ نے فرمایا تکون امتی فی الدنیا علی ثلاثۃ اطباق اما الطبق الاوّل فلا یحبون جمع المال و ادخارہ ولا یسعون فی اقتنائہ واحتکارہ و انما رضوا من الدنیا سد جوعۃ وستر عورۃ وعناھم فیھا ما بلغ بھم الآخرۃ فاولٰئک الآمنون الذین لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون۔ یعنی "میری امت دنیا میں تین قسم کی ہوگی اوّل وہ کہ جمع مال اور ثروت کو پسند نہ کریں گے اور دنیا کی اشیاء سے صرف بقدر سد جوع اور ستر عورت کی کفایت کریں گے اور دولتِ عقبیٰ کو شرطِ غنا جانیں گے۔ یہی لوگ ایمان والے ہیں جن پر نہ کچھ خوف اور غم ہوگا۔"

سیرت نبوی کے خلاف ہے

اگر بالفرض ہم ان باتوں میں کسی بات کو خیال میں نہ لائیں اور یہ سمجھ کر کہ رسول خدا صلعم نے آئندہ کا خیال فرما کر اور خلیفوں کے ظلم و ستم سے جس کا علم ان کو شیعوں کے قول کے موافق تھا اندیشہ کر کے حضرت فاطمہؑ کو فدک دے دیا ہو اور اس سے گو یہ مقصود نہ ہو کہ وہ خود اپنی ذات میں اسے صرف کریں بلکہ آپ کو اطمینان تھا کہ وہ سب خدا کی راہ میں خرچ کر دیا کریں گی مگر عزت اور حرمت قائم رکھنے کے لئے فدک کا دینا مصلحتاً مناسب جانا ہو۔ تو سیرت نبوی اس خیال کو ہمارے دل میں نہیں آنے دیتی اس لئے کہ جب ہم دیکھتے ہیں کہ آپ کا برتاؤ اپنے عزیزوں کے ساتھ کیا تھا اور ان کے لئے کچھ آئندہ کی فکر نہیں فرماتے تھے۔ اور کسی خیال سے بھی زہد اور توکل اور ایثار علی النفس کے سوائے کچھ ان کے واسطے جمع نہ کرتے تھے تو ہمارے خیال میں کسی طرح نہیں آتا کہ آپ نے کسی خیال سے بھی ایسی بڑی جاگیر اپنی بیٹی کو عطا کر دی ہو۔

توکل اور ایثار کی زندگی

جب ہم آپ کی سیرت پر غور کرتے ہیں تو آپ کی ساری زندگی میں ہم یہی دیکھتے ہیں کہ آپ نے توکل اور ایثار علی النفس کا خود اپنی ذات سے ایک عمدہ نمونہ قائم کیا اور اپنے رشتہ داروں اور عزیزوں کو بھی اس کا عمدہ سبق سکھلایا۔ اگر خمس ملا تو اس میں سے صرف بقدر قوت لایموت کے اپنے اور اپنے عزیزوں کے لئے رکھ کر باقی سب خدا کی راہ میں صرف کر دیا۔ اور ملکی مصالح اور جہاد کی ضرورتوں میں

صرف فرمایا۔ اگر فئے میں سے کوئی جائداد ہاتھ آئی تو اس کی آمدنی بھی خدا کی ہی راہ میں خرچ کی۔ نہ یہ کہ شیعوں کے عقیدے کے مطابق ہم آپ کی سیرت میں یہ پاتے ہوں کہ اگر خمس ملا تو وہ بھی اپنے رشتہ داروں کے لئے مخصوص کر دیا اگر فئے میں سے بڑی آمدنی کی جائداد ہاتھ آئی تو وہ بھی اپنی ہی پیاروں کو دے دی۔ اور ایسے وقت میں جب کہ مصیبت اور تنگی چاروں طرف سے مسلمانوں کو گھیرے ہوئے تھی اور ہر جانب سے الجوع الجوع کی صدا آ رہی تھی۔ ایک طرف تو مسلمان بے سواری کے پیادہ پا جہاد کو چلے جاتے تھے۔ دوسری جانب سے اصحاب صفہ اور فقراء اور مساکین پر دو دو روز کے فاقے ہوتے تھے۔ نہ اُن کے بدن پر کپڑا تھا کہ ستر عورت کرتے اور نہ ان کے پاس ہتھیار تھے کہ جہاد میں شریک ہوتے۔ ایسی حالت میں پیغمبر خدا صلعم اور پیغمبر بھی ایسے پیغمبر جو دنیا کو ترک دنیا کی تعلیم دے رہے ہوں اور ایثار علی النفس کا سبق خلق خدا کو سکھا رہے ہوں اس فکر میں کہ ان کے رشتہ داروں کو آئندہ تکلیف نہ ہو اور ان کے پیچھے ان کے بعد تکلیف نہ اُٹھاویں اور اس خیال سے ستر ہزار دینار کی جاگیر ان کے لئے علیحدہ کر دیں۔ ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ باتیں آپ کی سیرت مبارک سے کیوں کر مطابق ہوں گی اور نبوت کی شان اس سے کیونکر ظاہر ہوگی۔ اور دنیا پر آپ کی نبوت کا عمدہ اثر کیوں کر پڑے گا۔

شیعی روایات سے ثبوت

اب رہا یہ امر کہ آیا سیرت نبوی وہی تھی جس کا ہم نے نقشہ کھینچا۔ یہ ایک ایسی بات ہے کہ شیعوں اور سنیوں کی کتابیں اس سے بھری پڑی ہیں۔ اور کوئی بات اس کے خلاف معلوم نہیں ہوتی۔ چنانچہ اور باتوں کو جانے دو وہ معاملہ جو خود حضرت فاطمہؑ سے پیش آیا اُسی سے اس کی تصدیق ہوتی ہے۔ چنانچہ اس کی تصدیق میں ہم چند روایتیں لکھتے ہیں۔

حضرت فاطمہؑ کی سادہ زندگی

(۱) کتاب قرب الاسناد میں امام جعفر صادقؑ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جناب امیر المؤمنینؑ اور حضرت فاطمہؑ پیغمبر خدا صلعم کی خدمت میں حاضر ہوئے کہ گھر کی خدمت باہم ان کے تقسیم کر دی جائے۔ آپ نے گھر کے اندر کا کام حضرت فاطمہؑ کے اور باہر کا جناب امیر کے متعلق کیا فقط۔ اس روایت سے ظاہر ہوتا ہے کہ گھر اور باہر کا کام خود دونوں حضرات

کرتے تھے کوئی خادم یا خادمہ بہت دنوں تک مدد دینے کے لئے بھی نہ تھے۔

دُعا میں ایثار

(۲)، کتاب علل الشرائع میں نے اپنی والدہ فاطمہؑ کو دیکھا کہ جمعے کی شب کو محراب میں کھڑی نماز پڑھ رہی ہیں اور صبح تک رکوع اور سجُود فرماتی رہیں بعد ختم نماز کے آپ نے مؤمنین و مومنات کے لئے دُعا کی تو میں نے کہاکہ اے مادرِ مہربان آپ اپنے لئے کچھ دُعا کیوں نہیں مانگتیں۔ حضرت سیدہؑ نے جواب دیاکہ یا بنی الجار ثم الدار • بیٹا مقدم ہمسایہ ہے پھر گھر ہے • اوّل ہمسایہ کا کام کرنا چاہیئے پھر اپنا فقط۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ خود حضرت سیدہؑ کو ایثار علی النفس کا درجہ یہاں تک حاصل تھا کہ اپنے کام پر ہمسایے کے کام کو مقدم سمجھتی تھیں۔ اور اُن کو اپنے اوپر ترجیح دیتی تھیں۔

مشقّت کی زندگی

(۳) علل الشرائع میں حضرت امیرالمومنینؑ سے مروی ہے کہ آپ نے قبیلۂ بنی سعد کے ایک آدمی سے کہا کہ میں تمھیں اپنے اور فاطمہؓ کے حال سے خبر دیتا ہوں کہ اُن کو پیغمبر خدا صلعم سب سے زیادہ چاہتے تھے۔ اور اس پر وہ سارا گھر کا کام خود کرتی تھیں۔ یہاں تک آپ نے پانی کے گھڑے اٹھائے کہ آپ کے سینۂ مبارک پر اس کا نشان پڑ گیا۔ اور یہاں تک چکی پیسی کہ آپ کے دستہائے مبارک کی کھال سخت پڑ گئی۔ اور یہاں تک گھر میں جھاڑو دی کہ آپ کے سب کپڑے غبار آلود ہو جاتے اور کھانا پکانے کے لئے اس قدر آگ سلگانے کی محنت فرماتیں کہ اُس کے دھوئیں سے آپ کے کپڑے سیاہ ہو جاتے۔ اسی طرح ہر قسم کی تکلیف آپ اٹھاتیں۔ تب میں نے آپ سے کہاکہ اگر تم اپنے باپ کے پاس جاؤ اور ایک خادم مانگو تو کسی قدر تمہاری یہ تکلیف کم ہو جائے۔

خادم کا مطالبہ

اس پر وہ پیغمبر خدا کی خدمت میں حاضر ہوئیں مگر آپ لوگوں سے بات چیت کرتے دیکھ کر مارے شرم کے واپس چلی آئیں۔ حضرت رسول خدا صلعم سمجھ گئے کہ فاطمہؑ کسی غرض سے آئی تھیں اور بے کہے لوٹ گئیں۔ دوسرے دن آپ تشریف لائے اور پوچھا کہ اے فاطمہؑ

کل تم کس غرض سے آئی تھیں۔ یہ سُن کر میں نے عرض کیا یا رسول اللہ وہ ایک خادم کے مانگنے کے لئے آئی تھیں تاکہ اس محنت اور تکلیف سے جوان کو پانی بھرنے اور چکی پیسنے اور جھاڑو دینے میں ہوتی ہے کچھ نجات ملے۔ یہ سُن کر رسول اللہ صلعم نے فرمایا کیا میں تم دونوں کو وہ چیز نہ بتادوں جو خادم سے تم دونوں کے حق میں بہتر ہو اور وہ یہ ہے کہ ۳۴ دفعہ سُبحان اللہ اور ۳۳ دفعہ الحمدللہ اور ۳۴ دفعہ اللہ اکبر پڑھا کرو۔ اس پر تین دفعہ حضرت فاطمہؑ نے کہا رضیت عن اللہ و رسولہ کہ میں خدا اور اس کے رسول سے راضی ہوئی فقط۔

خادم مہیّا نہ کرنا

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم باوجود اس محبّت کے جو انھیں حضرت فاطمہؑ کے ساتھ تھی اور باوجود دیکھنے اس تکلیف اور محنت کے جو انھیں گھر کے کام کاج کرنے میں ہوتی تھی نہیں چاہتے تھے کہ مسلمان غریبوں اور مسکینوں کو چھوڑ کر اپنے اہل و عیال کے لئے آسائش کا سامان مہیا کر دیں اور ایسے وقت میں جبکہ اور بہت سے ضروری کام درپیش تھے اور مسلمان مفلس و محتاج۔ تو آپ اپنی بیٹی کو ایک خادم دیتے۔ شان نبوّت یہی تھی اور رسالت کی تصدیق اور اہل بیت کی عظمت اور آلِ رسول کے مکارم اخلاق کا ثبوت انھیں باتوں سے ہوتا ہے۔

گلوبند توڑ دینا

(۴) کتاب عیون الاخبار میں حضرت امام زین العابدینؑ سے روایت ہے کہ اسما بنت عمیس کہتی ہیں کہ ایک مرتبہ پیغمبرِ خدا صلعم حضرت فاطمہؑ کے پاس تشریف لائے اور ان کی گردن میں ایک گلوبند سونے کا دیکھا جسے علی بن ابی طالبؑ نے فئے میں سے ان کے لئے خریدا تھا۔ تو رسول اللہ صلعم نے حضرت سیدہ سے فرمایا کہ اے فاطمہؑ کیا لوگ نہ کہیں گے کہ فاطمہ محمّد کی بیٹی جبابرہ یعنی مغرور امیروں کا سا زیور پہنتی ہے۔ یہ سُنتے ہی حضرت فاطمہؑ نے اسی وقت اسے توڑ دیا اور بیچ ڈالا۔ اور اس سے ایک غلام خرید کر کے اسے آزاد کر دیا۔ اس بات سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نہایت خوش ہوئے۔

کنگن اور پردوں کو اتار دینا

(۵)، کافی میں زرارہ امام باقرؑ سے روایت کرتے ہیں کہ پیغمبر خدا صلعم کی عادت تھی کہ جب آپ سفر کا ارادہ کرتے تو اپنے ہر ایک گھر والے سے رخصت ہوتے۔ مگر سب سے آخر حضرت فاطمہؑ کو الوداع کہتے

اور انھیں کے گھر سے سفر کو تشریف لے جاتے اور جب سفر سے واپس آتے تو پہلے حضرت فاطمہؑ کے دیکھنے کو تشریف لاتے۔ ایک وقت ایسا ہوا کہ پیغمبر خدا صلعم کسی سفر پہ گئے اور جناب امیرؑ نے فئے سے کچھ حصہ پایا اور اسے فاطمہؑ کو دے دیا اور پھر پیغمبر صلعم سے جا ملے۔ جناب امیرؑ کی غیبت میں حضرت فاطمہؑ نے دو کنگن چاندی کے بنائے اور ایک پردہ اپنے دروازے پر لٹکایا۔ جب پیغمبر خدا صلعم پھر مدینے میں واپس تشریف لائے اور مسجد سے موافق اپنی عادت کے سیدھے فاطمہؑ کے گھر میں آئے فاطمہؑ خوش خوش آپؐ کی طرف دوڑیں۔ رسول خدا صلعم نے جوں ہی آپ کے ہاتھ میں وہ کنگن دیکھے اور دروازے کے پردے پر نظر کی ویسے ہی بغیر اس کے کہ بیٹھیں واپس تشریف لے گئے۔ حضرت فاطمہؑ اسے دیکھ کر رونے لگیں اور دل میں خیال کیا کہ ان چیزوں سے پہلے تو رسول خدا صلعم کی یہ عادت نہ تھی اس لئے فوراً پردے کو دروازے سے اتار لیا اور دونوں کنگن ہاتھ سے نکال لئے اور حسنینؑ کو بلا کر ایک کے ہاتھ میں کنگن اور دوسرے کے ہاتھ میں پردہ دیا اور فرمایا کہ اسے پیغمبر خدا صلعم کی خدمت میں لے جاؤ اور بعد سلام کے میری طرف سے عرض کرو کہ آپ کے پیچھے ان چیزوں کے سوا ہم نے کچھ نہیں بنایا ہے اب یہ آپؐ کی خدمت میں حاضر ہیں۔ جو چاہیئے کیجئے۔

دونوں چیزوں کو غریبوں میں تقسیم کرنا

جب حسنینؑ ان چیزوں کو لے کر پہنچے اور اپنی ماں کا پیغام ادا کیا تو آپؐ نے دونوں کے منہ چومے اور زانوئے مبارک پر بٹھلا لیا اور حکم دیا کہ یہ دونوں کنگن چاندی کے توڑ ڈالے جائیں اور پھر اہل صفہ کو جو منجملہ مہاجرین کے تھے اور مسجد نبوی کے حجرے میں بوجہ مسکینیت اور نہ ہونے گھر کے پڑے رہتے تھے بلایا اور ان پر وہ چاندی کے ٹکڑے تقسیم کر دئے۔ پھر انھیں اصحاب صفہ میں سے ایک آدمی ننگا تھا جس کے پاس کوئی کپڑا بدن چھپانے کے لئے بھی نہ تھا آگے بلایا اور اس دروازے کے پردے میں سے ایک ٹکڑا پھاڑ کر اسے دے دیا اور اسی طرح ہر ایک کو تھوڑا تھوڑا باندازہ کمر اور ستر عورت کے ایک ایک پارچہ اس پردے کا عنائت کیا اور پھر آپ نے فرمایا کہ خدا رحمت بھیجے فاطمہؑ پر اور ان کو حلہائے جنت عطا کرے بعوض اس بخشش کے جو انھوں نے کی اور بعوض اس پردے کے جس سے چند

مسلمانوں کی ستر پوشی ہوئی اور جنت کا زیور پہنائے بعوض ان کنگنوں کے جو انھوں نے غربا میں تقسیم کئے۔

تسبیح اور نماز سکھانا

جس طرح پر پیغمبر خدا صلعم نے حضرت فاطمہؑ کو خادمہ کے مانگنے کے بدلے تسبیح سکھائی اور اسے نعم البدل دنیاوی آرام کا بتایا یہی معاملہ آپ نے اپنے دوسرے عزیز جعفر طیارؓ کے ساتھ بھی کیا۔ اور اس کا قصہ یہ ہے کہ جس دن خیبر فتح ہوا حضرت جعفر بن ابی طالبؓ جو مکے سے حبشہ کو ہجرت کر گئے تھے آئے۔ اور یہ ایک عمدہ اتفاق تھا کہ ان کا آنا اور خیبر کا فتح ہونا ایک ہی دن ہوا۔ جب پیغمبر خدا صلعم کو خیبر کی فتح اور اسی کے ساتھ جعفر بن ابی طالبؓ کے آنے کا مژدہ معلوم ہوا تو آپ نے فرمایا کہ میں نہیں سمجھ سکتا کہ ان دونوں خوشیوں میں سے کس کو ترجیح دوں جعفر کے آنے کو یا خیبر کے فتح ہونے کو۔ جب جعفرؓ آپ کے پاس پہنچے آپؐ نے اٹھ کر ان کو گلے لگایا اور ان کی آنکھوں کو چوما اور فرمایا کہ اے جعفر کیا تمہیں کچھ نہ دوں اور کیا میں تجھے کچھ عطا نہ کروں۔ جعفرؓ نے کہا ضرور یا رسول اللہ اس پر لوگوں نے گمان کیا کہ آپؐ ان کو سونا چاندی دیں گے اور لوگ مشتاق ہوئے کہ دیکھیں آپؐ کیا عطا فرماتے ہیں۔ تو آپؐ نے فرمایا کہ کیا اے جعفر میں تم کو ایسی نماز نہ سکھاؤں کہ اگر تم اسے پڑھو اور گو تم جہاد سے بھی بھاگ گئے ہو اور مثل سمندر کی جھاگ کے گناہ ہوں تب بھی وہ اس کے پڑھنے سے بخش دئے جائیں۔ حضرت جعفرؓ نے عرض کیا کہ ہاں۔ اس پر آپؐ نے ان کو وہ نماز سکھائی جو جعفر طیارؓ کی صلوٰۃ سے مشہور ہے۔ اس میں چار رکعتیں ہیں دو سلاموں سے۔ جس کی پہلی رکعت میں بعد الحمد کے سورہ زلزال اور دوسری میں بعد الحمد والعادیات تیسری میں سورۂ نصر اور چوتھی میں قل ہو اللہ اور بعد قرآت کے ہر رکعت میں پندرہ مرتبہ سبحان اللہ اور الحمد للہ اور لا الٰہ الا اللہ اور اللہ اکبر۔ اور ہر رکوع میں اور سجدہ سے سر اٹھانے کے بعد اسی کو دس مرتبہ پڑھنے کا ارشاد ہے۔

* * * * * * * * *

ہبہ کی بجائے ایثار کی تعلیم

پس کیا کوئی انصاف پسند آدمی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس برتاؤ کو جو آپ کا اپنے عزیزوں کے ساتھ تھا دیکھ کر ایک لحظہ کے لئے بھی یہ خیال نہ کر سکے گا کہ وہ پاک رسول جو دو چاندی کے کنگن اپنی بیٹی کے ہاتھ میں دیکھ کر ان کے پاس سے چلے آویں اور اس کا دیکھنا گوارا نہ کریں۔ اور وہ دنیا سے نفرت دلانے والا پیغمبر جو اپنے جگر گوشہ کے دروازے پر ایک پردے کا پڑا ہونا نہ دیکھ سکے اور اسے ناپسند کرے۔ اور وہ زہد و توکل اور ایثار علی النفس کی تعلیم دینے والا باپ جو اپنی بیٹی کے پانی بھرنے کے داغ سینہ پر دیکھ کر اور اس کے مبارک اور پیارے ہاتھ چکی کے پیسنے سے خستہ دیکھنے پر بھی ایک خادمہ سے مدد نہ کرے۔ اور اپنے بھائی جعفرؓ کے حبشہ سے واپس آنے پر خیبر کی فتح سے کم خوش نہ ہو اور اس خوشی میں بجائے دراہم و دنانیر دینے کے انھیں خاص نماز کی تعلیم دیں اور اسی کو وہ تمام دنیا کی دولت سے بڑھ کر سمجھے۔ اور وہ نبی اپنی اولاد کی بزرگی اور عزت اور فضیلت کے سامان اسی بات میں دیکھے اور ان کو دنیاوی تکالیف سے روحانی آسایش اور وجدانی اطمینان حاصل کرنے کے لئے عبادت اور تسبیح سکھاوے۔ اور اسی کو تمام رنجوں اور مصیبتوں کا نعم البدل سمجھے۔ اور جو کچھ اُسے ملے وہ فقراء اور مساکین اور خدا کی راہ اور اعلاء کلمۃ اللہ ادائے فرائض جہاد وغیرہ میں صرف کرے۔ اس کی نسبت کوئی یہ گمان کر سکے گا یا اس کی ایسی پاک ذات سے اس بات کی امید ہوگی کہ وہ ایک ایسی بڑی جاگیر جس کی آمدنی ستر ہزار دینار کی ہو وہ اپنی بیٹی کو بخش دے اور سب کو ان کے حقوق سے محروم کرے۔ لا واللہ لا واللہ لا واللہ ہرگز نہیں ہرگز نہیں ——— اِنْ هٰذَا اِلَّا اِفْكٌ مُّبِيْنٌ ۝ (یہ تو کھلا بہتان ہے)

چونکہ آیہ وآت ذاالقربیٰ حقہ کے متعلق ہم پوری بحث کر چکے۔ اس لئے اب ہم اس سے بحث کرتے ہیں کہ آیا فدک حضرت فاطمہ زہراؑ کے قبضے میں تھا اور بعد وفات آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وہ غصب کر لیا گیا۔ اور حضرت سیدہؓ نے اس کا دعویٰ ابوبکر صدیقؓ کے سامنے کیا۔ اور ان سے شہادت مانگی گئی اور وہ رد کی گئی اور فدک ان کو واپس نہ دیا گیا۔ اس کے متعلق حضرات امامیہ کیا ثبوت ہمارے یہاں کی روایتوں سے پیش کرتے ہیں اور خود ان کے یہاں اس کے متعلق کیا روایتیں بیان کی گئی ہیں۔

فدک پر حضرت فاطمہؓ کا قبضہ؟

علمائے امامیہ اس بات کا دعویٰ کرتے ہیں کہ جب آنحضرت صلعم نے فدک حضرت فاطمہؓ کو ہبہ کیا، تو اس کا ہبہ نامہ بھی لکھ دیا اور قبضہ بھی کرا دیا مگر کوئی روایت جس سے ثابت ہو کہ در حقیقت فدک پر حضرت فاطمہؓ کا قبضہ تھا سنیوں کی کتابوں سے پیش نہیں کی گئی مجرد دعویٰ ہی کیا گیا ہے جناب سید مرتضیٰ علم الہدیٰ شافی میں فرماتے ہیں کہ صاحب کتاب یعنی قاضی عبد الجبار جو اس بات سے انکار کرتے ہیں کہ فدک حضرت سیدہؓ کے قبضے میں تھا ہم اُس کے اس انکار پر کوئی حجت نہیں دیکھتے۔ اور گو جبیاؔ کہتے ہیں یہ ٹھیک ہے کہ اگر فدک آپ کے قبضے میں ہوتا تو وہ انھیں کا سمجھا جاتا لیکن یہ کیونکر معلوم ہوا کہ وہ ان کے قبضے سے نہیں نکال لیا گیا۔ اور جب کہ یہ بات طرق مختلفہ سے ثابت ہے کہ آیہ وآت ذاالقربیٰ حقہ کے نازل ہونے پر پیغمبر خدا نے آپ کو فدک دے دیا تو بغیر حجت کے اُس کے آپ کے قبضے میں ہونے سے انکار نہیں ہو سکتا۔ مگر کوئی ثبوت اس بات کا کہ در حقیقت فدک پر حضرت فاطمہؓ کا قبضہ تھا اور ان کی طرف سے کوئی وکیل انتظام کے لئے مامور تھا اور اُس کی آمدنی آپ کے پاس آتی تھی ہمارے یہاں کی کتابوں سے پیش نہیں کیا۔

مولوی دلدار علی کی قیاسی دلیل

اور جناب مولانا دلدار علی صاحب نے بھی سوائے قیاسی دلیل کے کوئی روایت عماد الاسلام میں بیان نہیں فرمائی جو کچھ انھوں نے ارشاد فرمایا وہ یہ ہے "المسئلة

الثانية ان فدک كانت في يد فاطمه يدل عليه اطباق الامامية وروایاتهم كما عرفت وايضا يدل عليه انك قد عرفت ان روايات العامة والامامية تدل على ان النبي كان مامورا باعطاء فاطمة فدک وكان اجبا عليه ان يرفع يده عنها ويجعلها تحت يد فاطمة وعقد الهبة بدون تسليم فدک لها لا يصح ولا يخرج رسول الله عما في ذمته من اداء امر الله تعالى لان الهبة بدون القبض والتسليم كلاهبة وايضا يدل عليه ما مر من

عبادۃ علمائهم المسطور فی الطرائف وایضا یدل علی کون فدک فی ید فاطمۃ رض انہ
استشھد ابوبکر فاطمۃ علی ما ادعتہ من النحلۃ فلو لم یکن فی یدھا لکان
الاستشھاد عبثا لانہ معلوم ان الھبۃ بدون القبض کلاھبۃ فح کان کافیا
لابی بکر ان یقول انک وان کنت صادقۃ فی ذلک لکنک تعلمین ان الھبۃ
بدون القبض لاتفید بل کان ھذا اولی لان فی الاستشھاد من بنت رسول
اللہ ورد شھادۃ امرأتین من اھل الجنۃ قباحۃ لایقدر احد علی اخفائھا۔

عبارت کا ترجمہ، یعنی "دوسرا مسئلہ اس بیان میں ہے کہ فدک حضرت فاطمہ رض کے قبضے میں تھا اور اس پر تمام امامیہ متفق اور اُن کی روایتیں اس پر شاہد ہیں اور نیز یہ بات بھی اس پر دلالت کرتی ہے کہ سنیوں اور شیعوں کی روایت سے یہ معلوم ہو چکا کہ پیغمبر ص مامور تھے کہ حضرت فاطمہ رض کو فدک عطا کریں اور ان پر واجب تھا کہ اپنا قبضہ اٹھا کر اُسے فاطمہ رض کے قبضے میں دے دیں کیونکہ عقد ہبہ بغیر اس کے کہ فدک فاطمہ رض کو تسلیم کر دیا جاوے پورا نہیں ہو سکتا تھا اور نہ پیغمبر خدا صلعم تعمیل حکم الٰہی سے بغیر اس کے سبکدوش ہو سکتے تھے اس لئے کہ ہبہ بغیر قبض و تسلیم کے مثل ہبہ نہ کرنے کے ہے۔ اور سوا اس کے اس بات کے ثبوت میں وہ بھی ہے جو سنیوں کے علما کی عبارت سے طرائف میں بیان کیا گیا ہے۔ اور نیز قبضۂ فدک کی یہ بھی دلیل ہے کہ ابوبکر رض نے فاطمہ رض سے شہادت مانگی اگر فدک آپ کے قبضے میں نہ ہوتا تو شہادت کا طلب کرنا عبث ہوتا اس لئے کہ یہ بات معلوم ہے کہ ہبہ بغیر قبض کالعدم ہے اور ایسی حالت میں ابوبکر کو یہ کہہ دینا کافی تھا کہ گو آپ اپنے دعوےٰ میں سچی ہیں مگر اتنا تو جانتی ہیں کہ ہبہ بغیر قبض کے مفید نہیں، اور یہ کہنا بہ نسبت طلب اور رد کرنے شہادت کے بہتر تھا"۔

طرائف میں کوئی روایت نہیں

فقط اس میں جناب مجتہد صاحب نے کچھ اشارہ طرائف کی طرف کیا ہے مگر وہ کتاب بھی اس وقت ہمارے سامنے ہے، اس میں کوئی روایت بھی ہمارے یہاں کی منقول نہیں ہے جس سے فدک پر حضرت فاطمہ رض کے قبضے کا ثبوت ہوتا ہو اگر کوئی روایت اس میں ہوتی تو ہم ضرور جہاں طرائف کی روایتوں کا ذکر ہے وہاں اسے بیان کرتے۔ اگر کسی کو شک ہو تو وہ طرائف دیکھے

اور کوئی ایک روایت بھی اس میں سے اس کے متعلق پیش کرے۔

قبضہ کا عدم ثبوت

حضرت مجتہد صاحب قبلہ کا کسی روایت کا نقل نہ کرنا خود ظاہر کرتا ہے کہ کوئی روایت متعلق قبضۂ فدک کے اُنھوں نے نہیں پائی اگر جھوٹی سچی قوی یا ضعیف اصلی یا وضعی کوئی بھی وہ روایت پاتے اُسے نقل کرنے سے نہ چھوڑتے۔ رہا یہ قیاس آپ کا کہ اگر حضرت فاطمہ رض کا قبضہ نہ کرا دیا ہوتا تو عقد ہبہ کیوں کر پورا ہوتا کیوں کہ بغیر قبضے کے ہبہ کا ہونا نہ ہونا برابر ہے اس بنیاد پر تھا کہ آیہ وآت ذاالقربیٰ حقہ کے نازل ہونے پر فدک حضرت فاطمہ رض کو دے دیا گیا۔ مگر جب ہم نے اُس بنیاد ہی کا باطل ہونا ثابت کر دیا تو جو کچھ آپ نے یہ قیاس لگایا تھا وہ بھی باطل ہو گیا اور قبضہ کا نہ ہونا اس وجہ سے ہمارے بیان کا مؤید ہوا اس لئے کہ اگر حقیقت میں آپ ص نے فدک ہبہ کر دیا ہوتا تو ضرور حضرت فاطمہ رض اُس پر قابض ہوتیں اور قبضہ ایک ایسی جاگیر پر جس کی آمدنی چالیس یا ستر ہزار دینار کی ہو اور تین چار برس تک حضرت فاطمہ رض اس پر قابض رہی ہوں اور اُن کے کارندے اس پر مامور ہوں اور جاگیر کی آمدنی اور غلہ ان کے پاس آتا رہا ہو ایسا معاملہ نہ تھا کہ وہ پوشیدہ رہتا یا کسی کے چھپائے چھپ سکتا۔ بلکہ شہادت وغیرہ پیش کرنے کی کوئی ضرورت ہی نہ ہوتی۔ اگر حضرت ابوبکر صدیق رض نے شہادت طلب فرمائی ہوتی تو اس کا یہ جواب کافی تھا کہ القبض دلیل الملک اور اسی کو آپ مہاجرین و انصار کے سامنے نہایت مدلل طور پر بیان فرما سکتی تھیں کہ خلیفۂ وقت کا ظلم و ستم میرے اوپر دیکھو کہ کل تک جس جاگیر پر میرا قبضہ تھا اور جس کا محاصل میرے پاس آتا تھا اُسے انھوں نے غصب کر لیا اور میرا قبضہ اٹھا دیا اور اب مجھ سے شہادت مانگتے ہیں۔ کیا قبضے سے بڑھ کر کوئی شہادت ہو سکتی ہے۔ اور کیا میرا قبضہ کوئی پوشیدہ امر تھا۔ کیا آپ کے اس ارشاد سے صحابہ پر اثر نہ ہوتا اور وہ خلیفۂ وقت کے حاکم کو ظالمانہ اور جابرانہ نہ سمجھتے۔ اور بالفرض ان سب نے ستانے ہی پہ کمر باندھی تھی اور سب اس ظلم کرنے پر آمادہ یا شریک تھے تو آپ کی حجت تو تمام ہو جاتی۔ جب کہ ایسی بڑی شہادت ہوتی ہوئی آپ نے پیش نہیں فرمائی اور قبضے پر نزد نہیں دیا اور اپنے تصرف کا اظہار نہیں فرمایا تو یہ امر خود اس بات کے لئے کافی ہے کہ حقیقت میں

قبضہ آپ کا فدک پر ہوا ہی نہ تھا اور جب قبضہ نہ تھا تو ہبہ کا ہونا نہ ہونا برابر تھا

ہبہ کا دعویٰ

جتنی کتابیں امامیہ کی ہم نے اوپر بیان کی ہیں اُن سب پر ہم ایک نظر ڈالتے ہیں کہ ان میں متعلق اس دعویٰ کے حضرات علمائے امامیہ نے ہماری طرف سے کیا ثبوت پیش کیا ہے۔

شافی میں بجواب مغنی کے جو کچھ لکھا گیا ہے اس کا مضمون زیادہ تر یہ ہے کہ حضرت فاطمہؓ فدک کے دعویٰ میں حق پر تھیں اور ان کا مانع اور شہادت کا طلب کرنے والا خطا پر۔ کیوں کہ بوجہ معصومہ ہونے کے آپ شہادت کی محتاج نہ تھیں مجرد آپ کا دعویٰ ہی کافی تھا۔ اور پھر آپ کی عصمت پر قرآنی شہادت آیہ اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَھْلَ الْبَیْتِ وَ یُطَھِّرَکُمْ تَطْھِیْرًا ۝ اے اہل بیت اللہ تم سے ناپاکی دور کرنا چاہتا ہے اور تمہیں خوب پاک کرنا چاہتا ہے ۝ سے پیش کی ہے۔ اور خزیمہ ذوالشہادتین کا قصہ نقل کر کے بہت کچھ دو تقریریں اس بات کو بیان کیا ہے کہ کیا حضرت فاطمہؑ ان سے بھی کم تھیں۔ اور کیا سوائے حق کہنے کے دوسرا شبہ اُن کی طرف ہو سکتا تھا۔ مگر کوئی صحیح روایت کہ جس سے یہ ثابت ہوتا کہ آپ نے فدک کے ہبہ کا دعویٰ کیا اور اُس پر شہادت طلب کی گئی پیش نہیں فرمائی۔ البتہ دو سرو پا روایتیں پیش کی ہیں مگر ان کی نسبت بھی یہ نہیں لکھا کہ وہ کس کتاب سے اُنھوں نے لی ہیں۔ بلکہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ روایتیں خود شیعوں کی ہیں۔

شافی کی روایت

چنانچہ پہلی روایت جو صفحہ ۲۳۵ شافی مطبوعہ ایران میں درج ہے یہ ہے کہ مروی ہے[1] کہ جب امیر المومنین علیؓ نے حضرت فاطمہؓ کی گواہی دی تو ابو بکرؓ نے ان کو فدک دینے کو لکھ دیا اور عمرؓ نے ان کے حکم پر اعتراض کر کے

[1] اصل عبارت یہ ہے وقد روی ان ابابکر لما شہد لہا امیر المومنین کتب بتسلیم فدک الیہا فاعترض عمر قضیتہ فخرق ما کتبہ روی ابراہیم ابن محمد ثقفی عن ابراہیم بن محمود قال حدثنا عیسٰے بن عبد اللہ بن محمد ابن عمر بن علی بن ابی طالب عن ابیہ عن جدہ عن جد ابیہ علی قال جاءت فاطمہ الی ابی بکر وقالت ان ابی اعطانی فدک وعلی یشہد وام ایمن

(باقی صہ ۱۳۵ پر)

اس کو پھاڑ ڈالا۔ چنانچہ ابراہیم بن محمد ثقفی نے روایت کی ہے ابراہیم بن میمون سے اور ان سے عیسٰی بن عبد اللہ بن محمد بن عمر بن علی بن ابی طالب سے اور عیسٰی نے اپنے باپ عبد اللہ سے اور عبد اللہ نے اپنے باپ محمد سے اور محمد نے اپنے دادا علی بن ابی طالب سے کہ فاطمہؑ ابو بکرؓ کے پاس آئیں اور فرمایا کہ میرے باپ نے مجھے فدک دے دیا تھا اور اس کے گواہ علی اور ام ایمن ہیں۔ ابو بکرؓ نے کہا کہ آپ بھی تو سچ فرماتی ہیں اچھا میں اس کو آپ کو دیتا ہوں اور پھر ایک چمڑے کا کاغذ منگا کر اس پر لکھ دیا۔ وہاں سے فاطمہ نکلیں تو عمر سے ملاقات ہوئی عمر نے کہا کہ آپ کہاں سے آئی ہیں فرمایا کہ ابو بکرؓ کے پاس سے۔ میں نے اُن سے یہ کہا تھا کہ رسول اللہ نے مجھے فدک دے دیا تھا اور علی اور ام ایمن اس کے گواہ ہیں تو ابو بکر نے فدک مجھے دے دیا اور وثیقہ لکھ دیا۔ عمر اُن سے اُس وثیقہ کو لے کر ابو بکرؓ کے پاس لوٹ کر آئے اور کہا کہ تم نے فاطمہؑ کو فدک دے کر وثیقہ بھی لکھ دیا ابو بکرؓ نے کہا ہاں۔ عمر نے کہا علی تو اپنے لئے بھی چاہتے ہیں اور ام ایمن صرف ایک عورت ہے اور وثیقہ پر تھوک کر اُس کو مٹا دیا یہ روایت مختلف طور پر سے مروی ہے جو شخص معلوم کرنا چاہے وہ دوسری کتابوں میں دیکھے۔ اہل سنت یہ نہیں کہہ سکتے کہ یہ از اخبار آحاد ہے۔ اور اگر ہو بھی تو کم سے کم اس کا حال تو یہ ہوگا کہ ظن کے موجب ہوگی اور اپنے خلاف مضمون کے یقینی ہونے کی مانع ہوگی انتہی۔

عمر بن عبد العزیز کا ردِ فدک

دوسری روایت عمر بن عبد العزیز کی رد فدک کے

بقیہ صفحہ ۱۳۴۔ قال ماکنت لتقولی الا الحق نعم قد اعطیتک ایاہا و دعا الصحیفہ من ادیم فکتب لہا فیہا فخرجت فلقیت عمر فقال من این جئت یا فاطمۃ قالت من عند ابی بکرا خبرتہ ان رسول اللہ اعطانی فدکا و علی یشہد وام ایمن فاعطانیہا وکتبہا لی فاخذ عمر منہا الکتاب ثم رجع الی ابی بکر فقال اعطیت فاطمۃ فدکا وکتبت بہا لہا قال نعم قال عمر علی یجر الی نفسہ وام ایمن امراۃ وبصق فی الصحیفہ ومحاہا وقد روی ہذا المعنی من وجوہ مختلفۃ من اراد الوقوف علیہا واستقصاء ہا اخذہا من مواضعہا ولیس لہم ان یقولوا انہا اخبار احاد ران کانت کذلک فاقل احوالہا ان یوجب الظن ویمنع من القطع علی خلاف معناہا۔ ۱۲ شافی۔

متعلق ہے جیساکہ[1] فرماتے ہیں کہ محمد بن زکریا غلابی اپنے شیوخ سے روایت کرتے ہیں اور ان کے شیوخ ابوالمقدام ہشام بن زیاد مولی آل عثمان سے کہ ہشام کہتے ہیں کہ جب عمر بن عبدالعزیز رض خلیفہ ہوئے تو انھوں نے آل فاطمہ رض پر فدک رد کردیا ۔ اور ابوبکر عمرو بن حزم والی مدینے کو یہ لکھ بھیجا کہ اگر میں تجھ کو یہ لکھوں کہ ایک بکری ذبح کرنا تو تجھے پوچھنا چاہیئے کہ منڈی ہو یا سینگ دار یا یہ لکھوں کہ ایک گائے ذبح کرنا تو تجھ کو اس کا رنگ دریافت کرنا چاہیئے ۔ جب میرا یہ پروانہ تیرے پاس پہنچے تو فدک کو اولادِ فاطمہ رض و علی رض پر تقسیم کر دے ۔ ابوالمقدام کہتے ہیں کہ بنوامیہ نے اس امر سے عمر بن عبدالعزیز رض پر نہایت شور مچایا اور کہا کہ تم نے شیخین کے فعل کی حقارت کی اور عمر بن عبس ایک لشکر کو فہ کا لے کر ان پر چڑھ آیا ۔ جب لوگوں نے بہت غوغا کیا تو عمر بن عبدالعزیز رض نے کہا کہ تم لوگ کچھ نہیں جانتے اور میں جانتا ہوں تم کو یاد نہیں مجھے یاد ہے مجھ سے ابوبکر محمد بن عمرو بن حزم نے اپنے باپ سے اور ان کے باپ نے ان کے دادا سے یہ حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے کہ فاطمہ ع میری جگر پارہ ہے جس سے اس کو رنج پہنچے اس سے مجھ کو پہنچتا ہے اور جس شے سے وہ خوش ہوں اُس سے میں خوش ہوتا ہوں ۔ اور فدک ابوبکر و عمر کے زمانے میں کسی کا نہ تھا ۔ پھر مروان اس کا مالک ہوا اور اس نے اس کو میرے باپ عبدالعزیز کو ہبہ کردیا پھر اس کے وارث میں اور میرے بھائی ہوئے ۔ میں نے ان سے درخواست

---

[1] اصل عبارت یہ ہے ۔ و قد روی محمد بن زکریا الغلابی عن شیوخہ عن ابی المقدام ہشام بن زیاد مولی آل عثمان قال لما ولی عمر بن عبدالعزیز فرد فدک علی ولد فاطمۃ و کتب الی والیہ علی المدینۃ ابی بکر عمرو بن حزم یامرہ بذالک فکتب الیہ ان فاطمۃ قد ولدت فی آل عثمان و آل فلان و آل فلان فکتب الیہ اما بعد فانی لو کنت کتبت الیک امرک ان تذبح شاۃ لسالتنی جماء او قرناء او کتبت الیک ان تذبح بقرۃ لسالتنی مالونہا فاذا اورد علیک کتابی ہذا فاقسمہا بین ولد فاطمۃ من علی قال ابوالمقدام فنقمت بنوامیہ ذلک علی عمر بن عبدالعزیز و عاتبوہ فیہ و قالوا لہ ہجنت فعل الشیخین و خرج الیہ عمر بن عبس فی جماعۃ من اہل الکوفۃ فلما عاتبوہ علی فعلہ قال انکم جہلتم و علمت و نسیتم و ذکرت ان ابابکر محمد بن عمرو بن حزم حدثنی عن ابیہ عن جدہ ان رسول اللہ قال فاطمۃ بضعۃ منی یسخطنی ما یسخطہا و یرضنی ما یرضہا و ان فدک کانت صافیۃ علی عہد ابی بکر و عمر ثم صار امرہا الی مروان فوہبہا لابی عبدالعزیز فورثتہا انا و اخوتی فسالتہم ان یبیعونی حصتہم منہا فمنہم من وہب لی حتی استجمعتہا فرایت ان اردہا علی ولد فاطمۃ فقالوا ان ابیت الا ہذا فامسک الاصل واقسم الغلۃ ففعل ۱۲ شافی صفحہ ۲۳۶ ۔

کی کہ وہ اپنا حصہ میرے ہاتھ فروخت کردیں ان میں سے بعض نے میرے ہاتھ فروخت کردیا اور بعض نے مجھے ہبہ کردیا یہاں تک کہ میں سب کا مالک ہوگیا ۔ اب میں نے بہتر یہ دیکھی کہ میں اس کو اولادِ فاطمہ پر رد کردوں ۔ اس پر لوگوں نے کہا کہ اگر تم نے یہ کیا ہے تو اس کی اصل اپنے قبضے میں رہنے دو اور غلّے کو تقسیم کرادو ۔ تو عمر بن عبدالعزیز نے یوں ہی کردیا ۔

مامون کے فیصلے

صاحب تلخیص شافی نے بھی انہیں دونوں روایتوں کو بیان کیا ہے مگر انھوں نے بھی منقول عنہ کتاب کا حوالہ نہیں دیا جس سے معلوم ہوا کہ انھوں نے سُنیوں کی کسی کتاب سے نقل کیا ہے اور ان دو روایتوں کے نقل کرنے کے بعد بلاحوالۂ سند مامون کا قصہ کہ انھوں نے فدک آل فاطمہ ع کو واپس کیا لکھا ہے کما قال و مما یدل علی صحۃ دعوہا النحل وان ذلک کان معروفا شائعا ما کان من عمر بن عبدالعزیز من رد فدک علی ولدہا لما تبین ان الحق کان معہا و کذلک فعل المامون فانہ نصب لہا وکیلا و وکیلا لابی بکر و جلس للقضاء وحکم لہا بذلک ولو لم یکن الامر معروفا معلوما کما فعلوا ذلک مع موضعہم من الخلافۃ و سلطانہم الذی ارادوا حفظ قلوب الرعیۃ وان لا یفعلوا ما یؤدی الی تنفیرہم و لیس لاحد ہم ان ینکر ذلک و یدفعہ لان الامر فی ذلک اظہر من ان یخفی ۔ کہ حضرت فاطمہ ع کے دعوی ہبہ کی صحت پر دلالت کرنے والی باتوں میں سے ایک عمر بن عبدالعزیز کا قصہ ہے کہ انھوں نے فاطمہ رض کی اولاد کو فدک واپس کردیا جب کہ ان پر یہ ثابت ہوگیا کہ فاطمہ ع حق پر تھیں اور اسی طرح مامون نے کیا کہ انھوں نے ایک مجلس قائم کی اور اس میں ابوبکر و فاطمہ ع دونوں کی طرف سے وکیل مقرر کئے اور خود فیصلہ کیا اور فدک آل فاطمہ کو واپس کیا اگر یہ بات کہ فدک کا دعویٰ فاطمہ رض نے کیا ہے مشہور اور معلوم نہ ہوتی تو باوجود خلیفہ ہونے اور صاحب سلطنت ہونے کے وہ کبھی ایسا نہ کرتے کیونکہ خیال رعایا کے دلوں کا اُن کو کرنا ضروری تھا ۔ اور ایسی بات جس سے وہ شور مچاویں کبھی نہ کرتے ۔ اگر اُن کے نزدیک وہ بات حق نہ ہوتی ۔ اور اس بات کا کوئی انکار تو کر ہی نہیں سکتا کیونکہ یہ بات ظاہر ہے کہ چھپائے چھپ نہیں سکتی ۔ (دیکھو صفحہ ۴۰۹ مطبوعہ ایران)

واقدی کی روایت

علامہ حلی نے کتاب کشف الحق میں ایک روایت واقدی کی لکھی ہے چنانچہ وہ فرماتے ہیں کہ واقدی[1] اور دوسرے ناقلین اخبار اہل سنت نے روایت اور اخبار صحیحہ میں ذکر کیا ہے کہ پیغمبر خدا صلعم نے جب خیبر کو فتح کیا تو ایک گاؤں یہود کے دیہات سے اپنے لئے خاص کر لیا اور فاطمہؑ کو بحکم خدا دے دیا (جتنا حصہ متعلق ہبہ کے تھا وہ اوپر ہم نقل کر چکے) بعد وفات آنحضرت صلعم کے جب ابوبکرؓ خلیفہ ہوئے تو انہوں نے فدک سے فاطمہؑ کو روکا اس پر حضرت فاطمہؓ نے اس کی واپسی کا دعویٰ کیا اور کہا کہ یہ میرا ہے۔ ابوبکرؓ نے اس کی واپسی سے انکار کیا پھر ابوبکرؓ نے کہا کہ جو آپ کے باپ نے آپ کو دیا ہے اسے میں نہیں روک سکتا اور ارادہ کیا کہ ان کو اس کے متعلق سند لکھ دیں مگر عمرؓ بن خطاب نے ان کو اس سے روکا اور کہا کہ فاطمہ ایک عورت ہیں جس بات کا وہ دعویٰ کرتی ہیں اس کے لئے ان سے شہادت مانگنی چاہیئے اس پر ابوبکرؓ نے شہادت پیش کرنے کا حکم دیا تب حضرت فاطمہؑ ام ایمن اور اسماء بنت عمیس کو مع علی کے لائیں اور ان سب نے شہادت دی۔ تب ابوبکرؓ نے سند لکھ دی مگر جب یہ خبر عمرؓ کو پہنچی تو انھوں نے اس کا غذ کو لے کر مٹا دیا اس پر جناب سیدہ نے قسم کھائی کہ ان دونوں سے بات نہ کریں گی اور ہمیشہ اُن سے ناراض رہیں۔

مامون کا حکم ؟

دوسری روایت مامون کی لکھی ہے جس میں کسی کتاب یا سند کا حوالہ نہیں وہ یہ ہے جمع المامون الف نفس من الفقهاء و تناظروا وادی بحثهم الی رد فدک علی العلويين من ولدها فردها عليهم

[1] وروی الواقدی وغیرہ من نقلۃ الاخبار عندہم وذکروہ فی الاخبار الصحیحۃ ان النبی لما افتتح خیبر اصطفی قری من قری الیہود فنزل جبریل بہذہ الآیۃ وآت ذا القربیٰ حقہ فقال محمد ومن ذو القربیٰ وما حقہ قال فاطمۃ فدفع الیہا فدک والعوالی فاستغلتہا حتی توفی ابوہا علیہ الصلوٰۃ والسلام فلما بویع ابوبکر منعہا وکلمتہ فی ردہا الیہا وقالت انہا لی وان ابی دفعہا الیہا فقال ابوبکر فلا امنعک ما دفع الیک ابوک فاراد ان یکتب لہا کتابا فاستوقفہ عمر بن الخطاب وقال انہا امراۃ فطالبہا بالبینۃ علی ما ادعت فامرہا ابوبکر فجاءت بام ایمن واسماء بنت عمیس مع علی فشہدوا بذلک فکتب لہا ابوبکر فبلغ ذلک عمر فاخذ الصحیفۃ فمحاہا فحلفت ان لا تکلمہما وماتت وہی ساخطۃ علیہما ۱۲ - احقاق الحق صفحہ ۱۴۸

کہ مامون نے ہزار فقیہوں کو جمع کیا اور فدک کے متعلق مباحثہ کرایا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ فدک فاطمہ کا ثابت ہوا اور مامون نے اُسے فاطمہؑ کی اولاد کو واپس کر دیا۔

ابوہلال عسکری کی روایت

تیسری روایت متعلق قصہ عمرؓ بن عبدالعزیز کے ابوہلال عسکری کی کتاب اخبار الاوائل سے بیان کی ہے اور وہ یہ ہے کہ ابوہلال[1] عسکری نے کتاب اخبار الاوائل میں ذکر کیا ہے کہ عمر بن عبدالعزیزؓ اول آن لوگوں میں سے ہیں جنہوں نے فدک فاطمہؑ کے وارثوں کو واپس کیا۔

علامہ فضل کی تردید کا جواب

علامہ فضل بن روزبہان نے اپنی کتاب ابطال الباطل میں جو کشف الحق کے جواب میں لکھی ہے ان بے بنیاد قصوں کی نسبت یہ جواب دیا ہے وامادعوی فاطمة فلم يصح فى الصحاح ويذكرونها نقلة الاخبار من ارباب التواريخ ومجرد نقلهم لا يصير سببا للقدح فى الخلفاء کہ حضرت فاطمہؓ کا دعویٰ کرنا صحاح میں ثابت نہیں ہے اور جو کچھ اہل تواریخ اور ناقلان اخبار ذکر کرتے ہیں فقط ان کے غلط سلط نقل کر دینے سے خلفاءؓ پر الزام عائد نہیں ہو سکتا۔ اس کے جواب میں قاضی نوراللہ تستری نے احقاق الحق میں کوئی مستند روایت پیش نہیں کی اور دو بے سروپا قول نقل کئے ہیں ایک معجم البلدان سے کہ اس میں فدک کے ذکر میں یہ لکھا ہے۔ وهى التى قالت فاطمةؓ ان رسول اللهؐ نحلتها فقال ابوبكر اريد بذلك شهودا ولها قصة کہ فدک وہی ہے جس کے لئے فاطمہؑ نے دعویٰ کیا تھا کہ پیغمبر خدا صلعم نے انھیں ہبہ کر دیا ہے اور جس پر ابوبکر نے کہا تھا کہ اس کے لئے شہادت چاہیئے اور اس کا ایک قصہ ہے۔

[1] وذکر ابوہلال العسکری فی کتاب اخبار الاوائل ان اول من رد فدک علی ورثۃ فاطمۃ عمر بن عبدالعزیز وکان معاویہ قطعہا لمروان بن الحکم وعمرو بن عثمان ویزید ابنہ اثلاثا ثم غصب فردہا علیہم السفاح ثم غصبت فردہا علیہم المہدی ثم غصبت فردہا علیہم المامون ثم قال عن ابی ہلال ثم غصبت فردہا علیہم الواثق ثم غصبت فردہا علیہم المستنصر المعتمد ثم غصبت فردہا المعتضد ثم غصبت فردہا الراضی مع ان ابابکر اعطی جابر بن عبداللہ عطیۃ ادعاہا علی رسول اللہ من غیر بینۃ وحضر جابر بن عبداللہ وذکر ان النبی وعدہ ان یحثو لہ ثلاث حثیات من مال البحرین فاعطاہا ذلک ولم یطالبہ البینۃ مع ان العدۃ لا یجب الوفاء بہا والہبۃ لکونہا مع التصرف توجب التملیک فاقل المراتب انہ کان تحری فاطمہ مجراہا ۱۲ احقاق الحق صفحہ ۱۴۸

فدک کے بارے میں خلفاء کا طریقہ

دوسرے عمر بن عبدالعزیز اور مامون کے رد فدک کا قصہ۔ مگر اس میں بھی کسی منقول عنہ کتاب یا سند کا ذکر نہیں کیا مجملاً یوں لکھا ہے کہ جب عمر بن عبدالعزیز[۱] خلیفہ ہوئے تو انھوں نے عامل مدینہ کو فدک کے واپس کرنے کو اولاد فاطمہ پر لکھ بھیجا پھر فدک خلافت عمر بن عبدالعزیزؓ میں اولاد فاطمہ ہی کے قبضے میں رہا۔ جب یزید بن عبدالملک خلیفہ ہوا تو اس نے پھر لے لیا اور پھر بنوامیہ کے ہی قبضے میں رہا یہاں تک کہ ابوالعباس سفاح خلیفہ ہوا کہ اس نے حسن بن علی بن ابی طالب کو دے دیا اور وہی اس کے منتظر رہے اور علویوں میں اس کو تقسیم کرتے رہے۔ جب منصور خلیفہ ہوا اور اس پر اولاد حسنؑ نے خروج کیا تو اس نے ان سے پھر لے لیا۔ پھر جب مہدی بن منصور والیٔ خلافت ہوا تو اس نے اس کو ان پر واپس کر دیا پھر اس کو موسیٰ ہادی نے لے لیا اور جو اس کے بعد خلیفہ ہوئے زمانہ مامون تک اسی طرح رہا۔ پھر مامون کے پاس اولاد علی نے آکر اس کا مطالبہ کیا تو اس نے حکم دیا کہ یہ ایک وثیقہ پر لکھ دیا جائے اور وہ لکھ کر مامون کو سنا دیا گیا۔ دعبل شاعر کھڑا ہوا اور اس نے یہ شعر پڑھا ے اصبح وجہ الزمان الخ یعنی آج زمانہ بہت خوش ہے کہ مامون نے بنی ہاشم کو فدک دے دیا۔ اور فدک کے باب میں بہت سا اختلاف پیغمبر صلعم کی وفات کے بعد راویوں کی وجہ سے ہوتا ہے کہ ہر شخص اپنی اپنی خواہش کے موافق روایت کرتا ہے۔" معجم البلدان کی عبارت یہاں تک تھی۔

سیوطی کی روایت : اور ایک روایت شیخ جلال الدین سیوطی کی تاریخ الخلفاء سے لکھی

---

[۱] لما ولی عمر بن عبدالعزیز الخلافۃ کتب الی عاملہ بالمدینۃ یامرہ برد فدک الی ولد فاطمۃ فکانت فی ایدیہم ایام عمر بن عبدالعزیز فلما ولی یزید بن عبدالملک قبضہا فلم یزل فی ایدی بنی امیۃ حتی ولی ابوالعباس السفاح الخلافۃ فدفعہا الی الحسن بن الحسن بن علی بن ابی طالب فکان ہو القیم علیہا یفرقہا فی بنی علی بن ابی طالب فلما ولی منصور وخرج علیہ بنوا الحسن قبضہا عنہم فلما ولی المہدی بن المنصور الخلافۃ اعادہا علیہم ثم قبضہا موسی الہادی ومن بعدہ الی ایام المامون فجاء بنو علی فطالبہا فامر ان یسجل لہم بہا فکتب السجل قرأ علی المامون فقام دعبل وانشد شعراء ے اصبح وجہ الزمان قد ضحکا ؛ برد مامون ہاشما فدکا ؛ وفی فدک اختلاف کثیر فی امرہا بعد النبیؐ من رواۃ اخبرہا بحسب الاہواء وشدۃ المراء انتہی کلام المعجم ۱۲۔ احقاق الحق صفحہ ۱۱۲

ہے جس میں عمر بن عبدالعزیزؓ کے رد فدک کا مختصراً بیان ہے چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ یہ امر خلاف ہے اس روایت کے بھی جو شیخ جلال الدین سیوطی شافعی نے تاریخ الخلفاء میں لکھی ہے کہ ابوبکرؓ و عمرؓ کے زمانہ میں فدک ویسا ہی رہا پھر اس میں مروان نے قطع و برید کی۔ اور عمر بن عبدالعزیزؓ نے فدک بنی ہاشم کو لوٹا دیا۔ اور یہ بھی مروی ہے کہ اولاد فاطمہؑ کو لوٹا دیا انتہیٰ۔[۱]

کثیر روایات کا دعویٰ

اور سوائے اس روایت کے اگرچہ اور کوئی سند جناب قاضی نوراللہ نے پیش نہیں کی مگر اجمالاً ایک مقام پر لکھا ہے کہ اور بھی بہت طریقوں سے ہبہ کے دعویٰ کی روایتیں بیان کی گئی ہیں کما قال فاما دعوی النحلۃ فقد مر نقلا عن کتاب المعجم وقد روی من عدۃ طرق من طریق غیرہ ایضا۔ احقاق الحق صفحہ ۱۱۲ ● ہبہ کا دعویٰ کتاب معجم سے نقل کر کے اوپر گذر چکا ہے اور اس کے علاوہ اور بھی مختلف کتب میں آیا ہے۔

قاضی نوراللہ کا بیان

اور دوسرے مقام پہ فرمایا ہے" کہ فاطمہؑ کا دعویٰ فدک[۲] ایسا مشہور ہے کہ کتب صحاح میں اس کی صحت کے طلب کی ضرورت نہیں کیونکہ اس کی خبر تمام علماء اور جہلاء اور عوام و خواص سب کو معلوم ہے اور اب ہے

---

[۱] کما قال وایضا ینافض ذلک ما رواہ الشیخ جلال الدین السیوطی الشافعی فی تاریخ الخلفاء من ان فدکا کان بعد ذلک حیوۃ ابی بکر ثم عمر اقتطعہا مروان ثم عمر بن عبدالعزیز قد رد فدکا الی بنی ہاشم وروی ایضا انہ ردہا الی اولاد فاطمہ انتہی ۱۲ ۔ احقاق الحق صفحہ ۱۱۲ ۔

[۲] واما دعوی فاطمۃ فدکا فاشہر من ان یطلب صحتہا فی کتب الصحاح از قد عم خبرہا العلماء والجہال والسادۃ والاتباع والرؤس والاذناب وقد تمثل بہ قبل ذلک بخمس مائۃ سنہ بعض حکماء الشعراء بقولہ ے ملک بخشا بندہ در حرمان میمون خدمتت ؛ چوں خلافت بی علی بود ست بی زہرا فدک۔ واما ما ذکرہ من ان مجرد نقل اہل التواریخ لا یصیر حجۃ وسیما القدح فی الخلفاء نفسیہ ان ما اشتمل علیہ کتب التواریخ من جملۃ العلوم النقلیۃ فتثبت بما تثبت بہ غیرہ من الامور النقلیۃ وقد تقرر فی الاصول ان خبر العدل الواحد فی النقلیات فی تثبت بہ واذا بلغ الی حد الشہرۃ والتواتر المعنوی استغنی عن التعدیل والمصنف لم یتمسک بہنا بمجرد روایۃ الواقدی بل صرح بغیرہ وانتشا القدر الکثرۃ الاخبار المحکوم علیہا بالصحۃ عند الخصم وایدہ بما روی من مناظرۃ الف نفس من الفقہا ایام المامون فی ذلک والمکملہ بالحدیثین باقی صفحہ ۱۴۲ پر

پانچ سو برس پہلے بعض حکما و شعرا نے بھی اس کو مثل میں بیان کیا ہے ؎

ملک بخشاینده در حرمان میمون خدمتت چوں خلافت بی علی بود است بی زہرا فدک

مجیب نے جو ذکر کیا ہے کہ صرف ارباب تواریخ کا نقل کر دینا قدح خلفا کے لئے کافی نہیں تو اس میں یہ بات ہے کہ اگر کتب تواریخ میں وہ امور نقلی ہیں جو اور کتابوں سے بھی ثابت ہوتے ہیں تو وہ ضرور ثابت و صحیح ہوں گے اور اصول میں یہ مقرر ہو چکا ہے کہ نقلیات میں ایک شخص عادل کی خبر کافی ہوتی ہے اور اگر شہرت اور تواتر معنوی کی حد کو پہنچ جائے تو تعدیل کی بھی ضرورت نہیں رہتی ہے مصنف علی نے یہاں صرف واقدی ہی کی روایت سے تمسک نہیں کیا بلکہ اوروں کی بھی تصریح کی ہے اور اُن اخبار کا اشارہ کیا ہے جو خصم کے نزدیک صحیح مانے گئے ہیں اور اس کی تائید اُس مناظرے سے کی ہے جو ایام مامون میں اس بارہ میں ہزار فقہا کے سامنے ہوا تھا۔ اور اُن دو حدیثوں سے جو سید الحفاظ اور صدر الائمہ اہل سنت سے مروی ہیں اس کی تکمیل کی ہے مصنف علی کے ذمہ اسی قدر ہے کہ نقل کی تصحیح کر دیں اگر خصم انکار کرے ورنہ خصم کو چاہیئے کہ اپنے انکار سے باز آئے" (انتہی)

اگرچہ اس میں قاضی نور اللہ صاحب فرماتے ہیں کہ مصنف نے اور روایتوں کا بھی حوالہ دیا ہے مگر ہمیں تو کوئی روایت کتاب کشف الحق میں نہیں ملی سوائے ان کے جن کو ہم نے نقل کیا ہے۔ اور نہ قاضی صاحب نے اپنی احقاق الحق میں سوائے مجرد دعویٰ شہرت کے کوئی روایت یا کوئی سند پیش فرمائی ہے۔ دونوں کتابیں ایران کے چھاپے کی موجود ہیں جو کوئی چاہے دیکھ لے۔

(بقیہ صفحہ ۱۴۱) المرویین عن سید الحفاظ اہل السنۃ و صدر ائمتہم ولیس علیہ الا تصحیح النقل ان انکر الناصب وجودہ و الا فلیترک ستغبہ وجحودہ انتہی کا مر سید الحفاظ کی روایت کا جو احقاق الحق میں ذکر کیا ہے وہ متعلق دعویٰ فدک کے نہیں ہے بلکہ ہبہ فدک کے ہے جسے ہم اوپر ذکر کر چکے اور صدر الائمہ کی روایت بھی دعویٰ ہبہ سے غیر متعلق ہے۔

چنانچہ یہ دونوں روایتیں جو کشف الحق میں بیان کی گئی ہیں یہ ہیں :-

وقد روی سید الحفاظ ابن مردویہ باسنادہ الی ابی سعید قال لما نزلت وآت ذا القربی حقہ دعا رسول اللہ فاطمۃ فاعطاہا فدک وقد روی صدر الائمۃ اخطب خوارزم الموفق بن احمد المکی قال ومما سمعت فی المعادیہ باسنادی عن ابن عباس قال قال رسول اللہ یا علی ان اللہ زوجک فاطمۃ وجعل صداقہا الارض فمن مشی علیہا مبغضا لہا مشی حراما (احقاق الحق ص ۱۴۸) ۱۲ منہ

طرائف کی بے بنیاد روایات

طرائف میں بھی اگرچہ جناب ثقۃ الاسلام نے بہت کچھ قلم کا زور دکھایا اور بہت کچھ زبان درازی فرمائی ہے مگر کوئی صحیح روایت اور کوئی سند آپ نے بھی متعلق دعویٰ ہبہ فدک کے پیش نہیں فرمائی۔ اُن کی طرائف مطبوعہ بمبئی میں صفحہ ۷۱ سے تا صفحہ ۸۰ فدک کا بیان ہے مگر اس میں متعلق اس دعویٰ کے سوائے مامون کے قصے اور عمر بن عبد العزیز کی حکایت کے ایک روایت بھی درج نہیں ہے۔ جس میں یہ لکھا ہو کہ حضرت سیدہ رضہ نے فدک کا دعویٰ ابو بکر صدیق رضہ کے سامنے کیا اور انھوں نے شہادت طلب کی اور اُسے رد کیا۔ صرف معمولی سب و شتم پر کفایت کی ہے۔ اور عوام کے دلوں میں شبہ پیدا کرنے کے لئے قوت بیانیہ کا زور دکھایا ہے کہ باوجودیکہ فاطمہ رضہ معصوم تھیں اور باوجودیکہ حضرت علی رضہ نے شہادت دی اور حضرت ام ایمن نے بھی تصدیق کی مگر ابو بکر رضہ نے ان سب کو جھوٹا قرار دیا اور ان کے دعویٰ کی نسبت یہ خیال کیا کہ وہ اپنے جلب منفعت کے لئے حقوق مسلمین کا غصب کرنا چاہتی ہیں۔ تاکہ ان باتوں کو سن کر لوگ پریشان ہوں اور ان کے دلوں میں حضرت ابو بکر رضہ کی طرف سے شبہ پیدا ہو۔ مگر جب کہ نہ دعویٰ ہبہ کا پیش ہوا نہ شہادت مانگی گئی نہ اس کی تردید ہوئی بلکہ یہ سب جھوٹی باتیں اور بنائی ہوئی کہانیاں اور جن علمائے اہل سنت نے اس کا جواب دیا ہے وہ محض علی سبیل التسلیم والفرض ہے تو یہ ساری خوش تقریریں لغو اور فضول ہیں۔ ان کا کام تھا کہ اول بنیاد ثابت کرتے اور کوئی ایک بھی صحیح روایت متعلق اس دعویٰ کے ہمارے یہاں سے پیش فرماتے پھر جو دل چاہتا وہ لکھتے۔ اور جو کچھ قلم کا زور دکھانا تھا وہ دکھاتے۔ بے بنیاد بات اور جھوٹے قصے پر ساری لن ترانیاں ہنسنے کے قابل ہیں۔

عہد مامون کا جھوٹا قصہ

ان کی کتاب طرائف میں جو روایت متعلق قصہ مامون کے ہے اسے وہ یوں لکھتے ہیں کہ عجیب عزیب ماجرا یہ ہے کہ باوجودیکہ فاطمہ رضہ بنت رسول کی بزرگی اور جلالت و طہارت کا اقرار کرتے بھی تھے مگر اُن پر طرح طرح کے ظلم و ستم کئے اور ان کی اور ان کے باپ کی حرمت کو پامال کیا۔ اور باوجودیکہ حضرت فاطمہ رضہ کا زنان اہل جنت کی سیدہ ہونے کی تصدیق کرتے تھے مگر ان کو ایذا دی اور طرح طرح سے ستایا چنانچہ اہل تواریخ نے ایک طویل رسالے میں جو مامون خلیفہ عباسی کے حکم سے موسم حج میں

لکھا اور پڑھا گیا اس کا بیان کیا ہے۔ صاحب تاریخ عباسی نے اُسے لکھا ہے۔ اور ردمی فقیہ صاحب تاریخ نے بھی اُن حوادث میں جو سنہ ۲۱۲ھ میں ہوئے اس کی طرف اشارہ کیا ہے اور اس کا قصہ یہ ہے کہ اولادِ حسنین ؑ نے اپنے قضیئے کا مرافعہ خلیفہ مامون کے سامنے اس دعوٰی سے پیش کیا کہ فدک اور عوالی اُن کی والدہ فاطمہؓ بنت محمدؐ نبی کا تھا۔ ابوبکر نے اُن کے قبضے سے اس کو ناحق لے لیا اب ہم اپنا انصاف اور ظلم کا انکشاف چاہتے ہیں اسی پر مامون نے علمائے حجاز و عراق کے دو سو علماء کو جمع کیا اور نہایت تاکید کی کہ ادائے امانت اور اتباعِ صدق کریں۔ اور ورثہ فاطمہؓ نے جو پیش کیا تھا ان سے بیان کیا اور پوچھا تمہارے نزدیک اس باب میں کوئی حدیث صحیح ہے۔ اور اسی باب میں بہت لوگوں نے بشر بن الولید اور واقدی اور بشر بن غیاث سے حدیثیں روایت کی ہیں کہ یہ سب ان احادیث کو اپنے نبی محمدؐ تک پہونچاتے ہیں کہ جب خیبر فتح ہو گیا تو آپ نے یہود کے گاؤں میں سے ایک گاؤں اپنے لئے خاص کر لیا۔ پھر جبرئیلؑ نازل ہوئے اور یہ آیت لائے وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ آپ نے پوچھا کہ ذی القربٰی کون لوگ ہیں اور ان کا حق کیا ہے۔ جبرئیلؑ نے کہا فاطمہؑ ہیں پھر آپ نے فدک ان کو دے دیا۔ اس کے بعد پھر ان کو عوالی دیا۔ اور مستقل طور پر فاطمہؓ کے پاس رہے۔ یہاں تک کہ ان کے والد بزرگوار محمدؐ نے وفات پائی۔ جب ابوبکر سے بیعت ہوئی تو اُنھوں نے کہا کہ میں اس شے کو جس کو تمہارے باپ نے تم کو دی ہے روک نہیں سکتا اور یہ چاہا کہ ان کو ایک وثیقہ لکھ دیں کہ ابوبکرؓ کو عمر بن خطابؓ نے ہوشیار کیا اور کہا کہ یہ ایک عورت ہیں ان سے گواہ طلب کرو۔ ابوبکرؓ نے حکم دیا کہ گواہ لاؤ۔ تو فاطمہؓ اُم ایمن اور اسماء بنت عمیس کو مع علی بن ابی طالبؓ کے گواہ لائیں۔ پھر یہ خبر عمرؓ کو پہنچی تو وہ ابوبکرؓ کے پاس آئے۔ اور ابوبکرؓ نے اس ماجرے کو ان سے کہا کہ ان سب نے گواہی ان کے دعوٰی کی دی اور فاطمہؓ کے لئے ایک وثیقہ لکھ دیا عمرؓ نے وہ وثیقہ لے لیا اور کہا کہ فاطمہؓ ایک عورت ہیں اور علیؓ اُس کے شوہر ہیں اپنا نفع چاہتے ہیں اور شہادت دو عورتوں کی بے مرد کے درست نہیں ہوتی۔ ابوبکرؓ نے اس خبر کو فاطمہؓ سے کہلا بھیجا آپ نے قسم کھا کر فرمایا کہ خدا وہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں کہ ان لوگوں نے شہادتِ حق ادا کی تھی۔ پھر ابوبکرؓ نے کہا کہ شاید آپ سچی ہوں لیکن اور گواہ لائیے جو اپنا نفع نہ چاہتا ہو۔ انہوں

نے کہا کہ تم نے میرے باپ رسول اللہؐ سے یہ نہیں سُنا کہ فرماتے تھے کہ اسماء بنت عمیس اور ام ایمن اہلِ جنت سے ہیں دونوں نے کہا ہاں آپ نے کہا کہ وہ عورتیں کہ اہلِ جنت سے ہوں وہ باطل گواہی دے سکتی ہیں۔ پھر آپ خفا ہوتی ہوئی گھر کو لوٹ آئیں۔ اور اپنے باپ سے پکار کر کہتی تھیں کہ میرے باپ نے مجھ کو یہ خبر دی ہے کہ سب سے اوّل میں اُن سے ملوں گی۔ قسم ہے خدا کی کہ میں اس کی شکایت اُن سے کروں گی۔ پھر وہ مریض ہو گئیں اور علیؑ کو وصیت کی کہ ابوبکرؓ و عمرؓ اُن کی نماز نہ پڑھیں اور آپ نے ان دونوں کو چھوڑ دیا اور اُن سے بات نہ کرتی تھیں حتیٰ کہ آپ کا انتقال ہُوا۔ اور علیؓ اور عباسؓ نے آپ کو رات میں دفن کیا پس مامون نے اسی مجلس میں اسی دن اولاد فاطمہ کو فدک دے دیا۔

عُلماء کا مناظرہ پھر دوسرے روز ایک ہزار علماء و فقہا کو بلایا اور ان سے صورتِ حال بیان کی اور ان کو اللہ کا خوف دلایا اور ان سب نے آپس میں مناظرہ کیا پھر ان کے دو فریق ہوگئے۔ ایک فریق ان میں یہ کہتا تھا کہ ہمارے نزدیک شوہر اپنا نفع چاہتا ہے تو اس کی شہادت قبول نہیں ہوسکتی لیکن ہم خیال کرتے ہیں کہ حلف فاطمہؓ نے ان کے دعوٰی کو ثابت کر دیا تھا مع دو عورتوں کی شہادت کے اور ایک فریق یہ کہتا تھا کہ ہم علین و شہادت پر حکم لازم نہیں سمجھتے لیکن زوج کی شہادت جائز ہے اور ہم اس کو اپنا نفع چاہنے والا نہیں خیال کرتے اور ان کی شہادت دو عورتوں کی شہادت پر فاطمہؓ کے دعوٰے کو ثابت کرتی ہے۔ غرض ان دونوں فریق کا باوجود اختلاف کے اس امر پر اتفاق تھا کہ فدک و عوالی کا استحقاق فاطمہؓ کو تھا۔ اس کے بعد مامون نے اُن سے فضائل علیؓ کو دریافت کیا۔ تو اُنھوں نے ان کے باپ سے اُن سے بہت سے فضائل بیان کئے پھر ام ایمن اور اسماء بنت عمیس کا حال دریافت کیا تو انھوں نے اپنے نبی محمدؐ سے روایت کی کہ وہ دونوں اہلِ جنت سے ہیں۔ مامون نے کہا کہ یہ ہوسکتا ہے کہ یہ کہا جائے یا اعتقاد کیا جائے کہ علی بن ابی طالبؓ باوجود ورع و زہد کے فاطمہؓ کے لئے جھوٹی گواہی دیں حالانکہ خدا اور رسول اُن کے فضائل بیان کرتے ہیں۔ یا یہ ہوسکتا ہے کہ ان کے علم و فضل کا اعتقاد رکھ کر یہ کہا جائے کہ وہ ایسی شہادت دینے کو تیار ہو جائیں جس کا خود حکم نہ جانتے ہوں۔ اور کیا یہ جائز ہوسکتا ہے کہ فاطمہؓ

باوجود عبادت وعصمت اور نساء عالمین و نساء اہل جنت کے سیدہ ہونے کے جس کی تم روایت کرتے ہو ایسی شے طلب کریں جو ان کی نہ ہو اور تمام مسلمانوں پر ظلم پسند کریں اور اس پر اللہ لا الٰہ الا ہو کی قسم کھا دیں۔ یا یہ جائز ہے کہ ام ایمن اور اسماء بنت عمیس جھوٹی گواہی دیں حالانکہ وہ اہل جنت سے ہوں۔ بے شک فاطمہؑ پر طعن کرنا کتاب اللہ پر طعن کرنا ہے اور دین میں الحاد ہے۔ کبھی ہو نہیں ہو سکتا کہ یہ بات اس طرح ہوئی ہو۔

بے گواہ فیصلے

پھر مامون نے ان سے معارضہ اس حدیث سے کیا جس کو انھوں نے روایت کیا ہے کہ علیؑ ابن ابی طالب نے بعد وفات آنحضرت صلعم کے منادی کرائی کہ جس کسی کا رسول اللہؐ پر قرضہ ہو یا کوئی وعدہ ہو تو وہ میرے پاس آئے۔ تو بہت سے لوگ آپ کے پاس آئے اور انھوں نے جو بیان کیا آپ نے بے گواہ طلب کئے ان کو دے دیا۔ اور ابوبکرؓ نے بھی اسی قسم کی منادی کرائی جو جریر بن عبداللہ نے آنحضرتؐ پر ایک وعدہ کا دعویٰ کیا اور ابوبکرؓ نے بے گواہی کے اس کو دے دیا اور پھر جابر بن عبداللہ نے دعویٰ کیا کہ اُن سے پیغمبرؐ نے وعدہ کیا تھا کہ ان کو مال بحرین میں سے ایک تہائی دیں گے جب مال بحرین کا آپ کی وفات کے بعد آیا تو ان کو ابوبکرؓ نے ایک تہائی مال دے دیا۔ ان دونوں نے دعویٰ بے گواہ کے کیا تھا۔ عبدالمحمود کہتے ہیں کہ اس حدیث کو حمیدی نے الجمع بین الصحیحین افراد مسلم کی نویں حدیث مسند جابر میں ذکر کیا ہے۔ اور یہ کہ جابر نے کہا کہ میں نے جو ان کا شمار کیا تو پانچ سو تھے تو ابوبکر نے جابر سے کہا کہ اتنے ہی اور لے لو۔ عبدالمحمود کہتے ہیں کہ رسالۂ مامون میں لکھا ہے کہ اس حدیث سے مامون نے نہایت تعجب کیا اور کہا کیا فاطمہؑ اور ان کے گواہ جریر اور جابر پسران عبداللہ کے برابر بھی نہ تھے۔ پھر مامون نے اس رسالے کے لکھے جانے کی نہایت تاکید کی اور یہ کہ موسم حج میں رؤس الاشہاد پڑھا جائے۔ اور فدک اور عوالی کو محمد بن یحییٰ بن الحسین بن علی بن الحسین بن علی بن الحسن بن علی بن الحسن بن علی بن ابی طالب کے قبضے میں کر دیا کہ اس میں وہ کاروبار کرتے اور ورثۂ فاطمہؑ پر تقسیم کر دیتے۔

عمر بن عبدالعزیز کا قصۂ رد فدک کا ابوہلال عسکری کی کتاب اخبار الاوائل سے

اسی طرح پر لکھا ہے جیسا کہ کشف الحق میں لکھا ہے۔

بحار الانوار میں بھی کوئی روایت معتبر متعلق دعویٰ ہبہ فدک ہمارے یہاں کی کتابوں میں پیش نہیں کی گئی۔

عماد الاسلام میں جناب مولانا دلدار علی صاحب نے بھی کوئی روایت باسناد صحیح ثبوت میں اس دعوے کے پیش نہیں فرمائی۔ آپ نے جو کچھ عماد الاسلام میں ارشاد فرمایا ہے اس میں ایک روایت تو وہ ہے جس میں مامون کے مباحثہ اور فدک کے رد کا قصہ ہے۔ اور اسے آپ نے طرائف سے بعینہ نقل فرمایا ہے جیسا کہ خود چوتھے فائدے کے پہلے مسئلے میں لکھتے ہیں۔ وقال السید علی بن طاؤس فی الطرائف ومن الطرائف العجیبۃ الخ ● سید علی بن طاؤس نے کہا "نادر ترین واقعات میں سے یہ ہے" الخ

حافظ ابن شیبہ کی روایت

اور پھر آگے چل کر صواعق محرقہ اور جواہر العقدین سے ایک روایت حافظ ابن شیبہ کی نقل کرتے اور فرماتے ہیں کہ تیسرا مسئلہ[1] اس بیان میں ہے کہ آیا فاطمہؓ نے ہبہ کا دعویٰ کیا یا نہیں اور اس دعوے کی صحت اس سے ہوتی ہے کہ صواعق محرقہ کے دوسرے باب اور اسی کتاب کے دوسرے حصے کے ساتویں ادب اور پندرھویں ذکر میں اور نیز سید سمہودی کی جواہر العقدین میں یہ روایت لکھی ہے کہ حافظ ابن شیبہ نمیر بن حسان سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے زید بن علی سے جو امام باقرؑ کے بھائی تھے بارادہ تہجین

---

[1] اصل عبارت یہ ہے المسئلۃ الثالثۃ ہل فاطمۃ ادعت نحلۃ ام لا یدل علی صحتہ وقوع تلک الدعوی ما فی الباب الثانی من الصواعق المحرقۃ وفی الادب السابع من الذکر الخامس عشر من القسم الثانی ومن جواہر العقدین للسید السمہودی اخرج الحافظ ابن شیبۃ عن النمیر بن حسان قال قلت لزید بن علی اخا الباقر وانا ادید ان اہجن امر ابی بکر ان ابا بکر انتزع من فاطمۃ فدک فقال ان ابا بکر کان رجلا رحیما وکان یکرہ ان یغیر شیئا ترکہ رسول اللہ فاتتہ فاطمۃ فقالت ان رسول اللہ اعطانی فدک فقال لہا ہل لک علی ہذا بینۃ فجاءت بعلی فشہد لہا ثم جاءت بام ایمن فقالت الیس تشہد انی من اہل الجنۃ قال بلی قالت فاشہد ان النبی اعطاہا فدک فقال ابوبکر فرجل وامرأۃ تستحقینہا الی آخر القصۃ وفی الفصل الخامس من الباب الاول من کتاب الصواعق المحرقۃ ودعواہا انہ صلی اللہ علیہ وآلہ نحلہا فدکا لم یأت علیہا الا بعلی وام ایمن فلم یکمل نصاب البینۃ علی ان فی قبول شہادۃ الزوج لزوجتہ خلافا بین العلماء [illegible] ولکونہ ممن لا یراہ کالکثیرین من العلماء وانہا لم تطلب الحلف مع من شہد لہا زعمہم ان الحسن [illegible]

و تذلیل ابو بکر کے پوچھا کہ ابوبکرؓ نے فاطمہؓ سے فدک چھین لیا تھا تو حضرت زید نے جواب دیا کہ ابو بکرؓ ایک نرم دل آدمی تھے وہ نہیں چاہتے تھے کہ کسی چیز میں رسول خدا صلعم کے کچھ تغیر و تبدیل کریں ماں کے پاس حضرت فاطمہؓ آئیں اور فرمایا کہ رسول اللہ نے فدک مجھے دے دیا ہے۔ ابوبکرؓ نے کہا کہ اس پر تمہارے پاس کوئی گواہ ہے۔ وہ علیؓ کو لائیں انھوں نے شہادت دی پھر ام ایمن کو انھوں نے پیش کیا انھوں نے اوّل تو یہ کہا کہ کیا تم اس بات کی گواہی نہیں دیتے کہ میں اہل جنت سے ہوں۔ ابو بکرؓ نے کہا بے شک۔ تب انھوں نے کہا کہ میں گواہی دیتی ہوں کہ فدک پیغمبر خدا نے فاطمہؓ کو عطا کیا تھا۔ اس پر ابوبکرؓ نے کہا کیا ایک مرد اور ایک عورت کی گواہی سے دعویٰ ثابت ہو سکتا ہے۔" (الی آخر القصہ) اس کے آگے کا پورا قصہ بیان نہیں کیا اور وہ یہ ہے کہ زید بن علی نے کہا کہ قسم ہے خدا کی کہ اگر یہ معاملہ میرے سامنے پیش ہوتا تو میں بھی اس میں وہی حکم دیتا جو ابوبکرؓ نے دیا تھا۔ اور صواعق محرقہ کے باب اوّل کی پانچویں فصل میں یہ لکھا ہے کہ حضرت فاطمہؓ کا دعویٰ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فدک اُن کو بخش دیا تھا ثابت نہیں ہوا اس لئے کہ سوائے علیؓ اور ام ایمن کے وہ اس پر اور کوئی گواہ نہیں لائیں۔ اور نصاب شہادت پورا نہیں ہوا۔ سوا اس کے علماء میں اختلاف ہے کہ زوج کی شہادت زوجہ کے لئے قبول ہو سکتی ہے یا نہیں اور یہ گمان ان کا حسنین اور ام کلثوم نے بھی شہادت دی باطل ہے۔ سوا اس کے فرع کی شہادت اور نابالغ کی گواہی غیر مقبول ہے۔ اور شرح مواقف کے چوتھے مقصد میں یہ لکھا ہے کہ اگر یہ بات کہی جائے کہ فاطمہ نے ہبہ فدک کا دعویٰ کیا اور علی و حسنین اور ام کلثوم نے اور صحیح یہ ہے کہ ام ایمن نے شہادت دی اور ابوبکرؓ نے اُسے رد کیا تو اُس کا جواب ہم یہ دیں گے کہ شہادت کا نصاب پورا نہیں ہوا۔" (انتہیٰ)

معتبر روایت کا فقدان

مولانا دلدار علی صاحب نے اس کے سوا اور کچھ نہیں لکھا۔ اور چونکہ یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت فاطمہؓ نے یہ دلیل بھی حضرت ابو بکر صدیقؓ کے سامنے پیش کی تھی کہ فدک میرے قبضے میں تھا۔ اُمید

(بقیہ صفحہ ۱۴۷) الفرع والصغیر غیر مقبولۃ و فی المقصد الرابع من المرصد الرابع من المواقف السادس من شرح المواقف فان قیل ادعت فاطمۃ انہ صلی اللہ علیہ وآلہ نحلہا فدکا و شہد علی والحسن والحسین وام کلثوم والصحیح ام ایمن فرد ابوبکر شہادتہم قلنا اما الحسن والحسین وام کلثوم فلقصورہا عن نصاب البینۃ ۱۲ عماد الاسلام

ہوتی تھی کہ اس کے متعلق جناب ممدوح عماد الاسلام سے مبسوط اور مشہور کتاب میں کوئی سند ہمارے یہاں سے پیش کریں گے مگر جو کچھ انھوں نے بیان فرمایا اس سے یہ ثابت ہو گیا کہ اس باب میں کوئی ضعیف اور غیر معتبر روایت نام کے واسطے بھی انھوں نے نہیں پائی۔

طعن الرماح کے بے بنیاد اقوال

عماد الاسلام کے بعد طعن الرماح جناب سیّد محمد صاحب قبلہ کی ایک ایسی کتاب ہے جس کی نسبت خیال گذر سکتا ہے کہ اس میں ضرور دعویٰ ہبۂ فدک کے ثبوت میں کوئی صحیح روایت درج ہو گی مگر افسوس ہے کہ یہ توقع بھی متوقعین کی اس کے دیکھنے سے مبدل بہ یاس ہوتی ہے جناب ممدوح نے سوائے اعادہ اُن تاریخی اخبار کے جو اُن کے متقدمین اور والد ماجد نے لکھے ہیں یا حوالہ دینے بعض اُسی قسم کی روایتوں اور اقوال کے کوئی ایک خبر یا ایک روایت بھی باسناد صحیح ایسی پیش نہیں فرمائی جس سے اس دعویٰ کا ثبوت ہوتا۔ اور جس کی وجہ سے یہ کتاب اُن کے ہم مشربوں کے لاجواب سمجھی جاتی۔ بہر حال جناب ممدوح نے طعن الرماح میں جن اقوال اور روایات کو اپنے متقدمین کی کتابوں سے نقل کیا ہے اور جو تازہ اقوال خود پیش کئے ہیں ان میں سے ایک روایت تو نمیر بن حسان کی ہے جس میں حضرت زید سے فدک کے متعلق سوال کرنے کا ذکر ہے، جیسا کہ وہ فرماتے ہیں۔ کہ

"ابن حجر در باب ثانی صواعق محرقہ و سید سمہودی اور جواہر العقدین از حافظ ابن شیبہ روایت کردہ واللفظ للاخیر عن النمیر بن حسان قال قلت لزید بن علی وانا ارید ان اہجن ابا بکر الخ" اور بعد لکھنے ان الفاظ کے جو عماد الاسلام میں مذکور ہیں آپ فرماتے ہیں کہ "این روایت صریح ست درین کہ جناب سیدہ نزد ابی بکر آمدہ دعوی ہبہ فرمود و از گواہ و شاہد طلب نمود و جناب باب مدینۃ العلم و نفس رسول و ام ایمن کہ بنا بر حدیث متفق علیہ نبوی مبشر بہ بہشت بود و ابو بکر نیز بآن اقرار نمود ادای شہادت کردند پس او قبول نکرد و گفت از گواہی یک مرد و یک زن ثبوت حق نمی شود۔ (انتہیٰ)" ● (ابن حجر نے صواعق محرقہ کے دوسرے باب میں اور سید سمہودی نے جواہر العقدین میں حافظ ابن شیبہ سے روایت کی ہے اور الفاظ اخیر کے ہیں کہ نمیر بن حسان کا بیان ہے کہ میں نے زید بن علی سے کہا اور میں ابوبکرؓ کی برائی کا اظہار کرنا چاہتا تھا۔

یہ روایت اس بات میں صاف ہے کہ جناب سیّدہ نے ابوبکرؓ کے پاس آ کر ہبہ کا دعویٰ کیا تھا

اور ابوبکر نے گواہ مانگے تھے اور علی مدینۃ العلم اور نفس رسول اور ام ایمن نے جو متفق علیہ کی حدیث کی رُو سے جنتی ہیں شہادت دی تھی مگر ابوبکرؓ نے گواہی قبول نہیں کی اور فرمایا ایک مرد اور ایک عورت سے حق کا ثبوت نہیں ہوتا۔)

ابوبکر جوہری کی روایت

دوسری روایت ابوبکر جوہری کی جناب مجتہد صاحب نے شرح نہج البلاغت ابن ابی الحدید سے نقل کی ہے اور فرمایا کہ :-

"وایضا ابوبکر جوہری کہ کنیت شر لفیش شاہد عدل نصب وتسنن اودست روایت کردہ -

قالت فاطمة ان ام ایمن تشهد ان رسول الله اعطانی فدك فقال لها یا بنت رسول الله والله ما خلق الله خلقا احب الی من رسول الله ابیك ولوددت ان السماء تقع علی الارض یوم مات ابوك الی ان قال ان هذا المال لم یکن للنبی انما کان مال من اموال المسلمین یحمل به الرجال وینفقه فی سبیل الله فلما توفی رسول الله ولیته کما کان یلیه قالت والله لا کلمتك ابدا قال لا هجرتك ابدا قالت والله لادعون الله علیك قال والله لادعون الله لك فلما حضرتها الوفاة اوصت ان لا یصلی علیها فدفنت لیلا انتهی علی نقله ابن ابی الحدید)

یعنی ابوبکر جوہری نے روایت کی ہے کہ حضرت فاطمہؑ نے فرمایا کہ ام ایمن گواہی دیتی ہیں کہ رسول اللہ نے مجھے فدک دیا تھا۔ تو ابوبکرؓ نے اُن سے کہا کہ اے بنت رسول اللہ میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اللہ کی کوئی مخلوق میرے نزدیک تمہارے باپ رسول اللہ سے زیادہ محبوب نہیں۔ اور میں بہت چاہتا رہا کہ جس روز تمہارے باپ نے انتقال فرمایا کہ آسمان زمین پر گر پڑے یہاں تک کہ ابوبکرؓ نے کہا کہ یہ مال خاص پیغمبر کا نہ تھا بلکہ مسلمانوں کا ہے۔ آپؐ اس مال سے لوگوں کو جہاد کا سامان دیتے اور راہِ خدا میں صرف فرماتے۔ اب رسول اللہ نے وفات فرمائی تو میں بھی اس میں اُسی طرح کروں گا جس طرح آپ کرتے تھے۔ حضرت فاطمہؑ نے کہا کہ قسم ہے اللہ کی میں تم سے کبھی بات نہ کروں گی۔ ابوبکر نے کہا کہ میں کبھی تم کو نہ چھوڑوں گا۔ فاطمہؑ نے کہا کہ میں اللہ سے تمہارے لئے بددعا کروں گی ابوبکرؓ نے کہا کہ قسم ہے خدا کی کہ میں تمہارے لئے دعا کروں گا۔

جب حضرت فاطمہؑ کی وفات قریب پہنچی تو انھوں نے وصیت فرمائی کہ ابوبکر اُن کی نماز نہ پڑھیں اس لئے وہ شب میں دفن کردی گئیں۔ (انتہی)

نقل در نقل روایات

تیسرے مجتہد صاحب نے عمر بن عبدالعزیزؒ کے رد فدک کا ذکر ابو ہلال عسکری کی کتاب اخبار الاوائل اور یاقوت حموی کی کتاب معجم البلدان اور ابن ابی الحدید کی شرح نہج البلاغت سے کیا ہے اور اس میں انھیں باتوں کو نقل فرمایا ہے جن کو ان کے والد ماجد نے عماد الاسلام میں اور قاضی نوراللہ تستری نے بیان فرمایا ہے۔

چوتھے خلیفہ مامون کی مجلس قائم کرنے اور فدک واپس دینے کی روایت جو طرائف میں منقول ہے اور طرائف سے عماد الاسلام میں نقل کی گئی پھر نقل در نقل کی ہے صرف یہ تصرف کیا ہے کہ بجائے عربی عبارت کے اس کا ترجمہ فارسی میں کردیا ہے۔

پانچویں وہ روایت معارج النبوت کی جناب مجتہد صاحب نے نقل کی ہے، جو عماد الاسلام میں بیان کی گئی ہے جس میں ذکر ہے کہ پیغمبر خدا نے فدک کی سند حضرت فاطمہؑ کو لکھ دی تھی اور یہ وہی وثیقہ تھا کہ بعد وفات آنحضرتؐ کے حضرت فاطمہؑ نے ابوبکرؓ کے سامنے پیش کیا اور اُسے یوں لکھا ہے کہ "وایضا در روضۃ الصفا وہم درکتاب معارج النبوت کہ مشہور بسیر ملا معین ہروی است از مقصد اقصیٰ نقل کردہ کہ بعضی می گویند الخ ا● علاوہ ازیں روضۃ الصفا اور معارج النبوت میں جو سیر ملا معین ہروی کے نام سے مشہور ہے مقصد اقصیٰ سے نقل کیا ہے کہ بعض کہتے ہیں الخ) (باقی عبارت وہی ہے جو عماد الاسلام سے آیہ وآت ذاالقربیٰ حقہ کی بحث میں ہم پہلے نقل کرچکے۔

شہرستانی کا حوالہ

چھٹے ملل ونحل شہرستانی کا بھی حوالہ ہے کہ شہرستانی در ملل ونحل گفتہ الخلاف الثالث فی امر فدك والتوارث عن النبی ودعوی فاطمة علی نبینا وعلیها السلام وراثة تارة وتملیکا اخری حتی دفعت عن ذلك بالروایة المشهورة عن النبی نحن معاشر الانبیاء لا نورث ما ترکناه صدقة کہ تیسرا اختلاف امر فدک میں ہے اور پیغمبر خدا

کی وراثت میں اور فاطمہؑ کے دعوٰی کی نسبت کہ کبھی وراثتاً کیا اور کبھی ملکیت کا اور اس سے وہ محروم کی گئیں۔ اس حدیث کی بنیاد پر کہ پیغمبر خدا صلعم نے فرمایا ہے کہ ہم گروہ پیغمبروں کے ہیں ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا جو ہم چھوڑتے ہیں وہ صدقہ ہے۔

ساتواں مواقف اور شرح مواقف کا اس دعوٰی کی تائید میں حوالہ دیا ہے اور جو کچھ عماد الاسلام میں لکھا تھا اسے نقل کر دیا ہے۔

نہایۃ العقول کی سند

آٹھویں امام رازی کی نہایۃ العقول کی سند پیش کی ہے اور عماد الاسلام سے جو کہ نہایۃ العقول کے جواب میں لکھی گئی ہے عبارت نقل کی ہے۔ وہو ہذہ الفائدۃ الرابعۃ فیما یتعلق بنحلۃ النبی قال الرازی مجیبا عما ذکرہ من قبل الامامیۃ ثانیا منعہا فدکا بانہ لو وجب علیہ تصدیقہا فی ہذہ الدعوی لکان ذلک اما لما یذکرونہ من وجوب عصمتہا وقد سبق الکلام علیہ او للبینۃ لکن البینۃ الشرعیۃ ما کانت حاصلۃ لا یقال فیلزم ان تکون طالبۃ عن ذلک من غیر بینۃ وذلک لا یلیق بہا لانا نقول لعلہا کانت تذہب الی ان الحکم بالشاہد الواحد والیمین جائز کما ذہب الیہ بعضہم وان ابابکر ما کان یذہب الی ذلک۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ چوتھا فائدہ آنحضرت صلعم کے ہبہ کرنے کے بیان میں ہے۔ امام رازی جواب میں اس سوال کے جو امامیہ کی طرف سے بیان کیا تھا کہتے ہیں کہ دوسری یہ ہے کہ حضرت فاطمہؑ کو فدک سے روکا گیا اور یہ اس طرح ہے کہ اگر حضرت فاطمہؑ کی اس دعوٰی میں تصدیق ابوبکرؓ پر واجب ہوتی تو یا اس خیال سے جیسا کہ شیعہ کہتے ہیں کہ آپ معصوم تھیں اور عصمت کے متعلق ہم پہلے لکھ چکے یا اس خیال سے کہ شہادت گذری لیکن شرعی شہادت حاصل نہیں ہوئی۔ اور یہ نہیں کہا جا سکتا کہ آپ بغیر شاہد کے طلب کرتی تھیں کیونکہ یہ آپ کی شان کے مناسب نہیں ہے اس لئے کہ شائد آپ کی رائے یہ ہو کہ ایک گواہ اور قسم پر حکم دینا کافی ہے جیسا کہ بعضوں کی رائے ہے اور ابوبکرؓ کی یہ رائے نہ تھی۔

پچیس کتابوں کا بیکار حوالہ

تشئید المطاعن میں جناب مولانا سید محمد قلی صاحب نے تحفۂ اثنا عشریہ کے جواب میں پچیس کتابوں سے اس مسند کے پیش کرنے کا

دعوٰی کیا ہے چنانچہ وہ فرماتے ہیں کہ "اما آنچہ گفتہ جواب ازیں طعن آنکہ دعوی ہبہ از حضرت زہرا وشہادت دادن حضرت علیؑ و ام ایمن یا حسنین علی اختلاف الروایات در کتب اہل سنت اصلا موجود نیست محض از مفتریات شیعہ است در مقام الزام اہل سنت آوردن و جواب آن طلبیدن کمال سفاہت است پس مردود است بانیکہ انکار وجود ایں دعوی وشہادت در کتب اہل سنت ناشی از کمال عناد و عصبیت ست زیرا کہ ایں دعوی در کتب کثیرہ از کتب معتمدہ و اسفار معتبرۂ ایشان مذکور است مثل تصانیف عمر بن شبہ و مجد مورخ و ابوبکر جوہری و مغنی قاضی القضاۃ و ملل و نحل شہرستانی و کتاب الموافقۃ ابن سمان و معجم البلدان یاقوت حموی و محلی ابن حزم و نہایۃ العقول و تفسیر کبیر مسمی بمفاتیح الغیب و ریاض النضرہ و کتاب الاکتفا و فصل الخطاب و مواقف و شرح مواقف و جواہر العقدین و وفاء الوفا و خلاصۃ الوفا ہر سہ از سید سمہودی و حاشیہ صلاح الدین رومی بر شرح عقائد نسفی از تفتازانی و صواعق محرقہ و براہین قاطعہ و مقصد اقصیٰ و معارج النبوت و حبیب السیر و روضۃ الصفا و در بسیاری ازیں کتب وقوع ایں شہادت ہم بریں دعوٰی مذکور است۔ ● لیکن یہ جو کہا ہے کہ اس اعتراض کا یہ جواب ہے کہ حضرت زہرا کے ہبہ کا دعوٰی اور علی اور ام ایمن کا یا حسنین کا گواہی دینا اہل سنت کی کتابوں میں قطعی موجود نہیں ہے محض شیعوں کا الزام ہے اسے اہل سنت کے مقام الزام پر لانا اور اس کا جواب مانگنا انتہائی حماقت ہے ناقابلِ تسلیم ہے کیونکہ اہل سنت کی کتابوں میں اس دعوٰی اور شہادت کے وجود کا انکار انتہائی عناد و تعصب پر مبنی ہے کیونکہ یہ دعوٰی ان کی بہت سی کتابوں اور معتبر تصنیفات میں موجود ہے مثلاً (تصنیفات از عمر بن شبہ و مجد مورخ و ابوبکر جوہری آخر تک)● یہ لکھ کر پھر اپنے دعوٰی کے ثبوت میں ہر ایک کتاب کی عبارت لکھی ہے۔ اگرچہ صاحب تشئید المطاعن نے پچیس کتابوں کے نام لکھ دیئے۔ مگر حقیقت میں ان میں سے کسی ایک کتاب میں بھی ایک روایت ایسی نہیں ہے جو صحیح ہو اور بسلسلۂ اسناد بیان کی گئی ہو۔ اس میں اکثر کتابیں تو وہی ہیں جن کا ذکر عماد الاسلام اور طعن الرماح میں ہے۔ اور وہی عبارتیں ہیں جو اُن میں نقل کی گئی ہیں اور بعض کتابیں جن کا ذکر اُن میں نہیں ہے ان میں نہ کسی روایت کا بیان ہے نہ سوائے نام گنانے کے اُس سے کچھ حاصل ہے۔ چنانچہ عمر بن شبہ میں سے خود ان کی

کسی تصنیف کا نام نہیں لکھا نہ اس میں سے کوئی عبارت نقل کی ہے بلکہ جواہر العقدین میں جو روایت حافظ عمر بن شبہ سے منقول ہے اسی کو آپ نے لکھا ہے ۔ اور سید نور الدین سمہودی کی کتاب وفاء الوفا باخبار دار المصطفےٰ سے اُسے نقل کیا ہے جیسا کہ تشئید المطاعن صفحہ ۲۳۰ اور ۲۳۱ کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے ۔ اور یہ وہ روایت ہے جس میں حضرت زید شہید سے فدک کے متعلق سوال کرنے کا ذکر ہے ۔ شرح نہج البلاغت ابن ابی الحدید میں ابوبکر جوہری سے بھی وہی روایت زید بن علی کی منقول ہے

سمہودی کا قول اور اس کا ترجمہ

اور مجد مورخ کی تصانیف کا جو ذکر ہے اس کی کیفیت یہ ہے کہ ان کی کسی خاص کتاب کا نہ آپ نے نام لکھا ہے نہ اُس سے عبارت نقل کی ہے بلکہ کتاب وفاء الوفا باخبار دار المصطفےٰ میں سید نور الدین سمہودی کی تصنیف ہے اس سے یہ نقل کیا ہے ۔ ذکر المجد فی ترجمة فدک ما یقتضی ان الذی دفعه عمر الی علی وعباس و وقعت الخصومة فیه هو فدک فانه قال فیها وهی التی کانت فاطمة ادعت ان رسول اللّٰہ صلعم اعطاها فقال ابو بکر ارید بذلک شهود افشهد لها علی فطلب لها شاهداً اٰخر فشهدت لها ام ایمن فقال علمت یا بضعة رسول اللّٰہ انه لا یجوز الا بجوز الاستشهادة رجل وامرتین فانصرفت ثم ادی اجتهاد عمر الی ردها لما ولی وفتحت الفتوح وکان علی یقول ان النبی جعلها فی حیاته لفاطمة وکان العباس یابی ذلک فکانا یختصمان الی عمر فیابی ان یحکم بینهما ویقول انتما اعرف بشانکما یعنی مجد نے ترجمۂ فدک میں بیان کیا ہے کہ مراد فدک سے وہی ہے جس کو حضرت عمرؓ نے حضرات علیؓ وعباسؓ کو دیا تھا اور جس میں ان دونوں کا جھگڑا ہوا تھا اس لئے کہ مجد نے فدک کا حال یہ بیان کیا ہے کہ فدک وہ ہے جس کا دعویٰ فاطمہؓ نے کیا تھا کہ رسول اللہ نے ان کو دیا تھا اور ابوبکرؓ نے کہا تھا کہ میرے سامنے اس کے گواہ پیش کرو ۔ اول حضرت علیؓ نے گواہی دی پھر ابوبکر صدیقؓ نے دوسرا گواہ طلب کیا تو ام ایمن نے گواہی دی ۔ ابوبکر صدیقؓ نے کہا کہ اے جگر پارۂ رسول تم جانتی ہو کہ ایک مرد اور ایک عورت کی گواہی سے حق ثابت نہیں ہوتا اس کے لئے ایک مرد اور دو عورتیں ہونا چاہئیں حضرت فاطمہؓ یہ سن کر چلی گئیں ۔ جب حضرت عمرؓ کا زمانہ آیا ۔

اور فتوحات بہت ہونے لگے تو ان کی رائے اس کے لوٹا دینے کے لئے قرار پائی ۔ حضرت علیؓ تو یہ کہتے تھے کہ پیغمبر خدا صلعم نے اس کو اپنی حیات میں فاطمہؓ کو دے دیا تھا اور حضرت عباسؓ اس سے انکار کرتے تھے ۔ پھر ان دونوں حضرات نے اس جھگڑے کو حضرت عمرؓ کے سامنے پیش کیا تو انھوں نے اُن میں کچھ حکم کرنے سے انکار کیا اور یہ کہا کہ تم دونوں اپنے معاملات آپ ہی خوب جانتے ہو ۔

فصل الخطاب کا بیان

اور کتاب الموافقہ ابن السمان کا اگرچہ نام لکھا ہے مگر اس کی عبارت خواجہ محمد پارسا کی فصل الخطاب سے نقل کی ہے اور وہ یہ ہے وقال ای ابن السمان فی کتاب الموافقة فی ذکر فاطمه وابی بکر جاءت فاطمة الی ابی بکر فقالت اعطنی فدک فان رسول اللّٰہ وهبها لی فقال صدقت یا بنت رسول اللّٰہ ولکنی رایت رسول اللّٰہ یقسمها فیعطی الفقراء والمساکین وابن السبیل بعد ان یعطیکم منها قوتکم فما تصنعین بها قالت افعل فیها کما کان یفعل فیها ابی رسول اللّٰہ یعنی ابن سمان کتاب الموافقہ میں جہاں ذکر فاطمہؓ اور ابوبکر کا کیا ہے یہ کہتے ہیں کہ حضرت فاطمہؓ نے ابوبکر صدیقؓ کے پاس آکر یہ کہا کہ مجھ کو فدک دے دو کہ وہ مجھے رسول اللہ نے ہبہ کر دیا تھا ۔ ابوبکرؓ نے جواب دیا کہ اے دختر رسول تم سچ کہتی ہو لیکن میں نے رسول اللہ کو اس میں سے تقسیم کرتے ہوئے اور فقراء اور مساکین اور مسافر کو دیتے ہوئے دیکھا ہے اور پہلے اس میں سے تمہاری قوت تم کو دے دیا کرتے تھے تو تم اس کو کیا کرو گی ۔ فاطمہؓ نے کہا کہ میں بھی اس میں وہی کروں گی جو میرے باپ رسول اللہ کیا کرتے تھے ۔

حاشیہ اور تفسیر کبیر کی عبارت

اور حاشیہ صلاح الدین رومی سے جو شرح عقائد پر ہے یہ عبارت نقل کی ہے ومن منع الارث وذلک بالنحلة وقع بین فاطمة وابی بکر بغض وتشاجر ولم تتکلم مع مدة حیاتها ۔ میراث اور فدک کا ہبہ روکنے کی وجہ سے فاطمہؓ اور ابوبکر کے درمیان عداوت ہو گئی اور فاطمہؓ نے جب تک زندہ رہیں ابوبکرؓ سے بات نہیں کی ۔ اور تفسیر کبیر سے یہ پیش کیا ہے کہ امام فخر الدین رازی لکھتے ہیں : ۔ فلما مات صلعم ادعت فاطمة وانه صلعم کان نحلها فدک فقال ابوبکر انت اعز الناس علی فقرا واحبهم

الی غنی لکن لا اعرف صحة قولك ولا یجوز ان احکم بذلك فشهد لها ام ایمن ومولیٰ رسول اللہ فطلب منها ابوبکر الشاهد الذی یجوز قبول شهادته فی الشرع فلم یکن فاجری ابوبکر ذلك علی ما کان یجریه رسول اللہ صلعم وینفق منه علی من کان ینفق علیه رسول اللہ ویجعل ما یبقی فی اسلاح والکراع

یعنی جب آنحضرت صلعم نے انتقال فرمایا تو فاطمہؓ نے یہ دعویٰ کیا کہ آپ نے فدک مجھے دے دیا تھا۔ ابوبکرؓ نے کہا کہ فقر و مسکنت کو تمہارے لیے سب سے زیادہ ناپسند کرتا ہوں اور غنیٰ و تونگری کو تمہارے لیے سب سے زیادہ چاہتا ہوں لیکن آپ کے قول کی صحت کو میں نہیں مانتا اور مجھے جائز ہے کہ میں اس طرح پر کوئی حکم دے سکوں پھر ام ایمن اور ایک غلام رسول اللہؐ نے فاطمہؓ کے دعویٰ کی گواہی دی تو ابوبکر صدیقؓ نے ان سے اور گواہ طلب کیا جس کی شہادت شرع میں قبول ہو سکے تو اور گواہ نہ ملا۔ تو انھوں نے فدک کے باب میں وہی حکم جاری رکھا جو رسول اللہؐ اس میں رکھا کرتے تھے اور انھیں لوگوں پر خرچ کرتے جن پر رسول اللہؐ خرچ کیا کرتے تھے اور جو کچھ بچتا اس کو سلاح و ہتھیار وغیرہ میں خرچ کرتے۔

اور ابراہیم بن عبداللہ یمنی شافعی کی کتاب الاکتفا سے وہی روایت زید بن علی کی نقل کی ہے جو ابن شبہ سے دوسری کتابوں میں نقل کی گئی ہے۔

دیگر کتب کی روایات

اور ابن حزم اندلسی کی کتاب محلی سے یہ روایت نقل کی ہے روی ان علی بن ابی طالب شهد لفاطمة عند ابی بکر الصدیق ومعه ام ایمن فقال ابوبکر لو شهد معك رجل او امرأة اخری لقضیت بها بذلك مروی ہے کہ علی نے معہ ام ایمن کے ابوبکر کے پاس فاطمہ کے لیے شہادت دی تو ابوبکر نے فرمایا کہ اگر تمہارے ساتھ دوسرا شخص یا دوسری عورت ہوتی تو میں فدک تمہیں دے دیتا۔ اور ریاض النضرہ سے محب طبری کی یہ روایت نقل کی ہے وعن عبد اللہ بن ابی بکر بن عمرو بن حزم عن ابیه قال جاءت فاطمة الی ابی بکر فقالت اعطنی فدك فان رسول اللہ وهبها لی قال صدقت یا بنت رسول ولکنی رأیت رسول اللہ یقسمها فیعطی الفقراء والمساکین وابن السبیل

بعد ان یعطیکم منها قوتکم فما الصنعین بها الخ ابوبکر بن عمرو بن حزم سے مروی ہے کہ فاطمہؑ نے ابوبکر سے آکر کہا کہ مجھے فدک دے دیجئے کیونکہ رسول اللہ صلعم نے مجھے اسے ہبہ کر دیا تھا۔ فرمایا، اے جگر گوشۂ رسول تم سچ فرماتی ہو لیکن میں نے اللہ کے رسول کو دیکھا کہ آپ اس کی آمدنی بانٹ دیا کرتے تھے اور تمہارا خرچہ دینے کے بعد فقراء، مساکین اور مسافروں کو دے دیا کرتے تھے لہٰذا تم اسے لے کر کیا بنا دگی؟ اور اس کے بعد اسی کتاب سے زید بن علی کا وہ قول نقل کیا ہے جس کا اوپر ذکر ہو چکا۔ اور طبقات کبریٰ سے بھی ایک روایت نقل کی ہے اور وہ یہ ہے اخبرنا محمد بن عمر ثنا هشام بن سعد عن زید بن اسلم عن ابیه قالت (فاطمة) جاءتنی ام ایمن فاخبرتنی اعطانی فدکا کہ حضرت فاطمہؑ نے ابوبکرؓ صدیق سے کہا کہ ام ایمن میرے پاس آئیں اور انھوں نے کہا کہ آنحضرت نے مجھے فدک عطا کیا ہے۔

ان کتابوں کے سوا لمعۃ البیضا اور بحر الجواہر اور ناسخ التواریخ اور کفایۃ الموحدین میں کوئی اور روایت منقول نہیں ہے جس کو ہم بیان کریں حالانکہ ان کتابوں میں فدک کی بحث نہایت تفصیل سے لکھی ہے۔

بے سند روایات

الحاصل جو روائتیں اور اقوال ہم نے اوپر بیان کیے اور جن کے سوا ہم نے کوئی اور قول اس دعویٰ کے ثبوت میں نہیں پایا۔ اگر تجزیہ کی جائیں تو وہ تین قسم کی معلوم ہوتی ہیں۔ ایک وہ جن میں راویوں کے نام جیسا کہ روایت اور خبر کا قاعدہ ہے منقول ہیں۔ دوسرے وہ کہ جن میں تاریخی واقعات کے طور پر جیسا کہ مورخین کا قاعدہ ہے بلاسند اس دعویٰ کا ذکر ہے۔ تیسرے وہ کہ ضمناً کسی اعتراض کے جواب میں یا کسی بیان کے ذیل میں اس دعویٰ کا ذکر کیا گیا ہے۔ مگر جیسا کہ ہم چوتھے مقدمہ میں اس کتاب کے بیان کر چکے ہیں! ایسے معاملات کی شہادت میں وہی روایت پیش کی جا سکتی ہے جو بقاعدۂ احادیث اور اخبار کے بیان کی گئی ہو اور جس کی صحت بعد تنقیح اور رعایت ان اصول کے جو اخبار کی صحت کے لیے فریقین میں قرار دیئے گئے ہیں پایۂ ثبوت کو پہنچ گئی ہو۔ مگر وہ اقوال اور قصے جو بغیر کسی روایت کے تاریخ کی کتابوں یا دوسری تصنیفات میں لکھے

گئے ہوں جن کا نہ ماخذ معلوم ہو نہ جس کی سند بیان کی گئی ہو اس قابل نہیں ہوتے کہ ایسے مباحث میں ان پر کچھ توجہ کی جائے گو وہ کتابیں کیسے ہی مشہور اور نامور شخص کی تصنیفات سے ہوں۔ اس لیے کہ جو واقعہ تیرہ سو برس پہلے گزرا ہو اس کی صحت قیاس سے تو ہو نہیں سکتی نہ کسی کا مجرد قول اس پر یقین کرنے کے لیے کافی ہے۔ وہ تو از قسم اخبار ہے اور خبر میں جھوٹ اور سچ دونوں کا احتمال ہوتا ہے۔ اس لیے اس کے سچ ثابت کرنے کے لیے ضرور ہے کہ اس کے بیان کرنے والوں کا سلسلہ موجود ہو یعنی اس روایت کو جس طرح ہر ایک راوی نے دوسرے شخص سے سنا ہے سلسلہ دار بیان کرے اور وہ سلسلہ اس حد تک پہنچ جائے جس پر وہ سلسلہ ختم ہوتا ہے اور جس سے رویت یا سماعت اپنی بیان کی ہو اور پھر یہ بھی شرط ہے کہ اور راوی بھی ایسے ہوں جن پر بھروسہ ہو اور جن کی سچائی اور دیانت داری پر اطمینان ہو۔ اگر ایسا سلسلہ موجود بھی ہو مگر راوی ایسے ہوں کہ جن کے حالات سے کچھ اچھی طرح آگاہی نہ ہو یا ایسے ہوں کہ جو مسائل مذہبی میں مختلف تھے اور جن پر یہ شبہ ہو کہ اپنے مذہب کی حمایت میں انھوں نے کوئی روایت پیش کر دی ہوگی یا ایسے راوی ہوں جن کی طبیعت شکی اور وہمی تھی یا حافظہ کے ضعیف یا مجہول تو ان کی روائتیں پایۂ اعتبار سے ساقط ہیں اور اگر ان میں کوئی راوی ایسا ہو جو جھوٹا یا حدیثوں کا بنانے والا بیان کیا گیا ہو تو اس کی روایت تو جھوٹی ہی سمجھی جائے گی۔ اور جس خبر میں روایت کا سلسلہ متصل نہ ہو بلکہ منقطع ہو تو وہ روایت شہادت سے خارج کرنے کے لائق ہے۔ اور ہم دیکھتے ہیں کہ مشہور اور نامور علمائے امامیہ نے جو روائتیں اور اقوال دعوی ہبہ کے ثبوت میں پیش کیے ہیں اور جن سے اپنی تصنیفات کا حجم بڑھایا ہے اس میں ایک روایت بھی قسم اوّل کی نہیں ہے اور اس لیے ایک بھی ان میں سے ایسے بڑے دعویٰ کی شہادت میں نہ پیش کرنے کے لائق ہے اور نہ سماعت اور قبول کے قابل۔

منقولہ روایات پر بحث

ان روایات اور اقوال میں سے وہ روائتیں جن میں کچھ بھی راویوں کے نام بیان کیے

گئے ہیں اور جن کو ہم نے قسم اوّل میں داخل کیا ہے چھ ہیں۔

ایک[۱] وہ روایت ہے جو شافی میں بیان کی گئی ہے اور جس کو ابراہیم بن محمد ثقفی نے ابراہیم بن میمون سے اور انھوں نے عیسٰی بن عبداللہ بن عمر بن علی ابی طالب سے اور انھوں نے اپنے باپ سے اور انھوں نے اپنے دادا سے اور انھوں نے اپنے پردادا سے نقل کی ہے جس میں یہ بیان ہے کہ حضرت فاطمہؓ نے ہبہ کا دعویٰ کیا اور ابوبکر صدیقؓ نے انھیں سند بھی لکھ دی مگر عمر فاروقؓ نے اسے چاک کر دیا۔

دوسری[۲] جو شافی میں عمر بن عبدالعزیز کے رد فدک کے متعلق بیان کی ہے جس کو محمد بن زکریا غلابی نے اپنے شیوخ سے اور انھوں نے ابوالمقدم ہشام بن زیاد سے روایت کیا ہے۔

تیسری[۳] وہ روایت ہے جو طرائف میں واقدی اور بشیر بن غیاث اور بشر بن ولید سے بیان کی گئی ہے جس میں خلیفہ مامون کے مجلس قائم کرنے اور فدک آل فاطمہؓ پر رد کرنے کا بیان ہے۔

چوتھی[۴] وہ روایت جو جواہر العقدین سید سمہودی اور صواعق محرقہ کے باب دوم اور کتاب وفاء الوفا باخبار دار المصطفٰے اور کتاب خلاصۃ الوفا اور کتاب ریاض النضرہ محب طبری اور شرح نہج البلاغت ابن ابی الحدید سے بیان کی گئی ہے اور جس کو حافظ ابن شبہ نے روایت کیا ہے۔ اور جس میں زید بن علی سے فدک کے متعلق سوال کرنے اور ان کے جواب دینے کا ذکر ہے۔

پانچویں[۵]۔ روایت ریاض النضرہ کی ہے جو عبداللہ بن ابی بکر بن عمرو بن حزم نے اپنے باپ سے روایت کی ہے اور جس کو صاحب تشئید المطاعن نے نقل کیا ہے جس میں یہ بیان ہے حضرت سیدہؑ نے ابوبکر صدیقؓ سے کہا کہ پیغمبر خدا نے ان کو فدک عطا کیا تھا۔

---

[۱] دیکھو صفحہ ۱۰۷؟ اس کتاب کا ۱۲ منہ [۲] دیکھو صفحہ ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷ - ۱۲ منہ۔ [۳] دیکھو صفحہ ۱۱۸؟ منہ [۴] دیکھو صفحہ ۱۲۷، ۱۱۱ اس کتاب کا ۱۲ منہ [۵] دیکھو صفحہ ؟ ۱۲۷، ۱۲ منہ

چھٹی[1] وہ روایت ہے جو تشئید المطاعن میں طبقات کبری سے نقل کی ہے اور جس کو محمد بن عمر نے ہشام بن سعد سے اور انھوں نے زید بن اسلم سے اور انھوں نے اپنے باپ سے بیان کی ہے اور جس میں یہ بیان ہے کہ جناب سیدہؑ مع امیر المومنینؑ کے ابوبکرؓ کے پاس آئیں اور اول اپنے میراث کا اور آخر میں ہبہ کا دعویٰ کیا اور فرمایا کہ ام ایمن نے مجھ سے کہا تھا کہ رسولؐ خدا نے فدک مجھے عطا فرمایا ہے۔

تمام غیر معتبر روایات یہ چھ روائتیں ہیں جو بعد حذف تکرار اور نقل در نقل کے شیعوں کی کتابوں میں بیان کی گئی ہیں اور جن میں مسلسل یا منقطع سلسلہ راویوں کا بیان کیا گیا ہے۔ اب ہم ہر ایک روایت کی حقیقت کہ وہ کہاں تک اعتبار کے لائق ہے بیان کرتے اور اس بات کو دکھاتے ہیں کہ ان میں سے ایک روایت بھی ایسی نہیں ہے جو ذرا بھی توجہ کے لائق ہو یا جس کے جھوٹ ہونے میں کچھ بھی شبہ ہو۔

پہلی روایت کے راوی پہلی روایت کی نسبت اوّل تو یہی معلوم نہیں کہ شافی میں کس کتاب سے نقل کیا ہے اور یہ روایت سُنّیوں کی ہے یا شیعوں کی۔ لیکن اگر فرض کیا جائے کہ یہ سُنّیوں کی کسی کتاب سے لی گئی ہے تب بھی بلحاظ راویوں کے اعتبار کے لائق نہیں ہے بلکہ شیعوں کی روایت ہے۔ اس لیے کہ ابراہیم بن محمد ثقفی مجہولین سے ہیں اور ان کی کوئی حدیث صحیح نہیں ہے۔ میزان الاعتدال میں ان کی نسبت لکھا ہے، ابراھیم بن محمد الثقفی قال ابن ابی حاتم ھو مجھول وقال البخاری لم یصح حدیثہ ابراہیم کو ابن ابی حاتم نے مجہول بتایا ہے اور بخاری نے کہا ہے کہ ان کی حدیث صحیح نہیں۔

اور انھوں نے ابراہیم بن میمون سے روایت کی ہے اور ابراہیم بن میمون کا حال ہم ذکر ہبۂ فدک اور شان نزول آیہ ذات ذا القربیٰ حقہ میں جہاں کنز العمال کی روایت

---

[1] دیکھو صفحہ ۱۱۸ - صفحہ ۱۱۸ ۱۲ منہ

سے جو عماد الاسلام میں ہے بحث کی ہے لکھ چکے ہیں کہ وہ اجلائے شیعہ سے ہیں اور منتہی المقال فی اسماء الرجال میں جو معتبر کتاب شیعوں کی ہے ان کی نسبت لکھا ہے کہ وہ امام جعفر صادقؑ کے معتمد علیہ تھے اور سب متفق ہیں کہ وہ قابل اعتماد ہیں۔

عیسیٰ بن عبداللہ اور ابراہیم بن میمون نے عیسیٰ بن عبداللہ بن محمد بن عمر بن ابی طالب سے روایت کی ہے عیسیٰ بن عبداللہ کی نسبت میزان الاعتدال میں ہے قال الدار قطنی متروک الحدیث وقال ابن حبان یروی عن اٰبائہ اشیاء موضوعۃ کہ دارقطنی کہتے ہیں کہ وہ متروک الحدیث ہے اور ابن حبان کہتے ہیں کہ وہ اپنے باپ دادا سے احادیث موضوع روایت کرتا ہے۔ پس کیا اس میں شبہ ہو سکتا ہے کہ یہ روایت شیعوں کی نہیں ہے۔ یا کوئی بھی اسے روایت سُنّیوں کی کہہ سکتا ہے۔ جس کے راوی باقرار علمائے امامیہ اجلائے شیعہ سے ہوں اور جن کی نسبت ان کی اسماء الرجال کی کتاب میں لکھا ہو وھو معتمد علیہ وفاقا للجمع اور وہ بالاتفاق بھروسے کے قابل ہیں۔ دوسری روایت جو شافی میں منقول ہے اس کے اول راوی محمد بن زکریا غلابی ہیں اور یہ ضعیف اور حدیث کے وضع کرنے والوں میں سے ہیں جیسا کہ میزان الاعتدال میں ان کی نسبت لکھا ہے وھو ضعیف وقال الدارقطنی یضع الحدیث۔ وہ ضعیف ہیں اور بقول دارقطنی حدیثیں گھڑا کرتے تھے۔

ابو المقدام ہشام بن زیاد اور انھوں نے ابو المقدام ہشام بن زیاد سے روایت کی ہے جن کی نسبت میزان الاعتدال میں لکھا ہے ھشام بن زیاد ابو المقدام البصری ضعفہ احمد وغیرہ قال النسائی متروک وقال ابن حبان یروی الموضوعات عن الثقات وقال ابو داؤد کان غیر ثقۃ وقال البخاری یتکلمون فیہ کہ امام احمد وغیرہ نے ان کو ضعیفوں میں لکھا ہے اور نسائی نے کہا ہے کہ یہ متروک الحدیث ہیں۔ اور ابن حبان کہتے ہیں کہ یہ موضوع حدیثیں ثقات کے نام سے روایت کرتے ہیں اور ابو داؤد کہتے ہیں کہ یہ ثقہ نہیں ہیں۔ اور بخاری نے کہا کہ لوگ ان کی نسبت کلام کرتے ہیں۔

ہبۂ فدک کا عدمِ ثبوت

جب ایسے ضعیف اور متروک الحدیث بلکہ حدیث بنا کے ثقات کی طرف منسوب کرنے والے راوی ہوں تو اس حدیث کے جھوٹا اور غیر صحیح ہونے کی بالفرض اگر کوئی تصریح نہ کرتے تاہم اس کی صحت کیوں کر مانی جاسکتی ہے اور ان کی خبر کس طرح شہادت میں پیش ہوسکتی ہے اور اگر یہ روایت ثابت بھی ہوتی اور صحیح بھی تب بھی اس میں کوئی ایسی بات نہیں ہے جس سے یہ معلوم ہوتا کہ حضرت فاطمہؓ نے ہبۂ فدک کا دعویٰ کیا تھا البتہ یہ ضمناً نکلتا ہے کہ جو کچھ شیخینؓ نے کیا وہ ٹھیک نہ تھا۔ اور اسی وجہ سے صاحب شافی نے اس روایت کو کچھ بہت قوی دلیلوں میں سے ثبوت میں دعویٰ ہبۂ فدک کے خیال نہیں کیا۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحؒ کا فعل

اس لیے کہ قاضی عبدالجبار نے مغنی میں لکھا تھا کہ عمر بن عبدالعزیز[1] کا فعل یعنی فدک آل فاطمہؓ پر رد کرنا ہبۂ فدک کے دعویٰ کو ثابت نہیں کرتا اس لیے کہ ان کے فعل سے یہ بات ثابت ہوتی کہ عمر بن عبدالعزیز نے اُسے علی سبیل النخل یعنی ہبہ کے طور پر رد کیا ہو بلکہ انھوں نے وہی عمل کیا جو عمر بن خطابؓ نے کیا تھا کہ حضرت امیرالمومنینؓ کے ہاتھ میں دے دیا تھا تاکہ وہ اس کے غلے کو اسی موقع پر صرف کریں جہاں پیغمبر خدا صلعم صرف فرمایا کرتے تھے۔ چنانچہ ایسا ہی ایک مدت تک جناب امیرالمومنینؑ نے کیا پھر حضرت عمرؓ نے اپنی خلافت کے اخیر سال میں واپس لے لیا۔ اسی طرح سے عمر بن عبدالعزیز نے بھی کیا اور اگر ثابت بھی ہو کہ عمر بن عبدالعزیز نے خلاف سلف کے کیا تو ان کا فعل قابل سند نہ ہوگا۔ اس کے جواب میں جناب علم الہدیٰ شافی میں لکھتے ہیں کہ اول تو ہم[2] عمر بن عبدالعزیز کے فعل پر کسی طرح سے بھی حجت نہیں کرتے کیونکہ ان کا

---

[1] اصل عبارت یہ ہے فاما فعل عمر بن عبدالعزیز فلم یثبت انہ ردہ علی سبیل النحل بل عمل فی ذلک ما فعلہ عمر بن الخطاب بان اقرہ فی ید امیر المومنین لیصرف غلاتہا فی الموضع الذی کان یجعلہا رسول اللہ فیہ فقام بذلک مدۃ ثم ردہا الی عمر فی آخر سنیہ وکذلک فعل عمر بن عبدالعزیز ولو ثبت انہ فعل بخلاف ما فعلہ السلف لکان ہو المحجوج بقولہم وفعلہم واحد یالقوی ما ذکرنا ان الامر لما انتہی الی امیرالمومنین ترک فدک علی ما کانت ولم یجعلہا میراثاً لفاطمہ ۱۲ شافی صفحہ ۲۳۴ [2] فاما انکارہ ان یکون عمر بن عبدالعزیز (باقی صفحہ ۱۹۳ پر)

فعل کچھ حجت نہیں ہے۔ اور اگر ہم اس قسم کی باتوں سے احتجاج کریں اور اسی طرح کی حجتیں اور دلیلیں لائیں تو ہم مامون کے فعل کو بھی پیش کر سکتے ہیں کیونکہ خلیفہ مامون نے بھی ایک مجلس قائم کرکے اور مباحثہ کرا کے فدک کو واپس کیا تھا۔ سوائے اس کے صاحب مغنی عمر بن عبدالعزیز کے اس فعل کا انکار کرتے ہیں جو کہ اہل نقل میں بلا اختلاف معروف و مشہور ہے فقط۔ اور اس پر انھوں نے روایت محمد زکریا غلابی کی پیش کی ہے۔ جس سے ہم بحث کر رہے ہیں۔

عہد نبویؐ کے مطابق فعل

اسی قصے کو عمر بن عبدالعزیز کے ابوہلال عسکری کی کتاب اخبار الاوائل اور یاقوت حموی کی معجم البلدان اور ابن ابی الحدید کی شرح نہج البلاغت سے طعن الرماح اور تشئید المطاعن میں بھی نقل کیا ہے اور ان تمام روایتوں کا ماحصل بھی صرف یہ ہے کہ عمر بن عبدالعزیز نے فدک آل فاطمہ کو رد کر دیا اس سے کہیں یہ نہیں ثابت ہوتا کہ فدک کے ہبہ کا دعویٰ حضرت فاطمہؓ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کے سامنے تھا اس لیے یہ جتنی روایتیں پیش کی گئی ہیں وہ کچھ بھی مفید مطلب کے نہیں ہیں بلکہ برخلاف اس کے جیسا کہ مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب نے مشکوٰۃ سے بروایت ابوداؤد لکھا ہے عمر بن عبدالعزیز کا آل مروان کو جمع کر کے یہ کہنا ثابت ہوتا ہے کہ جس امر سے رسول اللہؐ نے فاطمہؓ کو منع کیا تھا میں کب اس کا مستحق ہوسکتا ہوں۔ اس لیے میں تم کو گواہ کرتا ہوں کہ میں اس کو اسی حال پر لوٹاتا ہوں جس حال پر کہ وہ رسول اللہؐ اور ابوبکرؓ و عمرؓ کے زمانے میں تھا چنانچہ اصل روایت متعلق اس کے تحفہ میں منقول ہے من شاء فلیرجع الیہ (جو چاہے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۹۲) ردفدکا علی وجہ النحل ثم ادعاءہ انہ فعل ذلک بمثل ما فعلہ عمر بن الخطاب من اقرارہا فی ید امیرالمومنین یصرف غلاتہا فی جہاتہا فاول ما فیہ انا لانحتج علیہ بفعل عمر بن عبدالعزیز علی ای وجہ وقع لانہ فعلہ لیس بحجۃ ولو اردنا الاحتجاج لہذا الجنس من الحجج لذکرنا فعل المامون فانہ رد فدک بعد ان جلس مجلساً مشہوراً حکم فیہ بین خصمین نصبہما احدہما لفاطمۃ والآخر لابی بکر و ردہا بعد قیام الحجۃ ووضوح الامر ومع ذلک فانہ انکر من فعل عمر بن عبدالعزیز ما ہو معروف مشہور بلا خلاف بین اہل النقل فیہ وقد روی محمد بن زکریا الغلابی عن شیوخہ ابی المقدام ہشام بن زیاد ۱۲- (شافی صفحہ ۲۳۶)

اسے دیکھ لے)

واقدی اور بشر بن غیاث کی جھوٹی روایات

تیسری روایت جو طرائف میں واقدی اور بشر بن غیاث اور بشر بن الولید سے نقل کی گئی ہے اور جس میں خلیفہ مامون کے مجلس قائم کرنے اور فدک کے مقدمہ میں بحث کرنے اور آخر کار ایک رسالہ لکھ کر موسم حج میں شائع کرنے کا ذکر ہے وہ بھی سراپا جھوٹی اور شیعوں کی بنائی ہوئی ہے۔ اس لیے کہ اس کے راوی واقدی اور بشر بن غیاث ہیں جن میں سے ہر ایک کا حال ہم اوپر آیہ ذات ذاالقربی حقہ کی بحث میں لکھ چکے ہیں کہ واقدی کذابین اور وضعین حدیث میں سے ہیں! ور بشر بن غیاث زنادقہ میں سے۔ اور اسی روایت کو عماد الاسلام میں مولانا دلدار علی صاحب نے طرائف سے نقل کیا ہے اور مجتہد سید محمد صاحب نے طعن الرماح میں اس کا ترجمہ لکھا ہے اور ان دونوں مجتہدوں سے افسوس ہے کہ ایسے کاذبین اور واضعین حدیث اور زندیقین کی روائتیں پیش کر کے اپنے دعوے کو ثابت کرنا چاہتے ہیں اور ان کی روایتوں کو اہل سنت کے اخبار صحاح میں سے بیان کرتے ہیں! ور اس کا سبب صرف یہ ہے کہ کوئی روایت صحیح تو دعوی ہبہ کے متعلق ہے نہیں اس لیے اس قسم کی جھوٹی اور بنائی ہوئی باتوں کو جو جھوٹوں اور حدیث کے بنانیوالوں اور زندیقوں نے اسلام میں رخنہ ڈالنے کے لیے مشہور کر رکھی ہیں طرح طرح سے پیش کرتے ہیں۔ کبھی کچھ سند کا حوالہ دے کر کبھی کسی کتاب کا نام لے کر کبھی کسی تاریخ سے نقل فرما کر۔ مگر ان کا جھوٹ کسی طرح چھپ نہیں سکتا اور جس رنگ میں وہ اسے دکھائیں اصلی جلوہ نظر آجاتا ہے ؎

بہر رنگے کہ خواہی جامہ می پوش	کہ من آن جلوۂ قدمی شناسم

ہم ان کی چال سے پہچان لیں گے ان کو برقع میں۔ ہزار اپنے کو وہ ہم سے چھپائیں سر سے پاؤں تک

ابن ابی الحدید کا غیر معتبر بیان

چوتھی روایت وہ ہے جو جواہر العقدین میں سید سمہودی وغیرہ سے نقل کی گئی ہے اور جس کو حافظ عمر بن شبہ نے نمیر بن حسان سے روایت کیا ہے۔ یہ روایت پوری عماد الاسلام سے ہم اوپر نقل کر چکے ہیں۔ اس میں دو راویوں کے نام لکھے ہیں ایک عمر بن شبہ دوسرے نمیر بن حسان۔

باقی راویوں کے نام مذکور نہیں ہیں۔ دیگر راویوں کے نام یا سید سمہودی نے چھوڑ دیے ہوں حضرات مجتہدین نے نقل کرنے میں تخفیف فرمائی ہو۔ مگر پتا چلانے سے معلوم ہوا کہ اس روایت کا اصلی ماخذ شرح نہج البلاغت ابن ابی الحدید کی ہے۔ اور ابن ابی الحدید نے اُسے ابوبکر احمد بن عبدالعزیز جوہری کی کتاب سقیفہ و فدک سے نقل کیا ہے اور وہ اصلی روایت یہ ہے کہ ابن ابی الحدید فرماتے ہیں۔ قال ابوبکر اخبرنا ابو زید قال ثنا محمد بن عبد اللہ بن الزبیر قال ثنا فضیل بن مرزوق قال ثنا البختری (غالباً نمیر ہوگا) بن حسان قال قلت لزید بن علی وانا ارید ان اهجن امرابی بکر ان ابا بکر انتزع فدك من فاطمة فقال ان ابا بکر الخ ابو زید محمد بن عبداللہ بن زبیر سے وہ فضیل بن مرزوق سے وہ بختری (غالباً نمیر) بن حسان سے کہتے ہیں کہ میں نے زید بن علی سے فعل ابوبکر کی برائی کے خیال سے کہا کہ ابوبکر نے فاطمہ کے فدک چھین لیا تھا فرمایا کہ ابوبکر الخ باقی عبارت وہ ہے جو عماد الاسلام میں نقل کی گئی اور جس کے آخر الفاظ جو انھوں نے چھوڑ دیئے تھے اُسے ہم نے اس کے بعد نقل کر دیئے ہیں۔ اس روایت میں اتنی باتیں غور طلب ہیں اول تو ابن ابی الحدید اس کے ناقل ہیں اور وہ خود معتزلی اور شیعی ہیں گو شیعوں نے ان کو علمائے اہل سنت سے سمجھ کر ان کی بیان کی ہوئی روایتوں سے لوگ شبہ میں پڑیں مگر معتزلی ہونا ان کا تو ایسا کھلا ہوا ہے کہ اس سے کوئی انکار ہی نہیں کر سکتا اور ان کے شیعہ ہونے یا کم سے کم شیعوں کے سے عقائد رکھنے پر ان کی کتاب شرح نہج البلاغت شاہد ہے۔

گمنام کتاب کی روایت

دوسرے اس روایت کو ابن ابی الحدید نے ابوبکر احمد بن عبدالعزیز جوہری کی کتاب سقیفہ و فدک سے نقل کیا ہے۔ اور یہ کتاب کہ آیا ابوبکر جوہری کی ہے یا نہیں یا کوئی کتاب اس نام کی ہے بھی یا نہیں خود معرض بحث میں ہے اور سوائے ابن ابی الحدید کے کسی اور مشہور عالم نے نہ اس کا ذکر کیا ہے نہ کسی مشہور کتاب میں اس سے کچھ لیا گیا ہے اس لیے ایسی گم نام کتاب کی روایت کب قابل اعتنا اور لائق توجہ ہے۔ ہم کو اس روایت کے پیش کرنے پر نہایت تعجب آتا ہے کیونکہ مولانا دلدار علی صاحب نے مجاج السالکین کی روایت پیش کرنے سے مولانا

شاہ عبدالعزیز صاحب مرحوم پر نہایت غصہ ظاہر فرمایا تھا اور لکھا تھا کہ "تاحال نام ایں کتاب بگوش کسی از شیعیان نرسیدہ وبکتاب مجہول کہ مصنف آں نیز مجہول ست احتجاج و استدلال نتواں نمود چہ مستبعد ست کہ نام کتاب راخود ش بدروغ ساختہ باشد پس در مقابلہ آں اگر کسی بگوید کہ در اعوجاج الہالکین شخصے از مردم بخارا نوشتہ کہ ابوبکر اعتراف بکفر خود کردمی تو اندگفت وبالفرض اگر کتابی مسمی بایں اسم از کتب شیعہ بودہ باشد وایں روایت دراں مندرج پس از کجا معلوم شد کہ نقل از کتب اہل سنت نکردہ باشد وایں ناصب وخواجہ او نہ دیدہ یا دیدہ ودانستہ غدر وفریب تا بیا با امامیہ الغادرین نمودہ باشند انتہی صفحہ ۵۲ صوارم" (اب تک اس کتاب کی بھنک کسی شیعہ کے کان میں نہیں پڑی اور مبہم کتاب سے جس کا مصنف بھی مجہول الحال ہو استدلال نہیں کیا جا سکتا۔ ممکن ہے خود کتاب کا نام گھڑ لیا ہو۔ پس اگر کوئی اس کے مقابلہ میں یہ کہے کہ اعوجاج الہالکین میں بخاری کے ایک باشندے نے لکھا ہے کہ ابوبکر خود اپنے کفر کا اقرار کرتے تھے تو کہہ سکتا ہے اور بالفرض اگر اس نام کی کوئی شیعی کتاب ہو بھی اور یہ روایت بھی اس میں ہو تو یہ کہاں سے معلوم ہوا کہ یہ روایت اہل سنت کی کتابوں سے نقل نہیں کی گئی اور اس سنی نے اور اس کے خواجہ نے جان بوجھ کر یا لاعلمی میں امامیہ کو دھوکا دینے کے لیے اس میں گڑبڑ نہیں کی۔) اور سید محمد صاحب نے طعن الرماح میں خطبہ بنت ابی جہل کی روایت کی نسبت سید مرتضیٰ علم الہدیٰ کے کلام کو نقل کیا ہے کہ وہ فرماتے ہیں۔

"ھذا الخبر باطل موضوع غیر معروف ولا ثابت عند اھل النقل وانما ذکرہ الکرابیسی طاعنا بہ علی امیر المومنین ومعارضا بذکرہ لبعض شیعتہ من الاخبار فی اعدائہ وھیہات ان یشتبہ الحق بالباطل بعدازاں کلامی کہ فرمودہ است محصل آں ایں ست کہ اگر امری دیگر دریں روایت نمودہ باشد پس ہمیں کہ راوی آں کرابیسی است واو معلن بعداوت اہل بیت وناصبی شقی بودہ کافی ست در توہین وتکذیب آں" (صفحہ ۳۹ طعن الرماح) یہ خبر باطل وغیر معروف وغیر ثابت اور موضوع ہے اسے کرابیسی نے امیر المومنین کی برائی کے لیے بیان کیا ہے اور اسے شیعوں کے سامنے بطور معارضے کے پیش کیا ہے لیکن حق حق ہی ہے اور باطل باطل ہی ہے۔ اس کے بعد آپ کے بیان کا خلاصہ یہ ہے

کہ اگر اس روایت میں کوئی دوسری بات بھی نہ ہوتی تو یہی کافی ہے کہ اس کا راوی دشمن اہل بیت ہے اور ان کی توہین وتکذیب کرنے والا بدبخت ہے۔ ہم امید کرتے ہیں کہ حضرات شیعہ جو کچھ ان دو مجتہدوں نے فرمایا اسی کو ہماری طرف سے سمجھیں گے! اور بہ تبدیل الفاظ ہمارے اس کہنے کو گوش دل سے سن کر اسے تسلیم کریں گے۔ اور ایسی روایتوں کے جھوٹے ہونے میں شبہ نہ فرمائیں گے۔

ابوبکر جوہری کا سلسلۂ روایت

تیسرے ابوبکر جوہری نے بیان کیا ہے کہ انھوں نے یہ روایت ابوزید سے لی ہے۔ اور ابوزید کنیت ہے عمر بن شبہ کی جیسا کہ تقریب میں بیان کیا گیا ہے "عمر بن شبہ بن عبیدہ ابن زید النمیری البوزید" اور گو عمر بن شبہ معتبرین سے ہیں مگر اس کا کیا ثبوت ہے کہ حقیقت میں ابوبکر جوہری نے جو روایت ان سے بیان کی ہے اور ابوبکر جوہری کے نام سے جو کچھ ابن ابی حدید نے لکھا ہے وہ جعل سے خالی ہے۔ تذکرۃ الحفاظ ذہبی میں جہاں عمر بن شبہ بن عبیدہ سے روایت سننے والوں کا نام ہے وہاں ابوبکر جوہری کا نام ہم ان مشاہیر میں سے نہیں پاتے جنھوں نے عمر بن شبہ سے سنا تھا جیسا کہ تذکرۃ الحفاظ میں ذہبی لکھتے ہیں:-

عمر بن شبّہ بن عبیدۃ الحافظ العلامۃ الاخباری ابوزید النمیری البصری صاحب التصانیف عن یوسف بن عطیۃ الی قولہ وعنہ ابن ماجۃ و ابن صاعد والمحاملی ومحمد بن احمد الاثرم ومحمد بن مخلد وخلق

عمر بن شبہ بن عبیدہ حافظ علامہ مؤرخ ابوزید نمیری بصری صاحب تصانیف یوسف بن عطیہ سے روایت کرتے ہیں (آگے فرماتے ہیں) اور ان سے ابن ماجہ، ابن صاعد، محاملی، محمد بن احمد اثرم اور محمد بن مخلد اور مخلوق روایت کرتی ہے۔ فقط اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ابوبکر جوہری نے گو حافظ عمر بن شبہ سے سنا ہو مگر وہ مشاہیر میں سے نہیں ہوا اور اسی لیے ابوبکر جوہری کا مستقل ترجمہ اور ان کا حال ہم نے کسی کتاب میں نہیں دیکھا البتہ ابوالفرج اصفہانی مصنف کتاب الاغانی نے جوہری سے روائتیں کیں ہیں اور اس میں جوہری کی روائتیں عمر بن شبہ سے بلکہ صرف انھیں سے پائی جاتی ہیں مگر ان کو مشاہیر محدثین اور ائمہ

ہیں سے کہنا سراسر غلط ہے۔

صاحب اغانی کا تشیع

اور ابوالفرج اصفہانی شیعہ تھا اور علمائے شیعہ نے باوجود زیدیہ ہونے کے اسے علمائے شیعہ میں شمار کیا ہے جیسا کہ مرزا محمد باقر بن حاجی زین العابدین موسوی نے جن کو زبدۃ المجتہدین اور حجۃ الاسلام والمسلمین کہا گیا ہے اپنی کتاب روضات الجنات فی احوال العلماء والسادات کے صفحہ ۴۰۸ مطبوعہ ایران ۱۳۰۷ھ ہجری میں اس طور پر لکھا ہے۔ علی بن حسین ابوالفرج اصفہانی مصنف کتاب الاغانی کا ذکر مولانا علامہ حلی نے خلاصہ کی قسم ثانی میں کیا ہے اور فرمایا ہے کہ یہ زیدی شیعہ تھے اور صاحب آمل نے بھی انہیں علمائے شیعہ میں شمار کیا ہے۔ یہ عالم تھے اور بہت سے علماء سے روایت کرتے ہیں شیعہ تھے، عربی گیتوں، مقولوں، مشہور حدیثوں اور تاریخی واقعات میں وسیع معلومات رکھتے تھے ان کا شیعہ ہونا ہمارے اصحاب میں مشہور ہے کیونکہ مذہب شیعہ زیدیہ کے قریب قریب ہے اور دونوں اس عقیدے میں شریک ہیں کہ امامت فاطمیہ سے باہر نہیں ہے۔ علی بن الحسین ابوالفرج اصفہانی صاحب کتاب الاغانی ذکرہ مولٰینا العلامۃ الحلی فی خلاصتہ فی القسم الثانی فقال انہ شیعی زیدی واوردہ صاحب الآمل ایضا فی عداد علماء الشیعۃ وکان عالما روی عن کثیر من العلماء وکان شیعیا خبیرا بالاغانی والآثار والاحادیث المشہورۃ والمغازی انتہی وکان اشتہار تشیعہ بین جماعۃ من اصحابنا من جہۃ مداناۃ مذہب الشیعۃ مع الزیدیۃ ومشارکتہما فی القول بان الامامۃ غیر خارجۃ عن الفاطمیۃ۔

محمد بن عبداللہ بن زبیر کی غیر مستند روایت

چوتھی ابوزید نے اس کو محمد بن عبداللہ بن الزبیر سے روایت کیا ہے اور یہ حضرت شیعہ تھے جیسا کہ میزان الاعتدال میں لکھا ہے۔ محمد بن عبداللہ بن الزبیر قال العجلی کوفی ثقۃ یتشیع وقال ابوحاتم لہ اوہام۔ محمد بن عبداللہ بن زبیر بقول عجلی کوفی ہیں۔ ثقہ ہیں اور شیعہ ہیں۔ ابوحاتم نے کہا ان کے اوہام ہیں۔ اور انھوں نے فضیل بن مرزوق سے روایت کی ہے۔ اور فضیل بن مرزوق کا حال ہم بحث آیہ ذات ذوالقربیٰ حقہ میں مفصل لکھ چکے ہیں کہ وہ پکے شیعہ تھے۔ اور انھوں نے نمیر بن حسان سے روایت کی ہے۔

مگر اس میں غلطی معلوم ہوتی ہے خواہ وہ چھاپے کی ہو یا نقل کی۔ اس لئے کہ عماد الاسلام اور طعن الرماح میں ان کا نام نمیر بن حسان لکھا ہے اور شرح نہج البلاغت ابن ابی الحدید میں البختری بن حسان۔ مگر ہم کو ان دونوں ناموں میں سے کوئی نام تقریب اور تہذیب اور تذہیب اور میزان الاعتدال میں نہیں ملا۔ بہر حال اگر اور تمام راوی ثقہ اور صدوق بھی ہوتے مگر جب کہ اس روایت میں فضیل بن مرزوق داخل ہیں تو یہ روایت شیعوں کی سمجھی جائے اور کچھ نہیں خیال کی جا سکتی۔ اگر سارے سلسلہ میں ایک راوی بھی جھوٹا اور متہم اور مخالف العقیدہ ہو تو ساری روایت باطل اور جھوٹی سمجھی جاتی ہے۔ اور علاوہ اس کے اخیر راوی اس کے خواہ نمیر بن حسان ہوں یا بختری بن حسان خود ان کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ صاحب بڑے کٹے شیعہ اور دشمن صحابہ تھے اس لئے کہ وہ خود فرماتے ہیں کہ میں نے زید بن علی سے پوچھا کہ میری خواہش یہ تھی کہ اس سے ابوبکرؓ کے فعل پر عیب لگا دیں اور اس کی برائی کر دیں۔ اس لئے کہ اس نے اہجن کا لفظ استعمال کیا ہے اور تہجین کے معنی منتہی الارب میں ہیں۔ زشت و عیب ناک گردانیدن اور قاموس میں ہے۔ الھجنۃ من الکلام ما یعیبہ والتھجین التقبیح۔ (کلام میں ہجنتہ یہ ہے کہ قائل ملامت ہو جیسے ہجین یعنی بدبخت اور تہجین، یعنی تقبیح ہے۔)

نامکمل اسناد

پانچویں روایت جو تشئید المطاعن میں ریاض النضرہ سے نقل کی ہے اس کے راوی عبداللہ بن ابوبکر بن عمرو بن حزم ہیں اور انھوں نے اپنے باپ سے روایت کی ہے۔ اس میں اس روایت کا نہ سر ہے نہ دُم اس لئے کہ یہ معلوم ہوتا کہ عبداللہ ابن ابی بکر سے کس نے یہ روایت کی ہے اور نہ یہ ظاہر ہوتا ہے کہ عبداللہ بن ابی بکر کے باپ نے کس سے اس روایت کو سنا ہے جب تک کہ پوری روایت اور تمام راوی بیان نہ کئے جائیں اس قسم کی روایتوں پر اعتبار نہیں ہو سکتا۔

واقدی کی دوسری روایت

چھٹی وہ روایت ہے جو تشئید المطاعن میں طبقات کبریٰ سے نقل کی ہے اس کے راوی محمد بن عمر ہیں اور انھوں نے ہشام بن سعد سے اور ہشام بن سعد نے زید بن اسلم سے اور اُنھوں نے اپنے باپ سے اس روایت کو بیان کیا ہے۔ اس میں راوی اول محمد بن عمر ہیں اور یہ وہ ہیں جو واقدی کے نام سے مشہور ہیں اس لئے کہ یہی ہشام بن سعد ہیں اور ہشام بن سعد زید بن اسلم سے روایت کرتے ہیں جیسا کہ میزان الاعتدال میں لکھا ہے اور واقدی کا حال اور ان کے تمام صفات ہم اُوپر آیہ وآت ذاالقربیٰ حقہٗ کی بحث میں مفصل لکھ چکے ہیں کہ وہ حدیثوں کے بنانے والوں میں سے ہیں۔ اور کسی بات میں ان کی کوئی روایت حدیث یا انساب یا کسی چیز میں بھی قابل اعتبار نہیں ہے۔ اور ایسے متروک الحدیث ہیں کہ تذکرۃ الحفاظ میں ذہبی نے ان کی نسبت لم اسق ترجمتہ ھنا لا تفاقھم علی ترک حدیثہ (میں نے ان کا حال نہیں لکھا کیوں کہ ان کی حدیث چھوڑنے پر علماء کا اتفاق ہے، کہہ کر ان کا ترجمہ نہیں لکھا۔ دوسرے راوی ہشام بن سعد ہیں ان کی نسبت میزان الاعتدال میں لکھا ہے کان یحیی بن القطان لا یحدث عنہ وقال النسائی ضعیف (یحییٰ بن قطان ان سے حدیث نہیں بیان کرتے تھے اور بقول نسائی ضعیف ہیں اور تقریب میں لکھا ہے لہ اوھام ورمی بالتشیع (ان کے اوہام ہیں اور تشیع سے متہم ہیں) اور تہذیب میں ہے۔ قال ابو حاتم یکتب حدیثہ ولا یحتج بہ (ابو حاتم نے کہا اس کی حدیثیں لکھی جاتی تھیں لیکن ان سے حجت نہیں لی جاتی تھی۔

نامکمّل اسناد کی روایات

قسم اول کی روایتوں کا حال اب ہم بیان کر چکے اور ان کے راویوں کا غیر معتبر اور جھوٹا ہونا ثابت کر دیا۔ اور اس لئے ان روایتوں پر وہ مقولہ صادق آتا ہے جو مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب نے فرمایا ہے کہ "خبر غیر صحیح چون گوز شتر ست" (غیر صحیح خبر گوز شتر کی طرح ہے)۔ اب باقی رہیں اور اقسام کی روایتیں اُن کی نسبت اگرچہ ہم کو زیادہ لکھنے کی ضرورت نہیں ہے اس لئے کہ ہم بہ تفصیل جو تھے مقدمہ میں اس کتاب کے

بیان کر چکے ہیں کہ ایسے واقعات کے متعلق کسی کی رائے یا کسی کا قیاس یا کسی کا بیان اُس واقعہ کی صحت اور تصدیق کے لئے کافی نہیں ہے گو اس کا بیان کرنے والا کسی فن کا امام ہو اور گو وہ بڑا مشہور عالم اور کسی خاص علم میں بڑا ماہر اور نامی ہو۔ ان واقعات کی تصدیق کے لئے روایت متصل السند اور صحیح السند ہونی چاہیے۔ اگر ہزار عالم غلطی یا بے خبری یا ناواقفیت یا بے خیالی سے کسی واقعہ کا اس طور پر ذکر کریں کہ اوس سے اس واقعہ کی تصدیق بظاہر پائی جاتی ہو تو واقعہ کی تصدیق کے لئے کچھ مفید نہیں ہے۔ بیش ازیں نیست کہ یہ خیال کیا جائے کہ اس عالم نے اس خبر کی تحقیق اور تنقیح نہیں کی اور بغیر غور اور تحقیق کے اسے لکھ دیا۔ خصوصاً متکلمین کہ جو اعتراضوں کے جواب دینے میں بہت کچھ رائے اور قیاس کو دخل دیتے ہیں اور جواب دینے کے خیال میں پڑ جاتے ہیں اور علی سبیل التسلیم والفرض جواب دینے لگتے ہیں جس سے مخالفین کو یہ شبہ ہوتا ہے کہ وہ روایت صحیح ہے اور ایسے شبہ کو دھوکا دینے کے لئے پُر زور تقریروں میں ظاہر کرتے ہیں یہی حال ان اقوال کا ہے جو علمائے امامیہ نے اس باب میں نقل کئے ہیں۔ اور نہ ہونا مسلسل روایت کا اس کے عدم صحت کے ثبوت میں کافی ہے مگر ہم اپنی کتاب کے ناظرین کے اطمینان کے لئے ان اقوال سے بھی بحث کرتے ہیں تاکہ یا ناقلین کی بے اعتباری یا اُن کی عدم واقفیت یا ان کا فن حدیث سے ماہر نہ ہونا معلوم ہو جائے کہ یہی وجوہ ہیں جن سے اس قسم کی روایتیں کتابوں میں درج ہو گئیں اور علمائے امامیہ کو عوام کے مغالطے میں ڈالنے کا موقع مِلا۔

دیگر روایات اور ان پر تنقید

اس قسم کی روایتیں شافی سے لے کر طعن الرماح کے زمانے تک جو کچھ بیان کی گئی ہیں وہ اوپر ہم نقل کر چکے۔ اب ہم ان کا مختصر حال لکھتے ہیں وہ روایتیں یہ ہیں:۔

(۱) واقدی کی روایت جو علامہ حلی نے کتاب کشف الحق میں نقل کی ہے اور جس کا یہ خلاصہ ہے کہ ابوبکر صدیق رضؓ نے حضرت فاطمہ رضؓ کے دعویٰ پر انھیں سند لکھ دینے کا ارادہ کیا مگر حضرت عمر رضؓ مانع ہوئے۔

(۲) معجم البلدان کی روایت جس کو احقاق الحق میں بیان کیا ہے۔ اور جس میں خلیفہ عمر بن عبدالعزیز اور مامون کے رد فدک کا حال ہے۔

(۳) روایت شیخ جلال الدین سیوطی کی تاریخ الخلفا کی ہے جو احقاق الحق میں نقل کی گئی اور جس میں عمر بن عبدالعزیز کے ردِ فدک کا ذکر ہے۔

(۴) ابوبکر جوہری کی روایت شرح نہج البلاغت سے جس میں یہ لکھا ہے کہ حضرت فاطمہ رض نے ابوبکر صدّیق سے کہا کہ ام ایمن گواہی دیتی ہیں کہ رسول اللہ صلعم نے مجھے فدک عطا کر دیا تھا۔

(۵) صواعق محرقہ کی روایت متعلق دعویٰ ہبہ کے ہے جس کو عماد الاسلام اور طعن الرماح اور تشئید المطاعن میں نقل کیا ہے۔

(۶) ملل ونحل شہرستانی اور مواقف اور شرح مواقف اور نہایۃ العقول اور تفسیر کبیر کی روایت ہے۔ جس میں دعویٰ ہبہ کا بیان ہے۔

(۷) معارج النبوّت اور مقصد اقصیٰ اور حبیب السیر اور روضۃ الصفا کی روایت ہے۔

اب ان روایتوں کا حال سُنیئے کہ واقدی کی روایت محتاج بیان نہیں۔ واقدی کا حال اس تفصیل سے ہم لکھ چکے ہیں کہ ہر شخص اس کی روایت کو جھوٹی سمجھے گا اور اس روایت کے پیش کرنے والے پر تعجب کرے گا۔

معجم البلدان کی روایت جس میں عمر بن عبدالعزیز اور مامون کے ردِ فدک کا ذکر ہے اس کی پوری بحث ہم طرائف کی روایت میں کر چکے ہیں اور مامون کے ردِ فدک کی حقیقت ہم نے تفصیل سے اس طرح پر بیان کر دی ہے کہ اس کے غلط ہونے میں یقیناً کسی کو شبہ نہ رہے گا۔

سیوطی کی روایت سے ہبہ کی تردید

شیخ جلال الدین سیوطی تاریخ الخلفا میں متعلق فدک صرف ایک روایت لکھی ہے[۱] احوال عمر بن عبدالعزیز میں حاصل اس کا یہ ہے کہ مغیرہ کا بیان ہے کہ عمر بن عبدالعزیز نے بنی مروان

[۱] اصل الفاظ روایت یہ ہیں۔ وعن مغیرۃ قال جمع عمر حین استخلف بنی مروان فقال ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (باقی)

سے کہا کہ فدک آنحضرت صلعم کا تھا اس سے بنی ہاشم کے بچوں کی اور بیواؤں کی اعانت کرتے تھے فاطمہ رض نے فدک مانگا تھا آنحضرت صلعم نے نہیں دیا۔ اسی طرح ابوبکر رض و عمر رض کے زمانے میں رہا مروان نے اس کو جاگیر بنا لیا پس تم لوگ گواہ رہو کہ میں فدک کو اسی طرح کرتا ہوں جیسا کہ زمانۂ نبوّت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں تھا (انتہی ملخصاً)

چونکہ تاریخ الخلفاء میں سوائے اس ایک روایت کے اور کوئی روایت متعلق فدک نہیں ہے۔ اور یہ روایت صریح بتا رہی ہے کہ فاطمہ رض نے فدک مانگا تھا۔ آنحضرت نے نہیں دیا اور فدک کی آمدنی آنحضرت صلعم جس مصرف میں صرف فرماتے تھے شیخین رض بھی اسی مصرف میں اُسے خرچ کرتے تھے جس سے ہبہ فدک و دعویٰ ہبہ فدک بیخ و بن سے منہدم ہوگیا۔ لہٰذا ہبہ فدک یا دعویٰ ہبۂ فدک پر تاریخ الخلفاء سے سند پیش کرنے کی نسبت سوائے اس کے کیا کہا جائے کہ یہ ارباب علم بلکہ اصحاب حیا کی شان سے بعید ہے۔ علاوہ اس کے تاریخ الخلفاء میں بیان حال یا غیر صحیح روایت نہ لکھنے کا التزام نہیں ہے لہٰذا بجز ناقد بصیر اہل حق کے دوسرا کوئی اس سے استدلال نہیں کر سکتا۔

ہشام بن محمد کلبی کی جھوٹی روایت

ابوبکر جوہری کی روایت جو شرح نہج البلاغت سے طعن الرماح میں نقل کی ہے اس میں جناب مجتہد صاحب نے راوی کا نام چھوڑ دیا ہے تاکہ دیکھنے والے کو کوئی موقع روایت کی اصلیت دریافت کرنے کا نہ ملے مگر اصل کتاب یعنی شرح نہج البلاغت پر رجوع کرنے سے معلوم ہوا کہ اس کے راوی ہشام بن محمد کلبی ہیں اور انھوں نے اپنے باپ سے روایت کی ہے جیسا کہ شرح نہج البلاغت

(بقیہ صفحہ ۱۷۲) کانت لہ فدک ینفق منہا و یعول منہا علی صغیر بنی ہاشم و یزوج منہا ایمہم وان فاطمۃ سالتہ ان یجعلہا لہا فابی فکانت کذلک حیوۃ ابی بکر ثم عمر ثم قطعہا مروان، ثم صارت لعمر بن عبدالعزیز فرایت امرا منعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاطمۃ فلیس لی بحق وانی اشہدکم انی قد رددتہا علی ما کانت علی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۱۲

تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۵۰ مطبوعہ مطبع محمدی لاہور سنہ ۱۳۰۳ ہجری)۔

جلد دوم مطبوعہ ایران کے صفحہ ۲۹ میں اصل روایت یوں لکھی ہے۔ قال ابوبکر و روی هشام بن محمد عن ابیه قال قالت فاطمة لابی بکر ان ام ایمن تشهد لی الخ (باقی۔ عبارت وہ ہے جو طعن الرماح سے اوپر ہم نقل کر چکے ہیں) ابوبکر نے کہا اور روایت کی هشام بن محمد نے اپنے باپ محمدؒ سے کہ فاطمہؑ نے ابوبکرؓ سے کہا کہ ام ایمن میری گواہ ہیں) اور ہشام بن محمد کلبی کے خطاب سے مشہور ہیں اور ان کے باپ بھی اسی لقب سے معروف۔ اور یہ باپ بیٹے نہایت کٹے شیعہ اور جھوٹے اور غیر مستند تھے۔ چنانچہ ان کے باپ کا حال جو ابوہشام کلبی سے بھی مشہور ہیں بحث آیہ و آت ذا القربی حقہ، میں اوپر ہم لکھ چکے ہیں ان کی روایت کا پیش کرنا ایسا ہی ہے جیسے کہ حضرت زرارہ اور احوال اور مومن الطاق کی روایتوں کا پیش کرنا۔ اگر زرارہ اور احوال کی روایتیں سنیوں پر حجت ہو سکتی ہوں تو ہشام بن محمد کلبی اور ابو ہشام محمد بن السائب کلبی یعنی ان باپ بیٹوں کی روایتیں بھی ثبوت میں پیش کی جا سکتی ہیں۔

صواعق محرقہ کی توضیح

صواعق محرقہ کی ایک روایت تو وہ بیان کی گئی ہے جس میں زید بن علی سے سوال کرنے اور اُن کے جواب دینے کا ذکر ہے اس کی حقیقت ہم اوپر بیان کر چکے۔ دوسرے ایک مقام پر اُنھوں نے ہبہ کے دعوٰی کا یہ جواب دیا ہے کہ نصاب شہادت نہیں تھا۔ اس میں صواعق محرقہ نے ہبہ کے دعوٰی کی روایت سے بحث نہیں کہ صرف علی سبیل التسلیم والفرض اس کا جواب دیا ہے اور یہ عادت متکلمین کی ہے۔ اس میں انھوں نے یہ نہیں بیان کیا کہ یہ روایت صحیح ہے جس طرح پر کہ انھوں نے اس کی تکذیب بھی نہیں کی غایت مافی الباب یہ ہے کہ انھوں نے اس روایت کی اصلیت نہیں تحقیق کی اور اس طور پر جواب دیا ہے جس سے ضمناً اس دعوٰی کے پیش کرنے کا خیال پیدا ہوتا ہے۔ اور یہ امر اس بات کو ثابت نہیں کرتا کہ وہ روایت فی نفسہٖ صحیح ہو۔ روایت کی تصحیح تو روایت کے بیان اور راویوں کی تنقیح پر منحصر ہے اور ہم اوپر نہایت مدلل طور پر اصل روایت کی تکذیب ثابت کر چکے۔

شہرستانی کا قول : ملل ونحل شہرستانی اور مواقف اور شرح مواقف کے قولوں کو نقل

کرنے سے سوائے کتاب کے حجم بڑھانے کے اور کچھ فائدہ نہیں، اس لئے کہ ملل ونحل میں شہرستانی نے کسی روایت کا بیان نہیں کیا صرف یہ دو لفظ لکھے ہیں کہ تیسرا اختلاف امر فدک میں ہے اور پیغمبر خدا صلعم کے ارث میں اور فاطمہؑ کے دعوٰی کی نسبت کہ کبھی وراثتاً کیا اور کبھی ملکیت کا پس یہ دو لفظ کہ تارۃ وراثتاً و تملیکاً اخری (کبھی وراثہ کا دعوٰی کیا اور کبھی ملکیت کا) کچھ اصل روایت کو ثابت نہیں کرتے۔ بلکہ غور کرنے سے تملیکاً اخری کے الفاظ بھی مشتبہ معلوم ہوتے ہیں اس لئے کہ اگر خلاف تھا تو توریث میں یعنی اس مسئلہ میں کہ آیا پیغمبر خدا صلعم کے متروکہ میں میراث جاری ہو سکتی ہے یا نہیں۔ یہ مسئلہ مختلف فیہ نہیں تھا کہ کوئی شخص اپنی ملکیت پر قابض رہ سکتا ہے یا نہیں اس لئے اس موقع پر الفاظ دعوٰی فاطمة وراثتہ وتملیکاً اخری مہمل اور بے معنی ہیں سوائے اس کے جو دلیل بیان کی ہے حتی دفعت عن ذلک بالروایۃ المشہورۃ اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ وجہ دعوٰی کے نہ سنے جانے کی حدیث نحن معاشر الانبیاء ہے۔ اور یہ متعلق بمیراث ہے نہ متعلق بہبہ وتملیک۔ تملیکاً اخری کے دعوی کے ثابت کرنے کے لئے یہ بھی لکھنا ضرور تھا کہ اس وجہ سے یہ دعوٰی نہ سنا گیا کہ شہادت پوری نہیں ہوئی۔ بہر حال ہر ایک غور کرنے والا سمجھ سکتا ہے کہ یہ الفاظ ہی مہمل اور بے معنی ہیں۔

شہرستانی پر ابن تیمیہ کی تنقید

علاوہ بریں ملل ونحل کے لکھنے والے شہرستانی ان بزرگوں میں سے ہیں جو خود عقائد میں متہم ہیں جیساکہ ابن تیمیہ نے منہاج السنہ میں لکھا ہے۔ بل یمیل الشهرستانی کثیرا الی اشیاء من امورهم بل یذکر احیانا اشیاء من کلام الاسماعیلیة الباطنیة منهم ویوجهه ولهذا اتهمه بعض الناس بانه من الاسماعیلیة وقد یقال هو مع الشیعة بوجه ومع اصحاب الاشعری بوجه ...۔ وبالجملة فالشهرستانی یظهر المیل الی الشیعة ... ولا یحتج به الا من هو جاهل وان هذا الرجل یعنی الشهرستانی کان له بالشیعة المام واتصال وانه دخل فی اهوائهم بما ذکره هذا الکتاب یعنی الملل والنحل یعنی شہرستانی اکثر شیعوں کی باتوں کی طرف میل کیا کرتا ہے بلکہ کبھی شیعوں کے فرقہ اسماعیلیہ باطنیہ کا کلام ذکر کرتا ہے پھر اسی کی ترجیہہ بیان کرتا ہے اس سے بعض لوگوں نے اس کو اسماعیلیوں میں متہم کیا ہے اور کبھی لوگ یوں بھی کہتے ہیں کہ وہ ایک طرح سے اہل سنّت کے ہم خیال ہے بغرضیکہ شہرستانی کا میل شیعوں کی طرف ظاہر ہوتا ہے اور اس سے جاہل شخص ہی احتجاج کر سکتا ہے۔

اس شہرستانی کو شیعوں کے ساتھ ایک خاص تعلق ہے اور ان کے خیالات فاسدہ میں سرشار۔

شرح مواقف کا قول ضعیف

مواقف اور شرح مواقف کے قول جو نقل کیۓ گۓ۔ ہیں وہ خود اس قول کی تضعیف کرتے ہیں اس لئے کہ اس نے فان قیل کے لفظوں سے شروع کیا۔ اور طالب علم تک اس بات کو جانتے ہیں کہ یہ لفظ قول ضعیف کے ذکر میں استعمال کیا جاتا ہے اور بالفرض والتقدیر اور علی سبیل التسلیم جواب دینے کے مقام ہیں۔ علاوہ بریں صاحب مواقف اور اس کے شارح بلاشبہ علمائے متکلمین اہل سنت سے ہیں۔ مگر حدیث و خبر میں محرد اُن کا قول قابل سند نہیں ہے غایۃ مافی الباب' ان عالموں کا درجہ سنیوں میں ایسا سمجھ لینا چاہیئے جیسا کہ خواجہ نصیر الدین طوسی کا شیعوں میں ہے صرف خواجہ نصیر الدین طوسی کی روایتوں اور حدیثوں کو کوئی عالم علمائے شیعہ سے مستند اور قابل استدلال نہیں مانے گا۔ جب تک کہ وہ حدیث نقل نہ کرے یا کسی حدیث صحیح پر ان کا قول مبنی نہ ہو۔ گو وہ کیسے ہی فلسفی اور معقولی اور متکلم۔ اور شارح مواقف کا یہ کہنا کہ والصحیح ام ایمن اس بات پر دلالت نہیں کرتا کہ وہ اس روایت کی تصدیق کرتے ہیں بلکہ اس بات پر دال ہے کہ صحیح یہ ہے کہ اس جھوٹی روایت کے بنانے والے کا لفظ ام کلثوم نہیں ہے۔ بلکہ اس ذات والاصفات کا لفظ بجائے ام کلثوم کے ام ایمن ہے نہ ام کلثوم اس لئے انھوں نے ام کلثوم کے بعد یہ کہا کہ والصحیح ام ایمن اور اس سے ایک اور بات معلوم ہوتی ہے جس سے ہمارے قول کی تائید ہوتی ہے کہ صاحب مواقف کو اتنا بھی معلوم نہ تھا کہ علمائے شیعہ نے ام ایمن کا نام لکھا ہے یا ام کلثوم کا اور غلطی سے وہ ام کلثوم لکھ گئے اور چونکہ شارح مواقف اول شیعہ تھے اور بعد اس کے سنی ہوئے اس لئے ان کو ان روایات پر خوب اطلاع تھی ان کو یہ غلطی بادی النظر میں معلوم ہوگئی اور اس کی اصلاح کردی۔ اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ انھوں نے کل روایت کی صحت ثابت کی اور اگر وہ اپنے نزدیک اس روایت کو صحیح سمجھ کر بھی بیان کرتے اور تسلیم کیا جائے کہ انھوں نے اسی لئے بیان کیا ہے تو وہ ان کا خیال ہے اور اس کا جواب صاف ہے کہ وہ خیال ان کا غلط اس لئے کہ یہ چیزیں قیاسی نہیں بلکہ خبر سے متعلق ہیں اور خبر کے لئے اس کی تصدیق ضرور ہے۔ واذلیس فلیس۔

امام رازی کا جواب اعتراض

امام رازی کی نہایۃ العقول اور تفسیر کبیر سے بھی روایت کی صحت ثابت نہیں ہوتی اس لئے کہ اس میں بھی امام رازی نے جواب اعتراض کا دیا ہے اور تنقیح اصل دعویٰ کی نہیں کی اور نہ تصحیح اس بات کی کہ روایت جس میں ذکر ہبہ کا ہے شیعوں کی ہے یا سنیوں کی اور اس طرح کے جواب دینے سے کسی عالم کے یہ لازم نہیں آتا۔ کہ وہ روایت فی نفسہٖ صحیح اور ثابت ہو اور یہی سبب ہے کہ انھوں نے اپنی تفسیر میں بھی جس کا حوالہ طعن ارماح اور تشئید المطاعن میں دیا ہے بحث روایت سے نہیں کی اور اس کی تصحیح و تنقیح کی طرف متوجہ نہیں ہوئے۔ اور اس کا سبب یہ ہے کہ وہ معقولی اور فلسفی ہے اور ایسے مباحث میں معقولی متکلمین کسی طرح نفس مطلب پر رجوع کرتے اور اس اعتراض کو مانا ہوا تسلیم کر کے اس کا جواب دیتے ہیں وہ ان محدثین اور محققین میں سے نہیں ہیں جن کا قول اخبار اور احادیث میں سند ہو اور خصوصی ایسی حالت میں جبکہ ضمناً اُن کے جواب دینے سے صرف اتنا ثابت ہوتا ہو کہ وہ اس روایت کی تکذیب پر متوجہ نہیں ہوئے۔ اور ہم از روئے اصول مقررہ فریقین کے یہ بات اُوپر بیان کر چکے ہیں کہ اخبار و احادیث میں کسی کا قول معتبر نہیں ہے گو وہ کیسا ہی مشہور عالم اور مصنّف اور محدّث ہی کیوں نہ ہو بلکہ اصل خبر اور نفس روایت دیکھنے کے لائق ہے اور جن راویوں سے وہ بیان کی گئی ہے ان کے حالات کی تنقیح لازم ہے اگر راوی ثقہ معتبر ہوں اور ان پر کوئی الزام نہ لگایا گیا ہو وہ البتہ لائق لحاظ کے ہے اور پھر اس میں یہ بھی دیکھنا ہے کہ وہ خبر احاد میں سے ہے یا مشہور اور دوسرے صحیح اخبار اور مستند روایتوں کے متناقض ہے کہ نہیں اور یہ کام محققین اور اہل فن کا ہے۔ اس لئے چند عالموں کی کتابوں میں سے چند عبارتیں نقل کر دینے سے مدعا ثابت نہیں ہوتا۔

غلط روایات پر بنیاد

اگر کوئی حضرات امامیہ میں سے کہے کہ ایسے مشہور عالموں کی روایتوں کے نہ ماننے سے جو کہ ائمہ اہل سنت سمجھے جاتے ہیں باب مناظرہ ہی بند ہوا جاتا ہے اور صرف یہ جواب کہ وہ حدیث میں ماہر اور نقاد نہ تھے یا باوجود محدث ہونے کے اُن سے خطا ہو گئی یا انھوں نے غلط اور ضعیف روایت کو تسلیم کر لیا اُسے چاہیئے کہ اس کتاب کا چوتھا مقدمہ غور سے پڑھے کہ اس سے اس کو اس قسم کے خیالات کا کافی اور تسلی بخش جواب ملے گا۔

سُنی روایات سے عدم ثبوت

جو شہادت ہمارے یہاں کی کتابوں سے حضرات امامیہ نے اس بات کے ثابت کرنے کے لیئے کہ حضرت فاطمہ زہرا نے فدک کے ہبہ کا دعوٰی کیا تھا پیش کی تھی اس کی حقیقت کہ وہ کہاں تک قابل ماننے کے ہے، بہ تفصیل ہم نے بیان کردی - اب ہم اس بات کو دکھاتے ہیں کہ خود شیعوں کی روایتیں متعلق اس دعوٰی کے ایسی متناقض اور مختلف ہیں کہ ان کا باہمی تناقض اور اختلاف ان کے دعوی کو باطل کرتا ہے۔

شیعوں کی روایات میں اختلاف

تناقض ثابت کرنے کے لیئے ضرور ہے کہ اوّل ہم شیعوں کی روایتیں جو متعلق دعوٰی ہبہ فدک کے ہیں بیان کریں پھر ان کا تناقض دکھائیں مفصلہ ذیل روایتیں شیعوں نے اسکے متعلق بیان کی ہیں:-

احتجاج طبرسی کی روایت

(۱) احتجاج طبرسی مطبوعہ ایران صفحہ ۷۵ ذیل عنوان احتجاج امیرالمومنین علی ابی بکر و عمر لما منع فاطمہ الزہرا فدک بالکتاب والسنۃ میں بسند حماد بن عثمان امام جعفر صادق سے روایت کی ہے کہ جب ابوبکر خلیفہ ہوئے اور تمام مہاجرین و انصار پر پورے طور سے اُن کی حکومت قائم ہوگئی۔

۱؎ اصل عبارت یہ ہے - عن حماد بن عثمان عن ابی عبداللہ قال لما بویع ابوبکر و استقام لہ الامر علی جمیع المہاجرین والانصار بعث الی فدک من اخرج وکیل فاطمہ بنت رسول اللہ صلعم منہا فجارت فاطمۃ الی ابی بکر ثم قالت لم تمنعنی میراثی من ابی رسول اللہ صلعم واخرجت وکیلی من فدک وقد جعلہا لی رسول اللہ صلعم بامر اللہ تعالی فقال ہاتی علی ذلک شہود فجارت بام ایمن فقالت لا اشہد یا ابابکر حتی احتج علیک بما قال رسول اللہ صلعم انشدک باللہ الست تعلم ان رسول اللہ صلعم قال ام ایمن امراۃ من اہل الجنۃ فقال بلی قالت فاشہد ان اللہ عزوجل اوحی الی رسول اللہ صلعم فات ذالقربی حقہ فجعل فدک لفاطمۃ بامر اللہ فجار علی فشہد بمثل ذلک فکتب لہا کتابا ودفعہ الیہا فدخل عمر فقال ما ہذا الکتاب فقال ان فاطمہ ادعت فی فدک شہدت لہا ام ایمن وعلی فکتبتہ لہا فاخذ عمر الکتاب من فاطمۃ فتفل فیہ فمزقہ فخرجت فاطمۃ تبکی فلما کان بعد ذالک جاء علی الی ابی بکر وہو فی المسجد وحولہ المہاجرون والانصار فقال یا ابابکر لم منعت فاطمۃ میراثہا من رسول اللہ وقد ملکتہ فی حیاۃ رسول اللہ صلعم فقال ابوبکر ہذا فئی للمسلمین فان اقامت شہودا ان رسول اللہ صلعم جعلہا لہا والا فلا حق لہا فیہ فقال امیرالمومنین یا ابابکر تحکم فینا بخلاف حکم اللہ فی المسلمین قال لا قال فان کان فی ید المسلمین شیئ یملکونہ ثم ادعیت انا فیہ من تسأل البینۃ قال ایاک اسئل البینۃ قال فما بال فاطمۃ سألتہا البینۃ علی ما فی یدیہا وقد ملکتہ فی حیوۃ رسول اللہ صلعم وبعدہ ولم تسأل المسلمین البینۃ علی ما ادعوہا شہودا کما سألتنی علی ما ادعیت علیہم فسکت ابوبکر فقال عمر یا علی دعنا من کلامک فانا لا نقوی علی حجتک فان اتیت بشہود عدول والا فہو فئی للمسلمین لا حق لک ولا لفاطمۃ فیہ قال فدہم الناس وانکر بعضہم بعضا وقالوا صدق واللہ علی ورجع علی الی منزلہ قال ودخلت فاطمہ المسجد وطافت بقبر ابیہا وہی تقول سے قد کان بعدک انباء وہنبثۃ الخ (۱۲ احتجاج طبرسی۔)

تو انھوں نے فدک پر اپنا آدمی بھیجا اور اس نے حضرت فاطمہؓ کے وکیل کو نکال دیا تب حضرت فاطمہؓ ابوبکر کے پاس آئیں اور فرمایا کیوں تم مجھے میرے باپ کی میراث سے محروم کرتے ہو اور کیوں میرے وکیل کو فدک سے نکال دیا اس پر انھوں نے اُن سے گواہ مانگے، اور اسی روایت میں بعد بیان شہادت کے لکھا ہے کہ ابوبکرؓ نے فاطمہؓ کو سند لکھ دی اور عمرؓ نے اُسے چاک کر دیا اور فاطمہؓ روتی ہوئی چلی گئیں فلما کان بعد ذلک جاء علیؓ الی ابی بکر وھو فی المسجد وحولہ المھاجرون والانصا

اس کے بعد حضرت علیؓ ابوبکرؓ کے پاس آئے اور ان کے پاس مسجد میں مہاجر و انصار جمع تھے - اور علیؓ نے آکر کہا کیوں تم فاطمہؓ کو پیغمبر خدا کی میراث سے منع کرتے ہو حالانکہ وہ آنحضرت کی زندگی میں اُس کی مالک تھیں - ابوبکرؓ نے کہا یہ مال مسلمانوں کا ہے اگر وہ گواہ پیش کریں تو اُن کو ملے گا ورنہ ان کا کچھ حق نہیں اس پر امیرالمومنینؑ نے فرمایا کہ اے ابوبکرؓ کیا تم ہمارے حق میں خدا کے حکم کے خلاف فیصلہ کرو گے اُنھوں نے کہا نہیں تو آپ نے کہا کہ اگر کوئی چیز مسلمانوں کے قبضے میں ہو اور وہ اس کے مالک ہوں اور میں اُس پر دعوٰی کروں تو تم کس سے گواہ مانگو گے انھوں نے کہا تم سے - کہا یہ کیا سبب ہے کہ تم فاطمہؓ سے گواہ مانگتے ہو اس چیز کے متعلق جو اُن کے قبضے میں ہے - اور جس کی وہ پیغمبر خدا کی زندگی میں اور اس کے بعد مالک تھیں اور مسلمانوں سے تم گواہ نہیں مانگتے کہ وہ اس کا دعوٰی کرتے ہیں - یہ سُن کر ابوبکرؓ چپ ہو رہے تب عمرؓ نے کہا کہ اے علیؓ یہ باتیں جانے دو کہ ہم تمھاری حجتوں پر غالب نہیں آسکتے اگر تم گواہ عادل پیش کرو گے تو خیر ورنہ یہ مال مسلمانوں کا ہے نہ تمھارا حق ہے نہ فاطمہؓ کا پھر آخر اسی قسم کی اور چند باتوں کا ذکر کر کے لکھا ہے کہ یہ حالت دیکھ کر لوگ غصے میں آئے اور بعض نے اس بات کو بہت بُرا مانا اور کہا کہ واللہ علیؓ سچ کہتے ہیں اور علیؓ اپنے گھر چلے آئے اور فاطمہؓ مسجد نبوی میں تشریف لے گئیں اور اپنے آپ کو باپ کی قبر پر گرا دیا اور یہ اشعار پڑھنے لگیں ؎ قد کان بعدك انباء وهنبثۃ الخ بعد اس کے اس روایت میں یہ بیان ہے کہ ابوبکرؓ و عمرؓ نے یہ حالت دیکھ کر اور آئندہ کا خوف کر کے ارادہ کیا کہ علیؓ کو قتل کرا دیں اور اس کے لیے خالد کو تجویز کیا۔ اس کا بیان ہم اپنے موقع پر کریں گے۔

علل الشرائع والاحکام کی روایت

(۲) علل الشرائع والاحکام ۱؎ تالیف شیخ ابوجعفر محمد بن الحسین بن

موسیٰ بن بابویہ قمی کی باب صد و پنجاہ و یکم[۱۵۱] مطبوعہ ایران صفحہ ۸۸ میں ایک حدیث علی بن ابراہیم نے اپنے باپ سے اور انھوں نے ابن عمیر سے اور انھوں نے ایک اور راوی سے امام جعفر صادقؑ کی یہ بیان کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جب ابوبکر نے فاطمہؑ کو فدک سے روکا اور ان کے وکیل کو نکال دیا حضرت علیؓ مسجد میں آئے اور ابوبکر وہاں بیٹھے ہوئے تھے ان کے گرد مہاجرین و انصار جمع تھے تو آپ نے فرمایا کہ اے ابوبکر تم نے کیوں فاطمہؑ کو روکا اس چیز سے جو رسول اللہ نے ان کو دے دی تھی اور ان کا وکیل اس پر بر رسولؐ قابض تھا۔ ابوبکرؓ نے کہا کہ یہ مال مسلمانوں کے لئے فئے ہے اگر وہ شاہد عادل لائیں تو خیر ورنہ فاطمہؑ کا اس میں کچھ حق نہیں ہے۔ علیؓ نے فرمایا کہ کیا ہمارے لئے برخلاف اس کے جو اور مسلمانوں کے لئے تم حکم دیتے حکم دو گے تو انھوں نے کہا کہ نہیں تب آپ نے فرمایا کہ اگر کوئی چیز مسلمانوں کے ہاتھ میں ہو اور میں دعوی کروں تو تم کس سے گواہ مانگو گے۔ ابوبکرؓ نے کہا تم سے۔ علیؓ نے کہا کہ جو چیز میرے ہاتھ میں ہو اور مسلمان اس پر دعوی کریں تو تم مجھ سے گواہ مانگو گے۔ ابوبکرؓ یہ سن کر چپ ہو رہے عمرؓ نے کہا یہ مال مسلمانوں کا ہے اور ہم تمہارے جھگڑے کی باتیں نہیں سنتے۔ پھر اس پر اور باتیں ان کے آپس میں ہوئیں جسے سن کر لوگ رونے لگے اور بصلاح عمرؓ کے ابوبکر نے علی کے قتل کا ارادہ کیا جس کی تفصیل اس روایت میں ہے اور اس کو ہم اپنے موقع پر بیان کریں گے۔

مصباح الانوار سے اقتباس

(۳) روایت ہے کہ حضرت فاطمہؑ ابوبکرؓ کے پاس گئیں اور ان سے فدک کا مطالبہ کیا اور بعد بہت

---

[۱] اصل عبارت یہ ہے عن ابی جعفر قال دخلت فاطمۃ بنت محمد صلعم علی ابی بکر فسالتہ فدکا قال النبی صلعم لا یورث فقالت قد کان اللہ تعالیٰ و ورث سلیمان داود فلما حاجتہ امران یکتب لہا و شہد علی بن ابی طالبؑ و ام ایمن فخرجت فاطمۃ فاستقبلہا عمرؓ ...

بقیہ حاشیہ [۲] قال حدثنا علی بن ابراہیم عن ابیہ عن ابن ابی عمیر عمن ذکرہ عن ابی عبد اللہ قال لما منع ابوبکر فاطمۃ فدکا و اخرج وکیلہا جاء امیر المومنین الی المسجد و ابوبکر جالس و حولہ المہاجرون و الانصار فقال یا ابابکر لم منعت فاطمۃ ما جعلہ رسول اللہ لہا و وکیلہا فیہ منذ سنین فقال ابوبکر ہذا فئے للمسلمین فان اتت بشہود عدول و الا فلا حق لہا فیہ قال یا ابابکر تحکم فینا بخلاف ما تحکم فی المسلمین قال لا قال اخبرنی لو کان فی ید المسلمین شیئ فادعیت انا فیہ ممن کنت تسئل البینۃ قال ایاک کنت اسئل قال فاذا کان فی یدی شیئ فادعی فیہ المسلمون تسئلنی فیہ البینۃ قال فسکت ابوبکر فقال عمر ہذا فی للمسلمین و لسنا فی خصومتک فی شیئ قال فبکی الناس و تفرقوا و ہدموا ۱۲۔ علل الشرائع۔

سی حجتوں کے ابوبکرؓ قائل ہوئے اور فدک کی سند فاطمہؓ کے لئے لکھ دی اور حضرت علیؓ اور ام ایمن کی اس پر گواہی ہوئی حضرت فاطمہؑ اس سند کو لے کر باہر نکلیں عمرؓ ان کو ملے اور پوچھا کہ آپ کہاں سے آتی ہیں حضرت فاطمہؑ نے جواب دیا کہ ابوبکرؓ کے پاس سے اور سند لکھ دینے کا بھی ذکر کیا۔ عمرؓ نے کہا ذرا مجھے دکھایئے آپ نے وہ کاغذ عمر کو دے دیا عمرؓ نے اس پر تھوک دیا پھر علیؓ فاطمہؑ کو ملے اور پوچھا کہ اے بنت رسول اللہ کیوں تم غصے میں ہو فاطمہؑ نے بیان کیا جو کچھ عمرؓ نے کیا تھا۔ تب حضرت علیؓ نے فرمایا مارکبوا منی و من ابیک اعظم من ہٰذا کہ ان لوگوں میں میرے حق میں اور تمہارے باپ کے حق میں اس سے بڑھکر دوسری بات نہیں کی۔ الی آخر القصہ۔ بحار الانوار صفحہ ۹۶ از مصباح الانوار۔

کتاب الاختصاص کا بیان

(۴) بحار الانوار کتاب الفتن مطبوعہ ایران صفحہ ۱۰۱ میں کتاب الاختصاص سے بسند عبد اللہ بن سنان[۲] کے امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ جب پیغمبر خدا نے وفات پائی اور ابوبکر خلیفہ ہوئے تو انھوں نے فاطمہؑ کے وکیل کو فدک سے نکال دیا تب حضرت فاطمہؑ آئیں اور کہا تم دعوی کرتے کہ میرے باپ کے خلیفہ ہو اور ان کے مقام پر بیٹھے ہو تم نے باوجود اس بات کے جاننے کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے فدک دے گئے ہیں میرے وکیل کو نکال دیا حالانکہ اس کے میرے پاس گواہ موجود ہیں۔ ابوبکر نے کہا کہ پیغمبر خدا کا کوئی وارث نہیں ہوتا یہ سن کر حضرت فاطمہؑ علیؓ کے پاس گئیں اور ان سے یہ سب حال کہا حضرت علیؓ نے ان کو صلاح دی کہ تم پھر ابوبکرؓ کے پاس جاؤ اور ان سے کہو کہ تم یہ سمجھتے ہو کہ پیغمبر کا کوئی وارث نہیں ہوتا حالانکہ سلیمان داؤد کے اور یحیٰی زکریا کے وارث ہوئے پھر میں کیوں اپنے باپ

(بقیہ) فقال من این جئت یا بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قالت من عند ابی بکر من شان فدک قد کتب لی بہا فقال عمر ہاتی الکتاب فاعطتہ فبصق فیہ و محاہ عجل اللہ جزاء فاستقبلہا علی فقال مالک یا بنت رسول اللہ صلعم غضبی فذکرت لہ ما صنع عمر فقال ماکبوا منی و من ابیک اعظم من ۱۲۔ بحار الانوار۔

[۲] عن عبد اللہ بن سنان عن ابی عبد اللہ قال لما قبض رسول اللہ صلعم و جلس ابوبکر مجلسہ بعث الی وکیل فاطمۃ فاخرجہ من فدک فاتتہ فاطمۃ فقالت یا ابابکر ادعیت انک خلیفۃ ابی و جلست مجلسہ و انت بعث الی وکیلی فاخرجتہ من فدک و قد تعلم ان رسول اللہ صلعم صدق بہا علی و ان لی بذلک شہودا فقال ان النبی صلعم لا یورث فرجعت الی علیؑ فاخبرتہ ۱۲۔ بحار الانوار

کی وارث نہ ہوں۔ عمرؓ نے فاطمہؑ سے کہا کہ یہ سکھلائی ہوئی بات ہے۔ فاطمہؑ نے کہا اگر میں سکھلائی گئی ہوں مگر کس نے مجھے سکھایا ہے میرے ابن عم علی نے۔ ابو بکر نے کہا کہ عائشہ اور عمر دونوں گواہی دیتے ہیں کہ انھوں نے پیغمبر خدا سے سنا ہے کہ النبی لا یورث۔ فاطمہؑ نے کہا کہ یہ پہلی جھوٹی شہادت ہے جو اسلام میں دی گئی۔ تب حضرت فاطمہؑ نے فرمایا کہ فدک پیغمبر خداؐ نے مجھے عطا فرمایا ہے اور میں اس پہ گواہ بھی رکھتی ہوں۔

سلہ فقال ارجعی الیہ قولی زعمت ان النبی لا یورث وورث سلیمان داود وورث یحیی زکریا وکیف لا اوث انا ابی فقال عمر انت معلمۃ قالت وان کنت معلمۃ فانما علمنی ابن عمی وبعلی فقال ابوبکر فان عائشۃ تشہد وعمر انہما سمعا رسول اللہ صلعم وہو یقول النبی لا یورث فقالت ہذا اول شہادۃ زور شہدا بہ فی الاسلام ثم قالت فان فدک انما ہی صدق بہا علی رسول اللہ صلعم ولی بذلک بینۃ فقال لہا ہلمی ببینتک قال فجاءت بام ایمن وعلی فقال ابوبکر یا ام ایمن انک سمعت من رسول اللہ صلعم یقول فی فاطمۃ فقالت سمعت رسول اللہ صلعم یقول ان فاطمۃ سیدۃ النساء اہل الجنۃ ثم قالت ام ایمن فمن کانت سیدۃ النساء اہل الجنۃ تدعی مالیس لہا وانا امراۃ من اہل الجنۃ ماکنت لاشہد بمالم اکن سمعت من رسول اللہ صلعم فقال عمر دعینا یا ام ایمن من ہذا القصص بای شئی تشہدین فقالت کنت جالسۃ فی بیت فاطمۃ ورسول اللہ صلعم جالس حتی نزل علیہ جبرئیل فقال یا محمد صلعم قم فان اللہ تبارک وتعالی امرنی من اخط لک فدکا بجناحی فقام رسول اللہ صلعم مع جبرئیل فما لبث ان رجع فقالت فاطمۃ یا ابتِ این ذہبت فقال خط جبرئیل لی فدکا بجناحہ وحد لی حدودہا فقالت یا ابت انی اخاف العیلۃ والحاجۃ من بعدک فصدق بہا علی فقال ہی صدقۃ علیک فقبضتہا قالت نعم فقال رسول اللہ صلعم یا ام ایمن اشہدی ویا علی اشہد ثم خرجت وحملہا علی اتان علیہ کساء رحمل فدار بہا اربعین صباحا فی بیوت المہاجرین والانصار والحسن والحسین معہا وہی تقول یا معشر المہاجرین والانصار انصروا اللہ وابنۃ نبیکم وقد بایعتم رسول اللہ صلعم یوم بایعتموہ ان تمنعوہ وذریتہ مما تمنعون منہ انفسکم وذراریکم ففوا لرسول اللہ صلعم ببیعتکم قال فما اعانہا احد ولا اجابہا ولا نصرہا قال فانتہت الی معاذ بن جبل فقالت یا معاذ بن جبل انی قد جئتک مستنصرۃ وقد بایعت رسول اللہ صلعم علی ان تنصرہ وذریتہ وتمنعہ مما تمنع منہ نفسک وذریتک وان ابابکر قد غصبنی علی فدک واخرج وکیلی منہا قال فمعی غیری قالت لا ما اجابنی احد قال فاین ابلغ من نصرک قال فخرجت من عندہ ودخل ابنہ فقال ما جاء ابنۃ محمد الیک قال جاءت تطلب نصرتی علی ابی بکر فانہ اخذ منہا فدکا قال فما اجبتہا بہ قال قلت وما یبلغ من نصرتی انا وحدی قال فابیت ان تنصرہا قال نعم قال فای شئی قالت لک قال قالت لی واللہ لا نازعتک الفصیح من راسی حتی ارد علی رسول اللہ صلعم قال فقال انا واللہ لا نازعتک الفصیح من راسی حتی ارد علی رسول اللہ صلعم اذ لم تجب ابنۃ محمد صلعم قال وخرجت فاطمۃ وہی تقول واللہ لا اکلمک کلمۃ حتی اجتمع انا وانت عند رسول اللہ صلعم ثم انصرفت فقال علی لہا ائتی ابابکر وحدہ فانہ ارق من الآخر وقولی ادعیت مجلس ابی وانک خلیفتہ وجلست مجلسہ ولو کانت فدک

تو ابو بکرؓ نے کہا کہ اچھا گواہی پیش کرو تو وہ ام ایمن اور علیؑ کو لائیں۔ ابو بکر نے کہا کہ اے ام ایمن کیا تم نے پیغمبر خدا سے سنا ہے جو فاطمہؑ کہتی ہیں انھوں نے کہا ہاں میں نے سنا ہے اور کیا تم نے نہیں سنا کہ پیغمبر خداؐ نے فرمایا ہے کہ فاطمہؑ سیدۂ زنان جنت ہیں تو کیا جو سیدۂ نساء جنت ہو وہ اس چیز کا دعویٰ کرے گی جو اس کی نہ ہو اور میں ایک عورت اہل جنت سے ہوں کیا میں وہ گواہی دوں گی جو میں نے پیغمبر خدا سے نہ سنا ہو۔ عمر نے کہا کہ یہ باتیں چھوڑو اور کہو کہ کیا تم گواہی دیتی ہو تو ام ایمن نے کہا کہ میں حضرت فاطمہؑ کے گھر میں بیٹھی ہوئی تھی اور آنحضرت بھی وہاں تشریف فرما تھے کہ اتنے میں جبرئیلؑ آئے اور کہا اے محمدؐ اٹھو تاکہ بموجب حکم خدا کے میں فدک کی حد بندی اپنے پروں سے کروں۔ آپ اٹھے اور جبرئیل آپ کے ہمراہ ہوئے کچھ دیر نہ ہوئی تھی کہ آپ واپس تشریف لائے فاطمہؑ نے پوچھا کہ آپ کہاں تشریف لے گئے تھے کہ آپ نے فرمایا جبرئیل نے فدک کے حدود بتائے اور اس پر خط کھینچ دیا تب حضرت فاطمہؑ نے فرمایا یا ابت انی اخاف العیلۃ والحاجۃ من بعدک فصدق بہا علی فقال ھی صدقۃ علیک فقبضتہا کہ اے میرے باپ میں افلاس اور محتاجی سے آپ کے بعد ڈرتی ہوں یہ فدک مجھے دیدیجئے آپ نے فرمایا اچھا یہ تمہارے لئے عطیہ ہے اور فاطمہؑ نے اس پر قبضہ کر لیا۔ پھر آنحضرت نے ام ایمن اور علیؑ سے کہا کہ تم اس کے گواہ رہو۔ اسی روایت میں پھر یہ ذکر ہے کہ حضرت علیؑ فاطمہؑ کو سوار کرا کے چالیس دن رات مہاجرین و انصار کے گھر پھرے اور کسی نے مدد نہ کی اور پھر معاذ بن جبل کے پاس آئیں اور ان سے مدد چاہی انھوں نے بھی انکار کیا اور کہا کہ میں تنہا ہوں بس فاطمہؑ ان سے خفا ہو کر چلی آئیں۔ الی آخر القصہ۔

کشکول کی روایت ۵۔ ملا باقر مجلسی نے کتاب بحار الانوار میں ایک روایت بحوالہ کشکول علامہ کے مفضل ابن عمر سے نقل کی ہے وہ کہتے ہیں کہ میرے آقا جعفر صادقؑ نے

(بقیہ) ثم استوہبتہا منک لوجب لہا علی فلما اتتہ وقالت لہ ذلک قال صدقت قال فدعا بکتاب فکتبہ لہا برد فدک فخرجت والکتاب معہا فلقیہا عمر فقال یا بنت محمد صلعم ما ہذا الکتاب الذی معک فقالت کتاب کتب لی ابوبکر برد فدک فقال ہلمیہ الی فابت ان تدفعہ الیہ فرفسہا برجلہ وکانت حاملۃ بابن اسمہ المحسن فاسقطت المحسن من بطنہا ثم لطمہا فکانی انظر الی قرط کان فی اذنہا حین نقف ثم اخذ الکتاب فخرقہ فمضت ومکثت خمسۃ وسبعین یوما مریضۃ مما ضربہا عمر ثم قبضت ۱۲ بحار الانوار۔

سلہ روی العلامۃ فی کشکولہ المنسوب الیہ عن المفضل بن عمر قال قال مولای جعفر الصادق لما ولی ابوبکر بن ابی قحافۃ قال لہ عمر ان الناس عبید ہذہ الدنیا لا یریدون غیرہا فامنع عن علی واہل بیتہ الخمس والفئ وفدکا فان شیعتہ اذا علموا ذلک ترکوا علیہا

(باقی اگلے صفحہ پر)

فرمایا کہ جب ابوبکرؓ خلیفہ ہوئے تو عمرؓ نے کہا کہ آدمی دنیا کے دلدادہ ہیں اس لئے علیؑ اور اہل بیت سے خمس اور فئے اور فدک کو روک دو کیونکہ جب ان کے یار یہ امر جان جائیں گے تو علیؑ کو چھوڑ دیں گے اور دنیا لینے کی غرض سے ہماری طرف رجوع کریں گے۔ ابوبکرؓ نے ایسا ہی کیا۔ پھر جب ابوبکرؓ نے یہ منادی کرائی کہ جس کسی کا رسول اللہ پر قرض ہو یا کوئی وعدہ ہو تو وہ میرے پاس آئے کہ میں اس کو ادا کروں گا اور جابر اور جریر بجلی کا وعدہ پورا بھی کیا۔ تو علیؑ نے فاطمہؑ سے کہا کہ ابوبکرؓ کے پاس جا کر فدک کا ذکر کرو۔ فاطمہؑ نے ان سے فدک اور فئے اور خمس کا ذکر کیا۔ ابوبکرؓ نے کہا کہ گواہ لاؤ۔ فاطمہؑ نے کہا کہ فدک تو خداوند تعالیٰ قرآن میں فرماتا ہے کہ اس کو مجھے اور میری اولاد کو دیدو یعنی یہ آیت وات ذاالقربی حقہ میں اور میری اولاد رسول اللہؐ کی سب سے زیادہ اقرب تھے تو آپ نے مجھے اور میری اولاد کو فدک عطا کر دیا تھا۔ جبرئیل نے پھر اس کے بعد مسکین اور ابن سبیل کو بھی پڑھا تو آپ نے پوچھا کہ مسکین اور ابن سبیل کا کیا حق ہے تو اللہ تعالیٰ نے آیہ واعلموا انما غنمتم من شیء فان للہ خمسہ وللرسول ولذی القربی والیتامی والمساکین وابن السبیل (یقین جانو کہ تمہیں جو کچھ غنیمت حاصل ہو تو اس کا پانچواں حصہ اللہ کے لئے اس کے رسول کے لئے رشتے داروں کے لئے یتیموں کے لئے مسکینوں کے لئے اور مسافروں کے لئے ہے) نازل کی پھر خمس کے پانچ حصے کئے اور یہ فرمایا ما افاء اللہ علی رسولہ من اہل القری الخ جو اللہ کے لئے ہے وہ ہم قرابت والوں کے لئے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربی (آپ فرما دیں کہ میں تم سے اجر نہیں مانگتا بجز رشتے داری کے)

(بقیہ حاشیہ) علیہ السلام واقبلوا الیک رغبۃ فی الدنیا وایثارا لمحاماۃ علیہا ففعل ابوبکر ذلک وصرف عنہم جمیع ذلک فلما قام ابوبکر بن ابی قحافۃ منادیہ من کان لہ عندہ رسول اللہ صلعم دین او عدۃ فلیاتنی حتی اقضیہ وانجز لجابر بن عبداللہ ولجریر بن عبداللہ البجلی قال علی لفاطمۃ صیری الی ابی بکر واذکریہ فدکا فصارت فاطمۃ الیہ وذکرت لہ فدکا مع الخمس والفیء فقال ہاتی بینۃ یا بنت رسول اللہ صلعم فقالت اما فدک فان اللہ عزوجل انزل علیہ بنبیہ قرآنا یامر فیہ بان یوتینی وولدی حقی قال اللہ تعالیٰ وآت ذاالقربی حقہ فکنت انا وولدی اقرب الخلائق الی رسول اللہ صلعم فنحلنی وولدی فدکا فلما تلی علیہ جبرئیل المسکین وابن السبیل قال رسول اللہ صلعم ما حق المسکین وابن السبیل فانزل اللہ تعالیٰ واعلموا انما غنمتم من شیء الخ فقسم الخمس علی خمسۃ اقسام فقال ما افاء اللہ علی رسولہ من اہل القری فللہ وللرسول ولذی القربی والیتامی والمساکین وابن السبیل کیلا یکون دولۃ بین الاغنیاء منکم فما للہ فہو لرسولہ وما لرسول اللہ فہو لذی القربی ونحن ذوالقربی قال اللہ تعالیٰ قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربی فنظر ابوبکر بن ابی قحافۃ الی عمر بن الخطاب وقال ما تقول فقال عمر ومن الیتامی والمساکین وابناء السبیل فقالت فاطمۃ الیتامی الذین یاتمون باللہ وبرسولہ ۱۲ بحار الانوار صفحہ ۱۰۲۔

اجر نہیں مانگتا بجز رشتے داری کے)

حضرت عمرؓ اور حضرت فاطمہؑ کا مکالمہ

ابوبکرؓ نے عمرؓ کی طرف دیکھا اور کہا کہ تم کیا کہتے ہو۔ عمرؓ نے پوچھا کہ یتیم اور مسکین اور ابن سبیل کون لوگ ہیں۔ فاطمہؑ نے کہا کہ یتیم وہ ہیں جو اللہ اور رسول اور ذی القربیٰ سے یتیم ہوں۔ اور مساکین وہ ہیں جو اُن کے ساتھ دنیا اور آخرت میں رہے ہوں۔ اور ابن سبیل وہ ہے جو ان کا طریق چلتا ہو۔ عمرؓ نے کہا تو خمس اور فئے سب تمہارا اور تمہارے احباب اور شیعوں کا ہوا۔ فاطمہؑ نے کہا کہ فدک تو اللہ نے میرے اور میرے بچوں کے لئے کر دیا ہے اس میں احباب اور شیعوں کا کچھ حق نہیں۔ اور خمس کو ہم میں اور ہمارے احباب میں تقسیم کیا ہے۔ عمرؓ نے کہا کہ اور تمام مہاجرین و انصار و تابعین باحسان کے لیے کیا ہوگا۔ فاطمہؑ نے کہا کہ اگر وہ ہمارے احباب میں سے ہیں تو ان کے لئے وہ صدقات جن کی خدا نے تقسیم کی ہے یعنی اس آیت

لے وبذی القربی والمساکین الذین اسکنوا معہم فی الدنیا والآخرۃ وابن السبیل الذی یسلک مسلکہم قال عمر فاذا الخمس والفیء کلہ لکم ولموالیکم ولاشیاعکم فقالت فاطمۃ اما فدک فاوجبہا اللہ لی ولولدی دون موالینا وشیعتنا واما الخمس فقسمہ اللہ لنا ولموالینا واشیاعنا کما یقرأ فی کتاب اللہ قال عمر فما لسائر المہاجرین والانصار والتابعین باحسان قالت فاطمۃ ان کانوا موالینا ومن اشیاعنا فلہم الصدقات التی قسمہا اللہ واوجبہا فی کتابہ فقال عزوجل انما الصدقات للفقراء والمساکین والعاملین علیہا والمؤلفۃ قلوبہم وفی الرقاب الی آخر القصۃ قال عمر فدک لک خاصۃ والفیء لکم ولاولیائکم ما احسب اصحاب محمد یرضون بہذا قالت فاطمۃ فان اللہ عزوجل رضی بذلک ورسولہ رضی بہ وقسم علی الموالات والمتابعۃ لا علی المعاداۃ والمخالفۃ ومن عادانا فقد عادی اللہ ومن خالفنا فقد خالف اللہ ومن خالف اللہ فقد استوجب من اللہ العذاب الالیم والعقاب الشدید فی الدنیا والآخرۃ فقال عمر ہاتی بینۃ یا بنت محمد صلعم علی ما تدعین فقالت فاطمۃ قد صدقتم جابر بن عبداللہ وجریر بن عبداللہ ولم تسالوہما البینۃ وبینتی فی کتاب اللہ فقال عمر ان جابرا وجریرا ذکرا امرا ہینا وانت تدعین امرا عظیما یقع بہ الردۃ من المہاجرین والانصار فقالت ان المہاجرین برسول اللہ واہل بیت رسول اللہ ہاجروا الی دینہ والانصار بالایمان باللہ وبرسولہ وبذی القربی احسنوا فلا ہجرۃ الا علینا ولا نصرۃ الا لنا ولا اتباع باحسان الا بنا ومن ارتد عنا فالی الجاہلیۃ فقال لہا عمر دعینا من اباطیلک واحضرینا من یشہد لک بما تقولین فبعثت الی علی والحسن والحسین وام ایمن واسماء بنت عمیس وکانت تحت ابی بکر بن ابی قحافۃ فاقبلوا الی ابی بکر وشہدوا لہا بجمیع ما قالت وادعتہ فقال اما علی فزوجہا واما الحسن والحسین ابناہا واما ام ایمن فمولاتہا واما اسماء بنت عمیس فقد کانت تحت جعفر بن ابی طالب فہی تشہد لبنی ہاشم وقد کانت تخدم فاطمۃ وکل ہولاء یجرون الی انفسہم فقال علی اما فاطمۃ فبضعۃ من رسول اللہ صلعم ومن آذاہا فقد آذی رسول اللہ صلعم ومن کذبہا فقد کذب رسول اللہ واما الحسن والحسین فابنا رسول اللہ وسیدا شباب اہل الجنۃ من کذبہما فقد کذب رسول اللہ اذ کان اہل الجنۃ صادقین واما انا فقد قال رسول اللہ صلعم انت منی وانا منک وانت اخی فی الدنیا والآخرۃ والراد علیک ہو الراد علی من اطاعک فقد اطاعنی ومن عصاک فقد عصانی واما ام ایمن فقد شہد لہا رسول اللہ صلعم بالجنۃ ودعا لاسماء بنت عمیس وذریتہا فقال عمر انتم کما وصفتم بہ انفسکم ولکن شہادۃ الجار الی نفسہ لا تقبل فقال علی اذا کنا نحن کما تعرفون ولا تنکرون وشہادتنا لانفسنا لا تقبل وشہادۃ رسول اللہ لا تقبل فانا للہ وانا الیہ راجعون اذا ادعینا لانفسنا تسالنا البینۃ فما من معین یعین وقد وثبتم علی سلطان اللہ وسلطان رسولہ فاخرجتموہ من بیتہ الی بیت غیرہ من غیر بینۃ ولا حجۃ وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون ثم قال لفاطمۃ انصرفی حتی یحکم اللہ بیننا وہو خیر الحاکمین ۱۲ بحار الانوار۔

میں اِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسَاكِيْنِ وَالْعَامِلِيْنَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ (صدقے فقیروں مسکینوں اور کا انتظام کرنے والوں اور دل مائل کرنے کے لئے اور گردنیں چھڑانے کے لئے ہیں) عمرؓ نے کہا کہ فدک تو تمہارا خاص ہوا اور نہ تمہارا اور تمہارے احباب کا ہوا۔ میں نہیں سمجھتا کہ اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس سے راضی ہو جائیں گے۔ فاطمہؑ نے کہا کہ اللہ و رسول تو اس پر راضی ہو چکے اور محبت اور متابعت ہی پر اس کی تقسیم کی ہے نہ عداوت اور مخالفت پر۔ جو ہم سے عداوت کرتا ہے وہ خدا سے عداوت کرتا ہے اور جو ہمارا مخالف ہے وہ خدا کا مخالف ہے تو وہ خدا کی طرف سے عذاب الیم کا دنیا اور آخرت میں مستحق ہے۔ عمرؓ نے کہا کہ "تم جس کا دعویٰ کرتی ہو اس کے گواہ لاؤ"۔ فاطمہؑ نے کہا کہ تم نے جابر اور جریر کی تصدیق کی اور ان سے گواہ نہ طلب کئے۔ اور میرا گواہ کتاب اللہ ہے"۔ عمرؓ نے کہا کہ "جابر اور جریر نے تو تھوڑی سی شئے کا ذکر کیا تھا اور تم تو بہت بڑا دعویٰ پیش کرتی ہو جس سے مہاجرین و انصار مرتد ہو جائیں گے۔ فاطمہؑ نے کہا کہ جو مہاجرین رسول اللہ اور آپ کے اہل بیت کے ساتھ ہیں تو انھوں نے تو ان کے دین کی طرف ہجرت کی ہے۔ اور انصار وہ ہیں جو اللہ اور رسول پر ایمان رکھتے ہیں اور ذوالقربیٰ کے ساتھ احسان کریں۔ تو ہجرت بھی ہمارے لئے ہوئی اور نصرت بھی۔ اور اتباع باحسان بھی بے ہمارے نہیں ہو سکتا۔ اور جو ہم سے مرتد ہو جائے تو وہ جاہلیت میں جا ملے۔ عمرؓ نے کہا کہ یہ فضول باتیں چھوڑ دو اور گواہ لاؤ۔ فاطمہؑ نے علیؓ و حسنین و ام ایمنؓ و اسماءؓ کو بلوا بھیجا ان سب نے آپ کے دعویٰ کی پوری پوری گواہی دی۔ عمرؓ نے کہا کہ علیؓ تو فاطمہؑ کے زوج ہیں اور حسنین بیٹے ہیں اور ام ایمن ان کی محب ہیں اور اسماء پہلے جعفر بن ابی طالب کی بیوی تھی تو وہ تو بنی ہاشم ہی کی گواہی دے گی اور اب فاطمہؑ کی خدمت کرتی ہے اور یہ سب اپنا نفع چاہتے ہیں۔

حضرت علیؓ کا بیان

علیؓ نے کہا کہ فاطمہؑ تو ایک جزو رسول اللہ ہیں جو ان کو ایذا دیگا وہ رسول اللہؐ کو ایذا دیتا ہے اور جو ان کی تکذیب کرتا ہے وہ رسول اللہؐ کی تکذیب کرتا ہے اور حسنینؑ رسول اللہؐ کے نواسے ہیں اور جوانان جنت کے سردار ہیں جو ان کی تکذیب کرتا ہے وہ رسول اللہؐ کی تکذیب کرتا ہے کیوں کہ اہل جنت صادق ہوتے ہیں۔ اور میری شان میں رسول اللہ نے فرمایا ہے کہ تو مجھ سے ہے اور میں تجھ سے۔ اور تو میرا دنیا

اور آخرت میں بھائی ہے۔ جو تجھ پر رد کرتا ہے وہ مجھ پہ رد کرتا ہے اور جو تیری اطاعت کرتا ہے وہ میری اطاعت کرتا ہے اور جو تیری نافرمانی کرتا ہے وہ میری نافرمانی کرتا ہے۔ اور ام ایمن کے بارہ میں رسول اللہ صلعم نے جنت کی گواہی دی ہے اور اسماء اور اس کی اولاد کے لئے آپ نے دعا دی ہے۔ عمر نے کہا کہ "جو تعریف تم کرتے ہو تم ویسے ہی ہو لیکن جار کی شہادت مقبول نہیں ہوتی"۔ علی نے کہا کہ "جب ہم ایسے ہیں جیسا تم جانتے ہو اور انکار نہیں کرتے اور پھر ہماری شہادت ہمارے لئے مقبول نہیں اور نہ رسول اللہ صلعم کی شہادت مقبول ہے تو اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ ہم نے اپنے لئے دعویٰ کیا تو تم ہم سے گواہ مانگتے ہو۔ اور ہمارا کوئی معین نہیں کہ وہ گواہی دے۔ اور تم لوگوں نے اللہ کے سلطان پر جست کی اور اس کو اس کے گھر سے غیر کے گھر کی طرف بے گواہ و حجت کے نکالا۔ وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ (اور جلدی ہی ظالموں کو معلوم ہو جائے گا کہ وہ کس لوٹنے کی جگہ لوٹ کر جائیں گے) پھر فاطمہؑ سے کہا کہ چلو خدا ہی ہمارا فیصلہ کریگا وَهُوَ خَيْرُ الْحَاكِمِيْنَ (اور وہ بہترین فیصلہ کرنے والا ہے)۔ (بحار الانوار صفحہ ۱۰۱ و ۱۰۲)

خطبۂ فاطمۃ الزہراءؑ

(۶) احتجاج طبرسی اور دوسری کتابوں میں شیعوں کی ایک خطبہ لکھا ہے جو خطبہ زہراءؑ کے نام سے مشہور ہے اور جس میں بیان کیا گیا ہے کہ حضرت فاطمہؑ کو جب خبر ہوئی کہ ابوبکر نے فدک سے محروم کرنے کا ارادہ کر لیا ہے تو وہ مسجد نبوی میں ابوبکر کے پاس آئیں اور بہت بڑا فصیح و بلیغ خطبہ ارشاد کیا جس میں ان کے ظلموں کی شکایت کی اور آیات قرآنی اور دیگر حجتوں سے ابوبکر کو ملامت کی اور اپنے حق ثابت کرنے میں کوئی دقیقہ سعی کا اٹھا نہ رکھا۔ اس خطبہ کو چونکہ بہت بڑا ہے ہم آئندہ موقع پر بیان کریں گے۔ مگر اس میں کچھ ذکر ہبہ فدک کا یا اپنے قبضہ کا اس پر نہیں فرمایا۔ جو کچھ فرمایا وہ میراث کے متعلق ہے جیسا کہ بیان کیا گیا ہے کہ اس تقریر میں آپ نے فرمایا افانتم الان تزعمون ان لا ارث لنا افحکم الجاهلية تبغون ... يا ابن ابی قحافة فی كتاب الله ترث اباك ولا ارث ابی لقد جئت شیئا فریا۔ افعلی عمد ترکتم کتاب الله ونبذتموه وراء ظهورکم اذ یقول وورث سلیمان داؤد الخ کہ تم گمان کرتے ہو کہ ہم کو میراث نہیں مل سکتی کیا

جاہلیت کا حکم چلاتے ہو۔ اے ابوبکر کیا خدا کی کتاب میں یہ ہے کہ تم اپنے باپ کے وارث ہو اور مجھے میرے باپ کی میراث نہ ملے۔ کیا جان بوجھ کر تم نے خدا کی کتاب کو چھوڑ دیا اور اسے پس پشت پھینک دیا۔ خدا تو صاف فرماتا ہے کہ سلیمانؑ وارث ہوئے اپنے باپ داؤدؑ کے۔ اور زکریا نے خدا سے دُعا کی کہ الٰہی مجھے اولاد دے جو میری اور اولاد یعقوبؑ کی وارث ہو۔ باوجود اس کے تم سمجھتے ہو کہ نہ میرا کچھ حق ہے نہ مجھے باپ کی میراث مل سکتی ہے۔ ۔۔۔ خیر خدا تم سے سمجھے اور قیامت کے دن تم کو معلوم ہو جائیگا

بحارالانوار کی روایت

(۷) بحارالانوار کے صفحہ ۱۰۴ میں یہ لکھا ہے کہ روایت کی گئی ہے[۱] کہ فاطمہؑ ابوبکر کے پاس آئیں اور پوچھا کہ تمہارا کون وارث ہو گا انہوں نے کہا کہ میری اہل اور اولاد۔ آپ نے فرمایا کہ پھر میں کیوں اپنے باپ کی وارث نہ ہوں۔ تب انھوں نے جواب دیا کہ پیغمبرؐ کا کوئی وارث نہیں ہوتا لیکن میں اسے اسی کام میں صرف کروں گا جس میں پیغمبر خداؐ خرچ کرتے تھے اور انھیں کر دوں گا جن کو پیغمبر خداؐ دیا کرتے تھے۔ تب آپ نے فرمایا کہ قسم ہے خدا کی میں جب تک زندہ رہوں گی ایک بات بھی تم سے نہ کروں گی اور پھر جب تک زندہ رہیں انھوں نے ابوبکرؓ سے بات چیت نہ کی۔

(۸) بحارالانوار میں لکھا ہے کہ یہ بھی کہا گیا ہے[۲] کہ فاطمہؑ ابوبکرؓ کے پاس آئیں اور میراث کا مطالبہ کیا۔ ابوبکرؓ نے کہا کہ پیغمبروں کا کوئی وارث نہیں ہوتا۔ تو آپ علیؑ کے پاس واپس تشریف لائیں۔ علی نے کہا پھر لوٹ کر جاؤ اور کہو کہ پھر سلیمانؑ داؤدؑ کے کیوں وارث ہوئے۔ زکریا نے کیوں کہا کہ خدایا مجھے ایک ولی دے کہ جو میرا اور آل یعقوب کا وارث ہو۔ مگر انھوں نے نہ سنا۔

امام باقرؑ کی روایت

(۹) بحارالانوار میں جابر بن عبداللہ انصاری نے امام باقرؑ سے روایت کی ہے[۳] کہ علیؑ نے فاطمہؑ سے کہا کہ جاؤ اور اپنے باپ کی میراث

---

[۱] وروی ان فاطمہ جاءت الی ابی بکر بعد وفاۃ رسول اللہ صلعم فقالت یا ابابکر من یرثک اذا مت قال اہلی وولدی قالت فمالی لا ارث رسول اللہ صلعم قال یا بنت رسول اللہ صلعم ان النبی لایورث ولکن انفق علی من کان ینفق علیہ رسول اللہ صلعم واعطی ماکان یعطیہ قالت واللہ لا کلمک بکلمۃ ماحییت فما کلمتہ حتی ماتت ۱۲ بحارالانوار ۱۰۴۔

[۲] وقیل جاءت فاطمہ الی ابی بکر فقالت اعطنی میراثی من رسول اللہ صلعم قال ان الانبیاء لا تورث ماترکوہ فہو صدقۃ فرجعت الی علی فقال ارجعی فقولی ما شان سلیمان ورث داؤد وقال زکریا فہب لی من لدنک ولیا یرثنی ویرث من آل یعقوب فابوا وابی ۱۲ بحارالانوار ۱۰۴

[۳] وعن جابر بن عبداللہ الانصاری عن ابی جعفر ان ابابکر قال لفاطمۃ النبی لایورث قالت قد ورث سلیمان داؤد وقال زکریا فہب لی من لدنک ولیا یرثنی ویرث من آل یعقوب نحن اقرب الی النبی من زکریا الی یعقوب وعن ابی جعفر قال قال

کا مطالبہ کرو اس پر حضرت فاطمہؑ ابوبکر کے پاس آئیں اور کہا کہ میرے باپ کی میراث مجھے دو۔ انھوں نے جواب دیا کہ پیغمبرؐ کا کوئی وارث نہیں ہوتا۔ تب آپ نے فرمایا کہ کیا سلیمانؑ داؤدؑ کے وارث نہیں ہوئے اس پر ابوبکر خفا ہوئے اور کہا کہ پیغمبرؐ کا کوئی وارث نہیں ہوتا تب فاطمہؑ نے کہا کیا زکریا نے یہ نہیں کہا فَهَبْ لِي مِن لَّدُنكَ وَلِيًّا يَرِثُنِي وَيَرِثُ مِنْ آلِ يَعْقُوبَ (اے اللہ اپنے پاس سے مجھے ایک ولی عطا فرما جو میرا اور آل یعقوب کا وارث ہو) اس پر بھی انھوں نے یہی جواب دیا کہ النبی لایورث پھر فاطمہؑ نے کہا کہ کیا خدا نے نہیں کہا ہے کہ يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثَيَيْنِ (تمہاری اولاد میں تمہیں وصیت فرماتا ہے کہ مرد کا دہرا اور عورت کا اکہرا حصہ ہے) اس پر انھوں نے یہی کہا کہ النبی لا یورث۔

حضرت ابوسعید خدری کی روایت

(۱۰) بحارالانوار میں لکھا ہے کہ ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے[۱] کہ بعد پیغمبرؐ کی وفات کے فاطمہؑ فدک مانگنے کے لئے آئیں ابوبکر نے کہا کہ میں جانتا ہوں کہ تم سوائے سچ کے کچھ نہ کہو گی لیکن گواہ لاؤ اس پر وہ علیؑ کو لے گئیں اور انھوں نے گواہی دی پھر ام ایمن کو لے گئیں انھوں نے بھی شہادت دی اس پر ابوبکرؓ نے کہا کہ ایک مرد یا عورت اور لاؤ تو میں فدک کی سند لکھ دوں۔

احتجاج طبرسی کی عربی عبارت

(۱۱) احتجاج طبرسی میں لکھا ہے کہ جب حضرت علی کو اس بات کی اطلاع ہوئی کہ ابوبکر نے فاطمہؑ کو فدک سے محروم کر دیا تب آپ نے ان کو یہ خط لکھا۔ شَقُّوا مُتَلَاطِمَاتِ أَمْوَاجِ الْفِتَنِ بِحَيَازِيمِ سُفُنِ النَّجَاةِ وَحَطُّوا تِيجَانَ أَهْلِ الْفَخْرِ بِجَمْعِ أَهْلِ الْغَدْرِ وَاسْتَضَاءُوا بِنُورِ الْأَنْوَارِ وَاقْتَسَمُوا مَوَارِيثَ الطَّاهِرَاتِ الْأَبْرَارِ وَاحْتَقَبُوا ثِقَلَ الْأَوْزَارِ بِغَصْبِهِمْ

بقیہ حاشیہ ... علیہ السلام لفاطمۃ انطلقی فاطلبی میراثک من ابیک رسول اللہ صلعم فجاءت الی ابی بکر فقالت اعطنی میراثی من ابی رسول اللہ صلعم قال النبی لایورث فقالت الم یرث سلیمان داؤد فغضب وقال النبی لایورث فقالت الم یقل زکریا فہب لی من لدنک ولیا یرثنی ویرث من آل یعقوب فقال النبی لایورث فقالت الم یقل یوصیکم اللہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین فقال النبی لایورث ۱۲ بحارالانوار صفحہ ۱۰۴۔

[۱] وعن ابی سعید الخدری قال لما قبض رسول اللہ صلعم جاءت فاطمہ علیہا السلام تطلب فدکا فقال ابوبکر انی لاعلم ان شاء اللہ انک لن تقولی الاحقا ولکن ہاتی بینتک فجاءت بعلی فشہد ثم جاءت بام ایمن فشہدت فقال امراۃ اخری اورجلا فکتبت لک بہا ۱۲ بحارالانوار

نحلة النبي المختار فكاني بكم تترددون في العمى كما يتردد البعير في
الطاحونة اما والله لو اذن لي بما ليس لكم به علم لحصدت رؤسكم
عن اجسادكم كحب الحصيد بقواضب من حديد ولقلعت من جماجم
شجعانكم ما اقرح به اماقكم واوحش به مجالكم فاني منذ
عرفتموني مردي العساكر ومفني الجحافل ومبيد خضراءكم و
مخمد ضوضاءكم وجزار الدوارين اذ انتم في بيوتكم معتكفون
واني لصاحبكم بالامس لعمر ابي لن تحبوا ان تكون فينا الخلافة
والنبوة وانتم تذكرون احقاد بدر وثارات احد اما والله لو قلت
ما سبق من الله فيكم لتداخلت اضلاعكم في اجوافكم كتداخل اسنان
دوارة الرحى فان نطقت تقولون حسد وان سكتت فيقال جزع
ابن ابي طالب من الموت هيهات هيهات انا الساعة يقال لي هذا
وانا الموت المميت خواض المنيات جوف ليل خامد حامل السيفين
الثقيلين والرمحين الطويلين ومكسر الرايات في غطامط الغمرات
ومفرج الكربات عن وجه خير البريات ايهنوا فوالله لابن
ابي طالب آنس بالموت من الطفل الى محالب امه هبلتكم الهوابل لو بحت بما
انزل الله فيكم في كتابه لاضطربتم اضطراب الارشية في الطوى البعيدة
واخرجتم من بيوتكم هاربين وعلى وجوهكم هائمين ولكني اهون
وجدي حتى القى ربي بيد جذاء صفراء من لذاتكم خلو من طحناتكم
فما مثل دنياكم عندي الا كمثل غيم علا فاستعلى ثم استغلظ فاستوى ثم
تمزق فانجلى رويدا فعن قليل ينجلي لكم القسطل فتجدون ثمر فعلكم
مرا ام تحصدون غرس ايديكم ذعافا ممزقا وسما قاتلا وكفى بالله حكيما ورسول
الله خصيما وبالقيامة موقفا ولا ابعد الله فيها سواكم ولا اتعس فيها
غيركم والسلام على من اتبع الهدى •

عبارت کا ترجمہ

یعنی پہلے تو تم فتنوں سے بچے اور فخر و غرور کو چھوڑ دیا اور نورِ نبوت کی روشنی میں آ گئے لیکن بالآخر تم نے اہلبیت کی میراث لوٹ لی اور رسول اللہ کا عطیہ چھین کر بارِ گناہ سر پر لیا۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ تم گمراہی میں اس طرح ٹکراتے پھرتے ہو جس طرح اونٹ چکی میں پھرتا ہے۔ خدا کی قسم اگر مجھ کو اجازت ہوتی تو میں تلوار سے تمہارے سر اس طرح اڑا دیتا جس طرح کھیتی کاٹ کر ڈھیر کر دیتے ہیں۔ اور تمہارے بہادروں کو اس قدر قتل کرتا کہ تمہاری آنکھیں پھوٹ جاتیں۔ اور تمہارے گھر وحشت ناک ہو جاتے۔ تم ابتداء سے مجھ کو جانتے ہو کہ میں نے فوجیں غارت کر دی ہیں لشکروں کو تباہ کر دیا ہے تمہاری سرسبز زمینیں تباہ کر دی ہیں تمہارے ہنگاموں کو دبا دیا ہے۔ تمہارے بہادروں کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے ہیں۔ اس وقت تم اپنے گھروں میں دبکے بیٹھے تھے۔ کل تم نے مجھ کو اپنا سردار مان لیا تھا۔ لیکن قسم ہے کہ تم نے دل سے کبھی نہیں چاہا کہ ہمارے گھر میں خلافت اور نبوت دونوں رہنے پائیں۔ کیونکہ تم کو بدر کے کینے اور اُحد کے خون بہا کبھی نہیں بھولے۔ بخدا اگر میں خدا کے فیصلے کو جو تمہارے متعلق وہ کر چکا ہے ظاہر کر دوں تو تمہاری ہڈیاں پسلیاں اس طرح آپس میں ٹکرا جائیں جس طرح چکی کے دونوں پاٹوں کے دندانے مل جاتے ہیں۔ میں کچھ کہتا ہوں اور تو تم کہتے ہو کہ حسد سے کہتا ہوں اور چپ رہتا ہوں تو لوگ کہتے ہیں کہ ابوطالب کا بیٹا موت سے ڈر گیا۔ افسوس! افسوس میں خود موت ہوں اور میری نسبت یہ کہا جاتا ہے۔ میں مرگ کشندہ ہوں۔ میں اندھیری راتوں میں معرکوں میں گھس جانے والا ہوں میں تیغ و سناں کا حامل ہوں۔ میں لڑائی کے ہنگاموں میں نیزوں کو ٹکرا کر توڑ دیتا ہوں۔ میں نے رسول اللہ کے سامنے سے مشکلیں ہٹا دی ہیں۔ ذرا ٹھہرو خدا کی قسم ابوطالب کا بیٹا موت سے اس قدر مانوس ہے جتنا بچہ ماں کی چھاتی سے۔ تم پر موت آئے خدا نے جو کچھ تمہاری شان میں کہا ہے اگر میں ظاہر کر دوں تو تم رسی کی طرح بل کھاؤ اور گھر چھوڑ کر بھاگو ادھر ادھر ٹکراتے پھرو لیکن میں اپنے جوش کو دباتا ہوں اس وقت تک کہ اپنے خدا سے اس حال میں ملوں کہ میرے ہاتھ دنیا کے لذتوں سے (جس کو تم محبوب رکھتے ہو) خالی ہوں۔ کیونکہ تمہاری دنیا میرے نزدیک گویا ایک ابر ہے جو بلند ہوا اُبھرا دلدار ہو کر ہر طرف چھا گیا پھر پھٹ کر نکل گیا۔ ذرا ٹھہر جاؤ تھوڑی دیر میں غبار صاف ہو جائے گا اور تم اپنے کئے کا پھل پاؤ گے جو تلخ ہوگا۔ یا اپنے ہاتھوں کی بوئی ہوئی کھیتی کاٹو گے جو سم قاتل ہوگی۔ اور کافی ہے اللہ کا حاکم ہونا اور رسول اللہ کا مدعی ہونا اور میدانِ قیامت کا عدالت گاہ ہونا۔ خدا اُس

دن کسی کو تمہارے سوا اپنی رحمت سے دور نہ رکھے۔ اور تمہارے سوا کسی کو ہلاک نہ کرے اور جو ہدایت کے پیچھے چلے اس پر سلام ہو" (انتہیٰ)

جابر جعفی کی روایت | بحر الجواہر مصنفہ سید محمد باقر بن سید محمد مطبوعہ ایران صفحہ ۲۴۳ میں جابر جعفی سے یہ روایت ہے کہ ابوبکر نے اشجع بن مزاحم کو جو کہ ایک شجاع آدمی تھا اور اس کا بھائی علیؑ کے ہاتھ سے قتل ہوا تھا فدک اور مدینہ کی دیگر املاک پر اپنی طرف سے متولی کیا۔

لہ اصل عبارت یہ ہے۔ از جابر جعفی مرویست کہ ابوبکر بعد فات وہات مدینہ و فدک را کہ غصب نمودہ بود و سائر اسنر و نواحی مدینہ را در عہدہ اشجع بن مزاحم ثقفی نمودہ بود و او مردی بود دلیر و با علی دشمن بعلت آنکہ برادر او در جنگ ہو ازن بدست آنحضرت کشتہ شدہ بود و چوں بیرون آمد اول محلے را کہ دست تعدی براو کشود مزرعہ بود از اہلبیت مسمی بانقیا اہل مزرعہ رسولی نزد آنحضرت فرستادند و کیفیت را اعلام نمودند۔ آنحضرت عمامہ سیاہی بر سر بست و دو شمشیر بر میان بست و بر اسپ اصحاب سوار شد و اسپ دیگر را بید کشید و حسنین و عمار و فضل بن عباس و عبد اللہ جعفر و عبد اللہ بن عبد اللہ را ہمراہ برد و چوں باں مزرعہ رسید در مسجد فضا فرود آمد و امام حسین را لطلب اشجع فرستاد و چوں نزد او رفت فرمود واجب امیر المومنین آں ملعون گفت کیست امیر المومنین فرمود علی گفت بلکہ ابوبکر است کہ در در مدینہ واگذار در اورا۔ باز حضرت فرمود اجب علیا گفت من سعلام وادعیت واحتجاج بمن وارداو بیاید حضرت امام حسین برگشت و کیفیت را عرض کرد فرمود لعمار تو برد و او را برفق و مدارا بیار پس عمار رفت و گفت مرحبا یا اخا ثقیف چہ چیز ترا بر ان داشتہ کہ با امیر المومنین بد سلوکی کنی و چیزیکہ در تصرف اوست بگیری حال بیا و عذر خود بگو فحش بسیار بعمار داد و عمار ہم شدید الغضب بود دست بشمشیر برد و کسی آمد بنزد آنحضرت کہ دریاب عمار را کہ الحال او را پارہ پارہ می کنند۔ پس آنحضرت اہلبیتی کہ ہمراہ آوردہ بودند فرستادند و فرمود مترسید و او را کشاں کشاں نزد من آرید پس ایشاں آمدند و او را کشاں کشاں آوردند آنحضرت فرمود واگذارید او را و تعجیل مکنید کہ رتبیز مغزی حجت خدا تمام نشود بعد ازاں فرمود ویلے بدتو بچہ سبک اموال اہل بیت را حلال دانستہ چہ حجت ترا بجرأت انداختہ براین کہ گردد آں ملعون گفت تو نیز بچہ حجت قتل مردم را بر خود حلال کردہ۔ دمن رضا رصاحب خود را دو دست ترا دارم از موافقت با تو حضرت فرمود بلے تقصیرے بر خود سراغ ندارم مگر کشتن برادرت و آں بگفتہ رسول خدا بود چیزی نبود کہ تلافی تواند خدا ترا ہلاک کند و صورت را قبیح گرداند۔ اشجع گفت بلکہ خدا ترا ہلاک کند و عمرت را قطع نماید کہ پیوستہ با خلفاء حسدی و وزری و آں ترا ہلاکت می کشاند و مراد خود آخر نخواہی رسید پس فضل بغضب در آمد شمشیر خود را براہ حوالہ نمود و سر او را بادست راست او انداخت پس اصحاب او کہ سی نفر بودند و ہمہ از شجاعاں بر فضل ہجوم آوردند و امیر المومنین دست بذو الفقار بردہ چوں برق ذو الفقار و برق چشم آنحضرت دیدند زہرہ ایشاں آب شد و یراق خود را ریختند و گفتند الطاعۃ فرمود وای بر شما سر ایں صاحب کج چک خود را برید نزد آں صاحب بزرگ خود کہ مثل شما کسی نیستند کہ کشتن شما خواہی نخواہی داشتہ باشد پس رفتند بہ ہیم و سر رفیق خود را پیش ابوبکر انداختند پس او مردم را طلبید و ترغیب نمود کہ بروند بر سر آنحضرت و خون اشجع را بخواہند مردم سکوت کردند گفت شما چرا گنگ شدہ اید یا پیر و خرف گردیدہ اید حجاج بن محمد گفت بسم اللہ تو پیشوائے مائی پیش برو تا ما از عقب تو بیائیم و اگر بیائے مجموع فتنوں را ذبح کنند و نحر نماید مثل نحر کردن شتران دیگرے

اس نے اہل بیت کی املاک کو ضبط کر لیا۔ اور اُن کی رعایا پر ظلم شروع کیا۔ اُن لوگوں نے حضرت علیؑ کو خبر دی اور اس کے ظلم و ستم کا استغاثہ کیا۔ یہ سُنتے ہی حضرت علیؑ بعجلت سوار ہوئے اور عمامہ سیاہ سر پر رکھا اور دو تلواریں باندھیں اور امام حسنین اور عمار اور فضل اور عبد اللہ پسران حضرت عباس اور عبد اللہ جعفر کو ہمراہ لیا اور اُس گاؤں کے پاس جو مسجد تھی وہاں ٹھہرے۔ اور امام حسینؑ کو بھیجا کہ ابوبکر

گفت می خواہی کہ با استراحت در خانہ بنشینی و مار البزرگستی نزد جرار اعظم کہ مردم را بشمشیر خود می ربایہ بخدا ملاقات عزرائیل بر ما آساں تر است از ملاقات او پس ابوبکر نفرین کرد ایشاں را و بعمر شوری نمود او گفت خالد را بفرست پس خالد را گفت تو سیف اللہ ہستی جمعیت خوبی بردار و برو علی کہ شیر درندہ ما را کشتہ و می خواہد کہ تفرقہ در میان امت بیندازد و اولا او الطریق خوش ستمال نمودہ تا بیاید و بخانہ خود بنشیند کہ ما از تقصیرا و گذشتیم واولا اور ا بامیری بیار پس خالد با بالصد سوار از شجاعان مکمل و مسلح روانہ شد فضل بن عباس چوں گرد لشکر را دید عرض کرد یا امیر المومنین لشکر آمد۔ حضرت فرمود تشویش مکن و آساں بگیر اینہا را کہ اگر ہمہ بزرگاں قریش قبائل ہوازن جمع شوند دستے از برائے من حاصل نشود آنگاہ برخواست و جلو اسپ را گرفتہ خوابید بر پشت خود بر روئے زمین بقصد اہانت بے التفاتی و برنخاست تا آواز سم اسپان بلند شد و ایشاں رسیدند آنگاہ برخاست چوں خالد را دید فرمود یا ابا سلیمان چہ چیز ترا آوردہ است باایں سمت گفت کسی مرا فرستادہ کہ تو بہتر از من میدانی فرمود حال بگو گفت الحمد للہ تو دعلمی و محتاج بتعلیم نیستی گفت ایں چہ عملی است کہ از تو صادر شدہ و ایں چہ عداوتی ست کہ از تو ظاہر گردیدہ اگر تو ایں مرد یعنی ابوبکر را خوش نداری او با تو چنیں نیست و ترا دوست می دارد و ولایت او ہمچنیں خوا شد بر خواطر تو کہ بعد از اسلام و ہجرت دیگر نزاعی باقی نماندہ مگذار مردم را بحال خود می خواہند گمراہ نشوند یار ست مگر تو عبث باعث تفرقہ میان امت مشو آتش خاموش شدہ را مبعر فروز کہ اگر چنیں کردی تماثت خوشی نخواہد داشت آں حضرت فرمود تہدید می کنی مرا بخود و بپسر ابو قحافہ مگر نمی دانی کہ از سخنان تو واد با مثال من تہدید واقع نمی شود واگذار ایں لاف گزاف را و مطلبی کہ داری بگو گفت بمن گفتہ اند کہ اگر برگشتی از ایں الطریق در پیش ما عزیز و مکرم خواہی بود و اگر برگشتی ترا با اسیری ببرم نزد آں حضرت فرمود ای کنیز زادہ تو می توانی حق و باطل را از یک دیگر فرق کنی و می توانی مثل منی را اسیر وار ببری اے پسر مرتد از اسلام وائے بر تو مرا ہم گمان مالک بن نویرہ کردہ کہ رفتی و او را کشتی و زن او را متصرف شدی اے خالد با ایں عقل سبک و ای خالی از شرم آمدہ با من معارضہ کنی بخدا قسم اگر شمشیر خود را بکشم بر تو و اینہا کہ ہمراہ تواند سیری کنم از گوشت بدن شما ہر چہ در صحرا از کفتار و گرگ باشد وائے بر تو من آں نیستم کہ تو در حقیقت مرا توانید کشت دمن قاتل خود را می شناسم و از خدا آرزو می کنم صبح و شام کہ مرگ مرا ازیں ازحمت روزگار نجات دہد و اگر بخواہم حالا در زیر دیوار ہمیں مسجد ترا خواہم کشت خالد بغضب در آمد و گفت تہدید و عید تو مثل غریدن شیری ماند و در سوراخ خود خزیدن و گریختن مثل روباہ چہ بسیار بزبان تعدی می کنی و فعلت مطابق قولت نیست حضرت گفت ہر گاہ عقیدہ تو ایں ست پس بالیست تا بفعل ہم برسی و شمشیر ذو الفقار را از غلاف کشیدہ براو حوالہ نمود خالد ہمیں کہ برق چشم آں حضرت و برق ذو الفقار را مشاہدہ نمود مرگ معائنہ دید گفت یا ابا الحسن برائے ایں نیامدہ بودم پس آنحضرت پشت ذو الفقار را برد و آورد و از اسپ در غلط ید و قائمہ آں حضرت بنود کہ شمشیر را فرود آورد و دو بارہ بر گرداند مبادا کہ او را بترس و جبن عمل نمودند اصحاب خالد ازیں کار آں حضرت ہول غریبی و ترس عجیبے بہم رسانیدند پس آں حضرت با ایشاں خطاب نمود کہ چرا حمایت سید

کے متولی کو بلالاؤ- آپ گئے اور اس سے کہاکہ امیرالمومنینؑ تجھے بلاتے ہیں اس نے کہاکون امیرالمومنین آپ نے فرمایا علی بن ابی طالبؓ- اس نے جواب دیاکہ امیرالمومنین تو ابوبکرؓ ہیں جو خلیفہ ہیں- اس پر امام حسینؑ نے فرمایا اچھا علی بن ابی طالب بلاتے ہیں اُن کے پاس چلو- اس پر اشجع نے کہاکہ میں سلطان ہوں اور علی عوام میں سے ہیں اور اُن کو مجھ سے کام ہے تو خود ان کو میرے پاس آنا چاہیئے- اس پر امام حسینؑ نے جواب دیاکہ افسوس ہو تجھ پر کیا میرے والد جیسا عوام میں سے ہو اور تو سلطان- اس نے کہا ہاں بے شک- تمہارے باپ نے ابوبکرؓ کی بیعت نہیں کی مگر بجبر و اکراہ- اور ہم نے اس کی بیعت خوشی سے کی ہے- یہ سُن کر امام حسینؑ واپس آئے اور حضرت علیؓ کو اس کی خبر دی تب آپ عمار کی طرف متوجہ ہوئے اور کہاکہ تم اس کے پاس جاؤ اور کہو کہ ہم مثل خانۂ کعبہ کے ہیں کہ اس کے پاس لوگ آتے ہیں نہ یہ کہ وہ لوگوں کے پاس جائے- عمار اشجع کے پاس گئے اور اس سے سخت گفتگو کی- یہاں تک کہ نوبت اس کی پہنچی کہ عمارؓ نے اپنا ہاتھ تلوار کی طرف بڑھایا-

اشجع کا قتل | اس کی خبر حضرت علیؓ کو پہنچی آپ نے اپنے ہمراہیوں سے کہاکہ اشجع کو

بزرگ خود را می کنید واللہ اگر من سردار شما بودم حال سرہائے شمارا می کندم و بر من آسان تر بود از آنکہ دانہ گندم را از خوشہ بچنید و بایں رشادت مال خدا و رسول و مسلمانان را می بلعید- پس مثنی بن الصباح کہ عاقل کاملی بود از اصحاب خالد گفت واللہ ما بعداوت تو دشمنی نیامدہ ایم یا آں نبود کہ ترا نشناسیم بلکہ کوچک بزرگ ما می دانیم کہ تو ئی شیر خدا در زمین و شمشیر انتقام او بر معاندین لیکن ما ماموریم و بجبر مارا فرستادہ اند و مامور معذور ست خدا تلف کند دراکہ مارا فرستاد پس آں حضرت شرم کرد از سخن آں مرد و رو از ایشاں گردانید و با خالد شوخی و مزاح می نمود بعلت صدمہ و المیکہ باو رسیدہ از ضرب پشت شمشیر او ہیچ جواب نمی داد آنگاہ فرود و لے برآں اے خالد چہ بسیار مطیع و فرمانبردار گناہگاران و عہد شکنان گردیدہ مگر نقل روز غدیر کفایت نکرد ترا بحق آنکسی کہ دانہ را شگافتہ اگر آنچہ بخیال تو و پسر ابوقحافہ و پسر خطاب رسیدہ چیزے را اظہار می کردید از شما ہم از اں بظہور می رسید اول کسیکہ بایں شمشیر کشتہ می شد تو و ایشاں می بودید و آنچہ مقدر الٰہی بود بعمل می آمد و مشیت آں بدبخت ترا فاسد می کند و تو ہم دانستہ چشم از حق می پوشی و حال آمدہ کہ بایں کثافت مرا اسیر دار بری بعد از آنچہ بچشم خود دیدی و تجربہا کردی چنانچہ می دانی کہ آنچہ رفیقت در وقتیکہ ترا می فرستاد بتو گفت و باہم شوری و صلاح گردید بر من مخفی و پوشیدہ است چناں گفتند و تو می گفتی کہ ایں ہماں ابوالحسن ست کہ عمرو بن عبدود را کشت مرحب را بد و نیم گرد و در خیبر را- او در جواب بتو گفت تو ہمیں نقلہائے گزشتہ او را می کنی آنہا از برکت دعائے پیغمبر بود حال پیغمبر از دنیا رفتہ و آنہا را نمی تواند کرد پس بترس اے خالد از خدا و رفیق خیانت کاران مباش خالد گفت یا ابالحسن واللہ می دانم کہ چہ می گوئی و طائفہ عرب و عامہ مردم از تو رو گرداں نشدہ اند مگر بمحبت دین آبا و اجداد خود از قدیم و از عداوت اینکہ سرہائے ایشاں را انداختہ بودی و میل با ابوبکر ہم نرسانیدند مگر بعلت اطمینان از پاس و سطوت او و نرمی طبیعت او و زیادہ بر حق ایشاں بایشاں دادن ۱۲- بحر الجواہر صفحہ ۳۲۳-

جاکر پکڑ لاؤ- اس پر آپ کے اہل بیت جو آپ کے ہمراہ تھے گئے اور اشجع سے کہاکہ آج تو علیؓ کے ہاتھ سے مارا جاتا ہے اور اسے پکڑ لائے- اُسے دیکھ کر آپ نے فرمایاکہ کیا سبب ہے کہ تو نے اہل بیت کا مال لیا اور اس پر اپنا قبضہ کیا- اس نے جواب دیاکہ کیا سبب ہے کہ تم نے آدمیوں کا خون بہایا- اور میں ابوبکر صدیقؓ کے فرمان و مرضی کو تمہاری موافقت اور اتباع سے بہتر جانتا ہوں- آپ نے فرمایا کہ میں کوئی اپنا گناہ نہیں سمجھتا سوا اس کے کہ میں نے تیرے بھائی کو مارا ہے اور وہ باعث انتقام نہیں ہو سکتا خدا تجھے ذلیل کرے- اس نے بھی ایسا ہی سخت جواب علی کو دیا اور کہاکہ خلفاء کے حسد میں تم ہلاک ہو گے- اس پر فضل کو غصہ آیا اور اس کا سر اُڑا دیا اس پر اشجع کے ہمراہیوں نے فضل پر حملہ کیا- یہ دیکھ کر حضرت علیؓ نے ذوالفقار میان سے نکالی جب کہ اشجع کے ہمراہیوں نے علی کی چمکتی ہوئی آنکھیں اور ذوالفقار کی چمک دیکھی تو اپنے ہتھیار پھینک دئے اور کہاکہ ہم اطاعت کرتے ہیں- علیؓ نے ان سے کہاکہ اس اپنے چھوٹے صاحب کا سر اپنے بڑے صاحب کے پاس لے جاؤ چنانچہ اس کے ہمراہی اشجع کا سر لے گئے اور اس کو ابوبکر کے سامنے ڈال دیا- یہ حالت دیکھ کر تمام مہاجرین و انصار جمع ہوئے اس وقت ابوبکرؓ نے کہاکہ تمہارے بھائی ثقفی بھائی نے خدا اور اس کے رسول کے خلیفہ کی اطاعت کی اور میں نے اُسے صدقات مدینہ پر متولی کیا- اور اب علیؓ نے اُسے اس بُری طرح سے مارا اور مثلہ کیا اب چاہیئے کہ تم میں سے جو شجاع ہیں وہ جائیں اور اس کا تدارک کریں- سب اسے سُن کر سکتہ میں رہ گئے اور نقش بدیوار ہو گئے- ابوبکرؓ نے کہاکہ کیا تم لوگ زبان نہیں رکھتے اور کچھ بولتے نہیں- اس پر ایک اعرابی نے کہاکہ اگر تم چلتے ہو تو ہم بھی چلتے ہیں اور دوسرے نے کہاکہ ملک الموت کا دیکھنا بہتر ہے علی کے دیکھنے سے- ابوبکرؓ نے کہاکہ تم علیؓ سے ڈرتے ہو اور مجھے ایسا جواب دیتے ہو-

حضرت خالد کا مقابلہ | اس پر عمرؓ متوجہ ہوئے اور کہاکہ یہ کام سوائے خالد کے کسی سے نہیں ہو سکتا- تب ابوبکرؓ نے خالد سے کہاکہ یا اباسلیمان تم سیف اللہ ہو اور خدا کی تلوار- تم ایک فوج لے کر جاؤ کہ علی نے ہمارے رفقا میں سے ایک ایسے شخص کو جو شجاعت میں بے نظیر ہے قتل کیا ہے- علی کو سلام دو اور کہو کہ اگر تم چلتے ہو تو تمہاری خطا معاف ہو گی اور اگر وہ لڑائی پر آمادہ ہوں تو ان کو زندہ پکڑ لاؤ-

یہ سن کر خالد پانچسو مردان کارزار لے کر روانہ ہوئے۔ فضل نے اُن کو آتا دیکھ کر علیؓ کو خبر کی۔ آپ نے فرمایا کہ تمام صنادید قریش اور سواران ہوازن جمع ہوں تب بھی میں اُن سے نہیں ڈرتا۔ خالد وہاں پہونچے اور علی سے پوچھا کہ یہ کیا سخت حرکت تھی جو تم نے کی اور کیوں بجھی ہوئی آگ کو مشتعل کیا آپ نے فرمایا کہ کیا تم مجھے اپنی شجاعت اور ابوبکرؓ سے ڈراتے ہو اور مجھے مالک نویرہ جانتے ہو کہ جس کو تم نے مارا اور اس کی بی بی کو اپنے نکاح میں لائے۔ میں اپنے قاتل کو خود جانتا ہوں اور شہادت کی امید رکھتا ہوں اور اگر میں چاہوں تو تمھیں ابھی اس مسجد کے صحن میں مار کر گرا دوں۔ اس پر خالد غصہ میں آئے۔ اور آپ نے ذوالفقار نکالی جب خالد نے آپ کی آنکھ اور ذوالفقار کی چمک دیکھی تو گڑگڑانے لگے۔ حضرت نے تلوار کا قبضہ خالد کی پشت پر مارا کہ وہ زمین پر گر گئے۔ یہ حالت دیکھ کر ابن صباح نے کہ ایک دعاقل تھا کہا کہ بخدا اے علیؓ ہم کچھ براہ عداوت نہیں آئے۔ تم شیر خدا اور شمشیر غضب الٰہی ہو ہم سب آپ کے خادم ہیں اس پر حضرت امیرالمومنینؑ نرم پڑے اور خالد سے مزاح کرنے لگے خالد درد کمر سے بیخود تھے۔ آپ نے فرمایا اے خالد تعجب ہے کہ غدیر خم کا معاملہ تمہاری یاد سے جاتا رہا اور بہت جلد تم نے ناکثین اور خائنین کی بیعت کر لی اور اب چاہتے ہو کہ مجھے قید کر کے لے جاؤ کیا تم حالت عمر بن عبدوُد اور مرحب اور جنگ خیبر کو بھول گئے۔ اس پر خالد نے کہا کہ جو آپ فرماتے ہیں وہ میں جانتا ہوں لیکن عرب نے آپ کو آپ کی تلوار کے خوف سے چھوڑ دیا ہے۔ اور ہم نے ابوبکر کی بیعت صرف ان کی نرمی اور زائد از استحقاق مال ملنے کی اُمید پر کی ہے۔

روایاتؒ کا صاف تناقض ان روایتوں میں جو تناقض اور اختلاف ہے وہ ایسا صریح اور صاف ہے کہ اس میں تاویل کی گنجائش نہیں ہے اور یہ ناممکن ہے کہ کل روایات متناقضہ کی صحت تسلیم کی جائے اور تسلیم صحت کے بعد دعویٰ ہبہ کا زبان پر لایا جائے ہم اُن اختلافات میں سے بعض ضروری اور ظاہری اختلافات اب بیان کرتے ہیں۔

تناقض کی تفصیل پہلی روایت جو احتجاج طبرسی سے ہم نے نقل کی ہے اُس میں لکھا ہے کہ جب حضرت فاطمہؑ کا وکیل فدک سے نکال دیا گیا تو وہ خود ابوبکر صدیقؓ کے پاس آئیں اور آن سے سوال کیا کہ کیوں میرے باپ کی میراث سے مجھے محروم کرتے ہو۔ اور دوسری روایت میں جو علل الشرائع سے ہم نے لکھی ہے اُس

سے معلوم ہوتا ہے کہ جب ابوبکرؓ نے فاطمہؑ کے وکیل کو فدک سے نکال دیا تو حضرت علیؑ مسجد میں آئے اور ابوبکر صدیقؓ سے پوچھا کہ کیوں تم نے فاطمہؑ کے وکیل کو فدک سے نکال دیا علل الشرائع کی روایت سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ بعد نکالے جانے وکیل فدک کے حضرت علیؑ ابوبکرؓ کے پاس آئے۔ اور احتجاج طبرسی کی روایت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت فاطمہ ان کے پاس آئیں۔ شاید حضرات امامیہ اس کا یہ جواب دیں کہ ایک دفعہ حضرت علیؑ آئے اور دوسری مرتبہ خود حضرت فاطمہؑ آئیں۔ مگر پچھلی روایت سے جو احتجاج طبرسی سے ہم نے نقل کی ہے جس میں حضرت فاطمہؑ کے مشہور خطبہ کا ذکر ہے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جب حضرت فاطمہؑ ابوبکرؓ کے پاس سے لوٹیں اور گھر پہنچیں تو وہاں حضرت علیؑ بیٹھے ہوئے اُن کا انتظار کر رہے تھے۔ حضرت فاطمہؑ نے پہنچتے ہی ان پر غصہ کرنا شروع کیا اور نہایت دردانگیز اور غضب آمیز الفاظ میں فرمایا کہ "مانند جنین در رحم پردہ نشین شدہ و مثل خائنان در خانہ گریختہ و بعد از انکہ شجاعان دہر را بر خاک ہلاک افگندی و مغلوب این نامردان گردیدہ۔ پسر ابو قحافہ معیشت فرزندانم را می گیرد و تو از جای خود حرکت نمی کنی وغیرہ وغیرہ" • کہ آپ پیٹ کے بچے کی طرح پردہ نشین ہو گئے ہیں اور ناامیدوں اور خوف زدہ لوگوں کی طرح گھر بھاگ آئے ہیں۔ باوجودیکہ آپ نے زمانہ کے بہادروں کو گرا کر خاک و خون میں لٹایا ہے اور آپ ان نامردوں کے لئے اللہ کا عذاب بنے ہیں مگر یہ دیکھنے کے باوجود بھی کہ ابن ابی قحافہ نے میرے بچوں کی روزی چھین لی ہے اپنی جگہ سے حرکت نہیں کرتے • اس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت علیؓ نے گھر میں سے قدم بھی باہر نہ نکالا تھا اور اس معاملہ میں ابوبکرؓ کے پاس جانا اور اُن سے مطالبہ کرنا اور ان کو ملامت کرنا بیک طرف فاطمہؑ کی کچھ بھی مدد نہ کی تھی۔ اگر حضرت علی تشریف لے گئے ہوتے اور مہاجرین و انصار کے سامنے ابوبکر صدیقؓ سے مطالبہ کیا ہوتا اور فدک سے وکیل نکال دینے پر انھیں قائل معقول کیا ہوتا تو حضرت فاطمہؑ باوجود عصمت و طہارت کے اپنے خاوند سے اور خاوند بھی کیسے جو سید الاولیا سند الاصفیا قاتل الکفرہ دافع الفجرہ تھے کیوں ایسے درشت اور سخت کلمے فرماتیں اور ان کے گھر میں چھپ رہنے اور باہر نہ نکلنے پر ملامت کرتیں۔

چوتھی روایت سے تردید

چوتھی روایت جو بحوالۂ کتاب الاختصاص بحار الانوار سے ہم نے نقل کی ہے اُس میں ایک ایسی بات لکھی ہے جو دونوں روایات مذکورۂ بالا کی تردید کرتی ہے وہ یہ ہے کہ جب ابوبکرؓ نے حضرت فاطمہؓ کے دعویٰ کی نسبت یہ کہا کہ پیغمبر خدا کا کوئی وارث نہیں ہوتا تو اسے سن کر حضرت فاطمہؓ علی کے پاس گئیں اور ان سے یہ سب حال کہا۔ حضرت علیؓ نے ان کو صلاح دی کہ تم پھر ابوبکر کے پاس جاؤ اور ان سے کہو کہ تم یہ سمجھتے ہو کہ پیغمبر خدا کا کوئی وارث نہیں ہوتا حالانکہ سلیمانؑ داؤدؑ کے اور یحییٰؑ زکریاؑ کے وارث ہوئے پھر میں کیوں اپنے باپ کی وارث نہ ہوں؟ عمرؓ نے کہا کہ یہ سکھلائی ہوئی بات ہے اس پر آپ نے جواب دیا کہ گو میں سکھلائی گئی ہوں مگر کس نے مجھے سکھلایا ہے میرے ابن عم علیؓ نے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ علی المرتضیٰؓ خود اس معاملے میں ابوبکرؓ سے مطالبہ اور مقابلہ کرنے کے لئے تشریف نہیں لے گئے۔ اور نہ حضرت فاطمہؓ کے خیال میں یہ حجت آئی تھی کہ سلیمانؑ داؤدؑ کے اور یحییٰؑ زکریاؑ کے وارث ہوئے۔ اور نہ اپنی طرف سے یہ دلیل انھوں نے پیش کی بلکہ حضرت علی کے فرمانے اور بتانے اور سکھلانے سے حضرت فاطمہؓ دوبارہ دعویٰ کرنے کے لئے ابوبکر صدیق کے پاس تشریف لے گئی تھیں۔ اگر حضرت علیؓ خود تشریف لے گئے ہوتے یا حضرت فاطمہؓ نے اپنی طرف سے یہ حجت پیش کی ہوتی جیسا کہ آپ کے اس مشہور خطبہ سے پایا جاتا ہے جس کو ہم نے چوتھی روایت میں احتجاج طبرسی سے نقل کیا ہے۔ تو حضرت فاطمہؓ کے بھیجنے اور اس حجت کو سکھانے کی کیا ضرورت تھی۔ کیا اس اختلاف کے بعد بھی حضرت علیؓ کا جانا ابوبکر صدیق کے پاس اور ان کا اس باب میں بحث کرنا کوئی مان سکتا ہے۔

گیارھویں روایت پر بحث

گیارھویں روایت جو ہم نے احتجاج طبرسی سے نقل کی ہے اس میں یہ لکھا ہے کہ جب حضرت علیؓ کو اس بات کی اطلاع ہوئی کہ ابوبکرؓ نے فاطمہؓ کو فدک سے محروم کر دیا تو آپ بہت غصہ میں آئے اور ایک بہت سخت خط ابوبکرؓ کو لکھا جس کے آغاز ان الفاظ سے ہے شقوا

متلاطمات امواج الفتن (انھوں نے فتنوں کی بھنور آمیز موجوں کو پھاڑ ڈالا یعنی فتنوں سے نیچے) اور جس میں کوئی دقیقہ اپنی مردانگی اور شجاعت کے اظہار اور مہاجرین و انصار کی گمراہی و ضلال کا باقی نہیں رکھا اور اس عذاب سے جو ان کے لئے خدا نے مقرر کیا ہے بیان کرنے میں بھی تامل نہیں فرمایا۔ اگر درحقیقت حضرت علیؓ بذاتِ خود ابوبکرؓ کے پاس تشریف لے گئے ہوتے اور جو کہنا تھا وہ اُن سے کہہ آئے ہوتے تو پھر اس خط لکھنے کی کیا ضرورت تھی۔ ہاں شاید یہ کہا جائے کہ آپ نے اول بالمشافہ گفتگو کی پھر یہ خط لکھا تاکہ ریکارڈ یعنی دفتر میں ایک تحریری سند صحابہ کے ملامت کی موجود رہے۔ یا اول یہ خط لکھا ہو اور بعد اس کے جا کر بالمشافہ گفتگو فرمائی ہو۔ مگر پہلی بات تو اس روایت سے ثابت نہیں ہوتی اس لئے کہ اس روایت میں یہ لکھا ہے کہ جب حضرت علیؓ کو اس بات کی اطلاع ہوئی کہ ابوبکرؓ نے فاطمہؓ کو فدک سے محروم کر دیا تب آپ نے یہ خط لکھا۔ اور دوسری بات کہ اس خط کے لکھنے کے بعد تشریف لے گئے ہوں حضرت فاطمہؓ کے اس غصہ سے جو آپ کے گھر میں بیٹھ رہنے اور مدد نہ کرنے پر فرمایا صحیح نہیں معلوم ہوتی اس لئے کہ جب حضرت علیؓ ایسا سخت خط لکھ چکے تھے اور غاصبین فدک کو ظالم اور مفسد ٹھہرا چکے تھے اور جو سزا خدا نے ان کے لئے رکھی ہے اُسے بھی ایک طرح سے بیان کر دیا تھا اور اگر وصیت پیغمبر مانع نہ ہوتی تو ان کے لئے سر اڑا دینے کی بھی دھمکی دے دی تھی تو کیوں کر ممکن تھا کہ حضرت فاطمہؓ آپ کی مدد نہ کرنے اور مثل جنین کے خانہ نشین ہو جانے پر غصہ فرمائیں اور ایسے کلمات سخت سے آپ کو خطاب کریں۔

مزید تضاد

پھر چوتھی روایت کے دیکھنے سے ایک اور تناقض اور تخالف پایا جاتا ہے اور وہ یہ ہے کہ اس روایت میں یہ لکھا ہے کہ علی کے فرمانے سے حضرت فاطمہ آیہ ورث سلیمان داؤد سے حجت کرنے کے لئے ابوبکرؓ کے پاس آئیں اور اس پر بھی جب ابوبکرؓ نے شہادت طلب کی تو فاطمہؓ ام ایمن اور علیؑ کو لے گئیں اور گو علی کی شہادت کا کیا انھوں نے دی کچھ ذکر نہیں ہے مگر ام ایمن کی

شہادت رو کی گئی۔ اور عمرؓ نے ام ایمن سے یہ کہا کہ تم ایک عورت ہو اور ایک عورت کی گواہی کافی نہیں اور علیؓ اپنا فائدہ چاہتے ہیں اس پر فاطمہؓ کھڑی ہو گئیں اور خفا ہو کر ابوبکرؓ وعمرؓ کو بد دعا دینے لگیں اور چلی گئیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علیؓ ابوبکرؓ کے سامنے شہادت دینے کے لئے آئے تھے۔ اگر یہ صحیح ہے تو اس کا سبب نہیں معلوم ہوتا کہ اسی وقت جو نہایت موقع اور وقت بحث و گفتگو کا تھا علیؓ نے ابوبکر سے جو کہنا تھا کیوں نہ کہا اور فاطمہؓ کو خفا دیکھ کر بھی کچھ ہاشمی جلال نہ دکھایا۔ اور گھر جاکر خط لکھا یا دوسرے وقت آکر ابوبکر سے بحث کی۔ اتنا تو بہر حال اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ شہادت پیش کرنے کے وقت تک حضرت علیؓ نے زبان مبارک سے کچھ نہیں فرمایا تھا۔ اور نہایت صبر و تحمل سے واقعات کے دیکھنے اور سکوت کرنے کو اختیار کیا تھا۔ مگر اسی روایت میں پھر یہ ہے کہ حضرت علیؓ چالیس دن تک حضرت فاطمہؓ کو سوار کرائے مہاجرین اور انصار کے گھر گھر لئے پھرے اور فاطمہؓ ایک ایک سے فریاد اور استغاثہ کرتی رہیں۔ یہاں تک کہ معاذ بن جبلؓ سے دو بدو گفتگو ہوئی اور ان سے خفا ہو کر فاطمہؓ چلی آئیں۔

اس واقعہ کے بعد جس میں اس روایت کے موافق کم سے کم چالیس روز گزرے ہوں گے پھر حضرت علیؓ نے فاطمہؓ سے کہا کہ تم تنہا ابوبکرؓ کے پاس جاؤ کیوں کہ وہ دوسرے کی نسبت زیادہ نرم دل ہیں اور یوں کہو کہ اگر فدک تمہارا ہی ہوتا تب بھی اس کا دینا میرے مانگنے پر تم پر واجب ہے۔ چنانچہ اس کے موافق فاطمہؓ آئیں اور یہی بات کہی اس پر ابوبکرؓ نے کہا کہ آپ سچ فرماتی ہیں کاغذ منگا کر رد فدک کی سند لکھ دی اور جس کو راہ میں عمرؓ نے چھین کر چاک کر دیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک ہی دفعہ حضرت فاطمہؓ حضرت علیؓ کی تعلیم سے ابوبکر کے پاس نہیں گئی تھیں بلکہ دو مرتبہ پہلے وَرِثَ سُلَيْمَانُ دَاوُدَ کی حجت پیش کرنے کے لئے دوسرے فدک کو بہ نرمی ابوبکر سے مانگنے کے لئے۔ اور دوسری مرتبہ جہاں تک کہ ابوبکرؓ سے تعلق تھا اس روایت کے موافق وہ کامیاب بھی ہوئیں۔ پس یہ روایت صاف اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ حضرت علیؓ نے کبھی خود ابوبکر کے پاس جانے اور ان سے بحث کرنے یا ان کو ملامت فرمانے کا ارادہ نہیں کیا بلکہ حضرت فاطمہؓ

کو سکھا کر بھیج دینے ہی پر کفایت فرمائی اور اگر شہادت کے لئے وہ فاطمہؓ کے ساتھ تشریف بھی لے گئے تو اس وقت ارشاد نہیں فرمایا۔ اور سکوت ہی اختیار کیا۔

بدسلوکی پر خاموشی

پھر اسی چوتھی روایت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ شہادت کے رد ہونے کے بعد چالیس دن تک فاطمہؓ کو مہاجرین و انصار کے یہاں لیے لیے پھرے۔ اس زمانہ میں کوئی اور دوسری کارروائی آپ نے نہیں فرمائی۔

اور جب معاذ بن جبلؓ سے گفتگو کر کے اور ان سے خفا ہو کر فاطمہؓ چلی آئیں تب پھر آپ نے انھیں ابوبکر کے پاس بھیجا اور وہاں فاطمہؓ کی یہ حالت ہوئی کہ عمرؓ نے ابوبکرؓ کی لکھی ہوئی سند چاک کر دی اور فاطمہؓ کے شکم مبارک پر نعوذ باللہ منہ لات ماری جس سے محسن سقط ہو گئے اور اس کے بعد پچھتر دن تک فاطمہؓ بیمار رہیں اور بعد اس کے وفات فرما گئیں اس سے ظاہر ہے کہ بعد معاذ بن جبلؓ کی گفتگو کے اور فاطمہؓ کے دوبارہ تعلیم پاکر ابوبکرؓ کے پاس جانے کا کوئی موقع باقی نہ رہا تھا کہ فاطمہ کے وکیل کو فدک سے نکالے جانے کی خبر سن کر حضرت علیؓ ابوبکرؓ کے پاس جاتے اور ان سے سوال و جواب کرتے کیوں کہ اس وقت تو حالت پہلے سے بدتر ہو گئی تھی اور ایک تازہ مصیبت پیش آگئی تھی جس کے سامنے فدک کا غصب کچھ حقیقت ہی نہیں رکھتا۔ یعنی حضرت فاطمہؓ پر عمرؓ کے ہاتھ سے وہ ظلم و ستم ہونا جسے دیکھ کر کسی آدمی کی غیرت و حمیت گوارا نہیں کر سکتی کہ اسے برداشت کرے اور ایسے دردناک اور نفرت انگیز اور ذلیل کن ظلم کو دیکھتا رہے اور اس کا بدلہ نہ لے۔ یہ وقت وہ تھا کہ شیر خدا جوش میں آتے اور ذوالفقار علی نیام سے نکالتے اور بنت رسول پر جو ظلم و ستم ہوا تھا اس کا بدلہ عمر سے لیتے۔ تعجب ہے کہ ایسے سخت واقعہ پر شیر خدا صبر فرما دیں اور بنتِ رسول کی یہ ذلت اپنی آنکھوں سے دیکھیں اور کوئی بات تک زبان سے نہ نکالیں۔ تو ان کے صبر و استقلال سے جس کا ثبوت شیعوں کے خیال کے موافق اس سے زیادہ نہ ہوگا کون امید اور خیال کر سکتا ہے کہ وہ ایک وکیل کے نکال دینے پر غصہ میں آتے اور سوال و جواب کرنے کے لئے مہاجرین و انصار کے مجمع میں جلتے اور ابوبکر سے مقابلہ کرتے یا ان کو ویسا سخت خط لکھتے اور ان کو ظالم اور غاصب

بتاتے۔

شجاعت علی اور بدسلوکی کا واقعہ

اس روایت کو بارھویں روایت سے ملا کر دیکھنے سے غالباً ہر شخص کو ایک حیرت ہوگی اور سوائے اس کے کہ اماموں کے اسرار اور ان کے بھید ہم لوگوں کی سمجھ سے باہر ہیں کوئی بات زبان سے نہ نکل سکے گی نہ کوئی وجہ سمجھ میں آئے گی کہ کبھی تو شیر خدا ذرا سی بات پر ایسے غضب ناک ہو جائیں کے سر اوڑانے میں بھی دریغ نہ کریں اور کبھی ایسا سکوت اختیار کریں کہ بڑے سے بڑے صدمہ پر بھی جس کا بدلہ لینا شرعاً و عقلاً جائز بلکہ واجب ہو زبان تک نہ ہلائیں۔ شاید مظہر العجائب و الغرائب کی شان یہی ہے کہ ایسی عجیب باتیں سرزد ہوں جو انسانی فہم سے باہر اور طاقت بشری سے خارج ہوں۔ اس چوتھی روایت میں یہ ذکر ہے کہ حضرت فاطمہؓ سے سند لے کر عمر نے چاک کر دی اور طمانچہ لگائے اور لاتیں ماریں یہاں تک کہ حمل ساقط ہو گیا مگر حضرت علیؓ نے اُف تک نہ کی۔ اور بارھویں روایت میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب حضرت علیؓ کو اطلاع ہوئی کہ اشجع بن مراحم نے جسے ابوبکر نے فدک کے انتظام کے لئے مقرر کیا تھا۔ رعایا پر ظلم کیا ہے تو آپ کی تاب نہ رہی اس خبر کے سنتے ہی عزیز و اقارب و غلام و ملازمین کو لے کر موقع پر پہنچے اور اشجع کو پکڑ بلوایا اور گھڑکیاں سنائیں اور اسی پر کفایت نہ کی بلکہ اس کا سر اُڑا دیا اور اس وقت آپ ایسے جوش میں تھے اور آپ کی آنکھیں ایسی چمکتی اور آپ کی ذوالفقار ایسی دمکتی تھی کہ سب تھر تھرانے لگے اور اشجع کے ہمراہی سب ہتھیار پھینک کر بھاگ گئے۔ اور پھر جب اشجع کے قتل کے بعد خالدؓ ان کے پاس آئے تو آپ نے اُن سے غصہ میں فرمایا کہ کیا تم مجھے بھی مالک بن نویرہ جانتے ہو اور اس پر جب خالد غصہ میں آئے تو آپ نے ذوالفقار نکالی جس کی چمک دیکھ وہ گڑگڑانے لگے اور آپ نے تلوار کے قبضہ کو خالد کی پشت پر مارا کہ وہ زمین پر گر گئے۔ اس روایت سے شانِ حیدری ثابت ہوتی ہے اور اسد اللہی کا جلوہ نظر آتا ہے اور زمین و آسمان سے آپ کی شجاعت و حمیت پر مرحبا اور تحسین کی آوازیں آتی ہیں اور لافتیٰ الا علی لاسیف الا ذوالفقار کا غلغلہ ہر شجر و حجر کی زبان سے سنائی پڑتا ہے۔ مگر یہ تمام حالت اور تعجب سے بدل جاتی ہے

جب کہ ہم یہ دیکھتے ہیں کہ یہ اسد اللّٰہی شان اس وقت کیوں نہ دکھائی گئی جب کہ عمرؓ نے جو بقول شیعوں کے ایک نامرد اور ذلیل اور کم رتبہ آدمی تھے بنت رسول کو صدمہ پہنچایا۔ ان کو طمانچہ لگائے ان کو لاتیں مارے ان کا حمل گرا دیا۔ اس موقع پر کیوں ذوالفقار علی نیام میں رکھی گئی اور کیوں حیدری صولت اور غضنفری ہیبت پر صبر شکیبائی غالب آ گئی حالانکہ شرعاً و عقلاً یہ موقع نہ صبر کا تھا نہ تحمل کا۔ بلکہ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ وَالْجُرُوحَ قِصَاصٌ ۔ دانت کے بدلے دانت ہے اور زخموں کا قصاص ہے ۔ کے موافق کم سے کم اس کا بدلا عمرؓ کو دینا تھا تاکہ بنتِ رسول کی ذلت کا مزہ وہ چکھتے اور اس ظلم و ستم کی سزا خدا کے شیر کے ہاتھ سے پاتے۔ افسوس ہے کہ ان روایتوں سے حضرات شیعہ کا یہ مطلب تو حاصل نہ ہوا کہ جو الزام اپنے غلط خیال اور فساد عقیدت کے موافق صحابہ پر اور حضرات شیخین پر لگانا چاہتے تھے وہ ثابت ہو بلکہ ان جھوٹی اور وضعی روایتوں سے اہل بیت کرام اور خاندان نبوت پر ایسے جھوٹے داغ لگا دئے گئے اور وہ باتیں جس سے ان کی شان ارفع و اعلیٰ تھی بلکہ جن کے خدام اور نام لیوا بھی اس سے مبرا اور منزہ تھے ان کی طرف منسوب کر دی گئیں اور مخالفین اسلام کے لئے ایک ایسا مجموعہ تیار کر دیا گیا کہ جس کے دیکھنے سے نہ صرف ان کو تعجب اور حیرت ہو بلکہ نفس اسلام پر وہ شک اور بانی اسلام اور اس کے خاندان کے چلن پر شبہ کرنے لگیں۔ افسوس ایسی محبت پر۔ تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنْشَقُّ الْاَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا ان باتوں سے معلوم ہوتا ہے گویا آسمان پھٹ پڑیں گے زمین میں غار ہو جائیں گے اور پہاڑ گر پڑیں گے۔

ظلم و ستم کی تکذیب

چوتھی روایت میں جو کتاب الاختصاص سے بیان کی گئی ہے یہ لکھا ہے کہ بعد اس کے کہ علی المرتضیٰ فاطمہؓ کو چالیس دن تک مہاجرین و انصار کے گھر گھر لے کر پھرے اور کسی نے مدد نہ کی۔ معاذ بن جبلؓ سے دو بدو فاطمہؓ سے گفتگو ہوئی وہ ان سے خفا ہو کر چلی آئیں تو علی المرتضیٰؓ نے فاطمہؓ سے کہا کہ ابوبکر نرم دل ہیں ان سے جا کر فدک مانگو کہ وہ اپنا ہی سمجھ کر دے دیں چنانچہ وہ گئیں اور ان کے اس

طرح پر مانگنے سے ابوبکر نے فدک کی سند لکھ دی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس موقع پر کچھ سوال و جواب نہ ہوا تھا بلکہ ہنسی خوشی سے صرف حضرت فاطمہؓ کے مانگنے پر ابوبکر نے انھیں سند لکھ دی تھی لیکن تیسری روایت میں جو بحوالہ مصباح الانوار بحار الانوار سے نقل کی گئی ہے اس میں فدک کے سند لکھ دینے کا بیان دوسرا ہے اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جب ابوبکر فی من یثق بہ یتکلم رد کی حجت پیش ہونے پر قائل ہوئے اور فاطمہؓ کے دلائل سن کر مجبور تب فدک کی سند فاطمہؓ کو لکھ دی اور اس پر علی اور ام ایمن کی گواہی بھی ہوئی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سند لکھنے کا سبب ابوبکر کا فاطمہؓ کی حجتوں سے قائل ہو جانا تھا۔ اور نیز یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ فاطمہؓ تنہا تشریف نہ لے گئیں تھیں بلکہ علی اور ام ایمن بھی ان کے ساتھ تھے ورنہ ان کی گواہی اس سند پر جو ابوبکرؓ نے لکھی کیوں کر ہوتی اور پھر اس روایت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ راہ میں عمرؓ فاطمہؓ کو ملے اور ان سے پوچھا کہ آپ کہاں سے آتی ہیں انھوں نے کہا ابوبکر کے پاس سے آتی ہوں اور انھوں نے مجھے سند بھی فدک کی لکھ دی ہے۔ عمر نے کہا اسے ذرا مجھے تو دکھایئے آپ نے دے دی۔ عمر نے اس پر تھوکا اور اسے مٹا دیا جب آگے بڑھیں تو علی ملے تو انھوں نے فاطمہ سے پوچھا کہ آپ اس وقت اتنی خفا کیوں ہیں تب انھوں نے بیان کیا کہ عمر نے ان کے ساتھ کیا کیا اس پر حضرت علیؓ نے فرمایا ما رکبوا منی ومن ابیک اعظم من ھذا فمرضت کہ ان لوگوں نے اس سے بڑھ کر میرے اور تمہارے باپ کے حق میں اور دوسری بات نہیں کی۔ اور پھر آپ بیمار ہو گئیں۔ اس میں ایک تعجب انگیز بات تو یہ ہے کہ سند لکھنے کے وقت تو علی اور ام ایمن موجود تھے پھر وہ فاطمہؓ کے ساتھ گھر تک کیوں نہیں آئے کیا وہ وہاں رہ گئے یا کہیں چلے گئے اور فاطمہؓ کو تنہا روانہ کر دیا۔ دوسری اس میں یہ ذکر نہیں ہے کہ عمر نے فاطمہؓ کو طمانچہ مارے اور لاتیں لگائیں اور محسن سقط ہو گئے۔ کیونکہ علی نے صرف ان کو غصہ میں پایا اور ما رکبوا منی ومن ابیک اعظم من ھذا کہہ کر چپ ہو گئے اس سے تکذیب اس ظلم و ستم کی ہوتی ہے جو فاطمہؓ کی نسبت عمرؓ کی طرف سے بیان کیا گیا ہے۔

خطبۂ فاطمہ سے ہبہ کی تکذیب

چھٹی روایت جو احتجاج طبرسی سے ہم نے نقل کی وہ سب سے زیادہ اہم اور قابلِ غور ہے اور اس سے ہبۂ فدک کے دعویٰ کی تکذیب ایسی ثابت ہوتی ہے کہ بغیر اس کے کہ خود اس روایت کو جھوٹا کہا جائے اور یہ خطبہ وضعی قرار دیا جائے دوسرا اجاب کوئی بن نہیں پڑتا۔ اور اسی واسطے علمائے امامیہ کو اس میں بہت دقت پیش آئی ہے اور نہایت حیران و ششدر رہ کر اس کے متعلق ایسی باتیں بنائی ہیں کہ جن کو کوئی شخص مان نہیں سکتا۔ اس روایت کی تکذیب تو علمائے امامیہ کر نہیں سکتے اس لئے کہ اوّل تو وہ نہایت صحیح روایتوں میں سے ہے۔ دوسرے اس روایت کی بنیاد پر بہت بڑی عمارت صحابہ کے ظلم و ستم کی کھڑی کی ہے وہ اس روایت کے غیر معتبر کہنے سے سب ڈھے جاتی ہے۔

خطبۂ فاطمہ کی اہمیت؛

خطبہ کی صحت اور عظمت جو شیعوں کے نزدیک ہے وہ اس سے ثابت ہوتی ہے کہ علمائے امامیہ نے اس کی صحت کی نسبت بہت بڑے دعوے کئے ہیں اور نہ صرف اپنی روایتوں سے اسے بیان کیا ہے بلکہ سنیوں کی کتابوں سے بھی اس کے ثابت ہونے کی بہت کوشش کی ہے۔ ملا باقر مجلسی اس کی نسبت فرماتے ہیں اعلم ان ھذہ الخطبۃ من الخطب المشہورۃ التی روتہا الخاصۃ والعامۃ باسانید متظافرۃ (یہ ایک مشہور خطبہ ہے جسے خاص و عام مختلف سندوں سے روایت کرتے ہیں) کہ اسے سمجھ لو یہ خطبہ مشہور ترین خطبوں میں سے ہے جس کو شیعہ اور سنی دونوں نے معتبر اسناد سے بیان کیا ہے اور کتاب لمعۃ البیضا فی شرح خطبۃ الزہرا میں جو خاص اسی خطبہ کی شرح کے لئے لکھی گئی ہے اور ایران میں چھپی ہے اس کے صفحہ ۴۸ میں لکھا ہے۔ "والاحتجاج المشہور کالنور علی الطور المسطور فی کتاب مسطور فی رق منشور المعروف بخطبۃ تظلم الزہراء التی مقصودنا من ھذا الکتاب شرحھا وکل ما ذکر الی ھنا کان مقدمۃ بالنسبۃ الیھا ونحن نشرع الآن فی ایراد تلک الخطبۃ الشریفۃ المشتملۃ علی الآیات البینات والبراہین الساطعات والحجج الواضحات والدلائل القاطعات

..... الی قوله وبالجملة لا اشکال ولا شبهة فی کون الخطبة من فاطمة الزهراء وان مشائخ ال ابی طالب کانو ایروونها عن آبائهم ویعلمونها ابنائهم ومشائخ الشیعة کانو ایتدارسونها بینهم ویتلونها مایدیهم وا لسنتهم " اور پھر اس کی فصاحت کی نسبت لکھتے ہیں - تلك الخطبة الغراء الساطعة عن سیدة النساء التی تحیر من العجب منها والاعجاب بها احلام الفصحاء والبلغاء - یہ معجزانہ خطبہ سیّدۃ النساء کا ہے جس کے سامنے فصحاء و بلغاء کی عقلیں بھی دنگ ہیں - خلاصہ اس کا یہ ہے کہ منجملہ ان حجتوں کے جو حضرت فاطمہؓ نے ابوبکر سے کیں ایک وہ مشہور حجت ہے کہ گویا وہ طور کی روشنی ہے اور لوح محفوظ میں لکھا ہے یعنی وہ خطبہ جو تظلم زہرا کے نام سے مشہور ہے اور جس کی شرح ہم اس کتاب میں لکھنا چاہتے ہیں - اور وہ خطبہ مشتمل ہے کھلی نشانیوں اور روشن دلیلوں اور واضح حجتوں اور قطعی برہانوں پر - اور جس کی صحت میں کچھ بھی شبہ نہیں ہے اور بزرگان آل ابی طالب ہمیشہ اُسے اپنے آبا و اجداد سے روایت کرتے اور اپنی اولاد کو سکھلاتے چلے آئے ہیں اور مشائخ شیعہ کے درس میں وہ رہا ہے اور ہمیشہ اسے اپنے ہاتھوں اور زبانوں میں رکھتے چلے آئے ہیں -

میراث کا دعویٰ

جبکہ یہ خطبہ شیعوں کے نزدیک ایسا صحیح ہے اور کالنور علی الطور سمجھا جاتا ہے تو جو کچھ اس سے ثابت ہو کہ فاطمہؓ نے اس میں یہ بیان کیا اور فلاں چیز کا دعویٰ فرمایا اسی کے موافق شیعوں کے عقیدے کے صحیح سمجھنا اور جس کا اس میں ذکر نہ ہو اس کو غلط جاننا چاہیئے - اس لئے ہم اس کتاب کے ناظرین سے خصوصاً علمائے امامیہ سے امید کرتے ہیں کہ اس پر غور فرمائیں کہ سارے خطبہ میں کہیں اس بات کا ذکر نہیں ہے کہ حضرت فاطمہؓ نے فرمایا ہو کہ تم نے فدک مجھ سے چھین لیا - یا میرے باپ نے مجھے وہ ہبہ کیا تھا - یا وہ میرے قبضہ میں تھا نہ صراحتہً نہ اشارۃً ہبہ کا نام اس میں آیا ہے - جو کچھ اس میں بیان کیا گیا ہے وہ صرف متعلق میراث کے ہے اور جو کچھ ظلم و ستم کا استغاثہ کیا ہے وہ اسی بات پر ہے کہ ترکہ نبوی نہیں دیا گیا - اور جو حجتیں اور دلیلیں اس میں حضرت

حضرت سیدۃ النساء نے بیان کی مثل وَوَرِثَ سُلَیْمٰنُ دَاوٗدَ وغیرہ کا وہ سب متعلق میراث کے ہیں - اگر فدک درحقیقت پیغمبر خدا صلعم نے آپ کو ہبہ کیا ہوتا اور وہ آپ کے قبضہ میں ہوتا اور ابوبکر صدیقؓ نے آپ کا قبضہ اُٹھا کر اس پر اپنا قبضہ کر لیا ہوتا تو کیا یہ ممکن تھا کہ اس میں اس کا کچھ بھی ذکر نہ کیا جاتا اور ایسی بڑی بات جو صراحتہً شرع اور عقل اور قانون اور عام برتاؤ کے خلاف تھی یعنی کسی چیز کو کسی کے قبضہ سے لے لینا خلیفۂ وقت سے واقع ہوتی اُس کا اظہار مہاجرین و انصار اور اصحاب نبوی کے سامنے نہ کیا جاتا -

ہبہ کا عدم ذکر

یہ خطبہ جو حضرت فاطمہؓ نے بیان فرمایا طول میں دو جزو سے کم نہیں ہے اور فصاحت اور بلاغت میں ہم پلّہ قرآن سمجھا گیا ہے اور صحابہ کے ظلم و ستم کا گویا وہ پورا نقشہ ہے اور اس وقت یہ فرمایا گیا ہے جب کہ تمام مہاجرین و انصار اور اصحاب نبوی ابوبکر کے پاس موجود تھے - اور ایسے درد انگیز لفظوں میں بیان کیا گیا کہ سُننے والے رونے اور چیخنے لگے تھے تو کیا یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ ایسے موقع اور محل پر حضرت فاطمہؓ اسی چیز کو بیان نہ فرمائیں جو سب سے زیادہ ضروری اور سب سے بڑھ کر اُن کی مظلومیت اور خلیفہ وقت کے ظلم کو ثابت کرنے والی تھی -

ہبہ کے عدم ذکر کی تاویل

چونکہ یہ ایک بہت بڑی بات تھی کہ ایسے موقع پر اس خطبہ میں ہبہ کا ذکر نہ کیا گیا اس لئے علمائے امامیہ کی توجہ اس طرف مائل ہوئی اور انھوں نے بھی اس امر کو ضروری سمجھ کر اس کے جواب کی فکر کی اور بفحوائے الغریق یتشبث بکل حشیش جو کچھ اس کے جواب میں کہا وہ سراسر لغو اور بالکل بیہودہ ہے جسے کوئی بھی نہیں مان سکتا" ملا باقر مجلسی بحار الانوار میں اسی خطبہ کی شرح میں ایک مقام پر فرماتے ہیں " اعلم انه قد وردت الروایات المتظافرة کما ستعرف فی انها ادعت فدکا کانت نحلة لها من رسول الله صلعم فلعل عدم تعرضها فی هذه الخطبة لتسلك الدعوی لیاسها عن قبولهم ایاها اذ کانت الخطبة بعد مارد ابوبکر شهادة امیر المومنین ومن شهد معه وقد کانت المنافقون الحاضرون

معتقدین بصدقه فتمسك بحديث الميراث لكونه من ضروريات الدين "۔ یعنی روایات مستندہ جیساکہ تم کو عنقریب معلوم ہوگا اس باب میں وارد ہوئی ہیں کہ حضرت فاطمہؑ نے فدک کے ہبہ ہونے کا رسول اللہ صلعم کی طرف سے دعویٰ کیا تھا۔ پس آپ کا اس خطبہ میں دعویٰ ہبہ فدک سے تعرض نہ کرنا شاید اس خیال سے ہوگا کہ آپ اس دعویٰ کے قبول ہونے سے مایوس ہوگئی ہوں گی۔ اس لئے کہ یہ خطبہ بعد رد کرنے ابوبکر کی کی شہادت امیرالمومنینؑ کو مع اور شاہدوں کے ہوا تھا۔ اور جو منافق اس وقت موجود تھے وہ ابوبکر کے صدق کے معتقد تھے اس لئے حضرت فاطمہؑ نے حدیث میراث سے تمسک کیا کیونکہ یہ ضروریات دین سے ہے "۔

تاویل کی تردید

یہ جواب جیساکہ اس کے لفظوں سے ظاہر ہے ایسا ہے کہ خود جواب لکھنے والے اور ان کے ہم مذہب دل سے اسے قبول نہ کرتے ہوں گے اور جو روایتیں ہم اوپر نقل کر چکے اکثر ان میں سے اس جواب کی غلطی ظاہر کرتی ہیں۔ اس جواب میں جو یہ لکھا کہ یہ خطبہ حضرت سیدہؑ نے اس وقت بیان کیا جب کہ امیرالمومنین اور دیگر گواہوں کی شہادت ابوبکر نے رد کر دی تھی یہ صحیح نہیں ہے۔ اس لئے کہ اس خطبہ کی روایت سے یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ بعد تردید شہادت کے یہ خطبہ بیان کیا گیا ہو بلکہ جو روایت احتجاج طبرسی سے ہم نے بیان کی اس کے ابتدائی الفاظ یہ ہیں: روی عبداللہ الحسن باسنادہ عن آبائہ انہ لما اجمع ابوبکر علی منع فاطمہ فدک وبلغہا ذلک لاثت خمارہا الخ کہ جب ابوبکرؓ نے ارادہ کر لیا کہ فدک سے فاطمہؑ کو محروم کریں اور یہ خبر حضرت فاطمہؑ کو پہنچی تو انھوں نے اوڑھنی اوڑھی اور چادر لپیٹی اور اپنے نوکروں اور قوم کی عورتوں کو ساتھ لے کر ابوبکر کے پاس آئیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت فاطمہؑ کا ابوبکر کے پاس یہ تشریف لانا اول ہی مرتبہ تھا اور اس کا باعث صرف اس خبر کا پہنچنا تھا جو ان کو ابوبکرؓ کے ارادہ کی پہنچی کہ وہ فدک نہیں دینا چاہتے یا اس پر تصرف رکھنے سے مانع آتے ہیں۔ اور چونکہ اس روایت میں اس بات کی تصریح نہیں ہے کہ یہ خبر کیوں کر پہنچی اس لئے ظاہر ہے کہ جواب میں جو یہ بیان کیا گیا ہے کہ بعد تردید شہادت

کے حضرت فاطمہؑ تشریف لے گئیں صرف قیاسی ہے۔ مگر یہ قیاس صحیح نہیں معلوم ہوتا اس لئے کہ الفاظ بلغہا ذلک یعنی " جب یہ خبر فاطمہؓ کو پہنچی " اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ اس سے پیشتر حضرت فاطمہؑ کو کچھ خبر نہ تھی۔ اور یہ ظاہر ہے کہ شہادت علی اور ام ایمن وغیرہ کی بغیر ان کی اطلاع کے بلکہ بغیر ان کی طلب کے نہیں ہوئی۔ جیساکہ دوسری روایت میں جو ہم نے احتجاج طبرسی سے نقل کی ہے بیان کیا گیا ہے کہ بعد پیغمبر کی وفات کے فاطمہؑ فدک مانگنے کے لئے ابوبکر کے پاس آئیں انھوں نے کہا کہ میں جانتا ہوں کہ تم سوائے سچ کے کچھ نہ کہو گی لیکن گواہ لاؤ۔ اس پر وہ علیؑ کو لے گئیں اور پھر ام ایمن کو۔ اور چوتھی روایت سے جو ہم نے کتاب الاختصاص سے بحوالہ بحار الانوار نقل کی ہے، یہ معلوم ہوتا ہے کہ اول حضرت فاطمہؓ ابوبکرؓ کے پاس آئیں اور میراث کا مطالبہ کیا اور جب ابوبکر نے یہ جواب دیا کہ پیغمبروں کا کوئی وارث نہیں ہوتا تو آپ علی کے پاس واپس تشریف لائیں۔ حضرت علیؑ نے کہا کہ پھر لوٹ کے جاؤ اور کہو کہ سلیمانؑ داؤد کے کیوں وارث ہوئے اور اسی کتاب الاختصاص کی روایت میں یہ بھی بیان ہے کہ جب حضرت فاطمہؑ کو خبر ہوئی کہ ان کے وکیل کو فدک سے نکال دیا تب وہ ابوبکرؓ کے پاس آئیں اور ان سے کہا کہ تم نے میرے وکیل کو نکال دیا حالانکہ اس پر میرے گواہ موجود ہیں۔ پس یہ سب روایتیں اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ حضرت فاطمہؓ کا جانا ایک مرتبہ بلکہ دو مرتبہ اس کے پہلے ہوا ہوگا۔ اور اس میں تو کچھ شبہ ہی نہیں کہ شہادت خواہ انھوں نے پیش کی اور ان کے سامنے ابوبکرؓ نے اسے رد کیا اور اس پر وہ خفا ہوئیں۔ تو یہی وقت تھا کہ جو کچھ حضرت فاطمہؓ کو فرمانا تھا فرماتیں اور جو کچھ ملامت کرنی تھی وہ شیخین اور اصحاب پر کرتیں۔ اس واقعہ کی نسبت جو ان کے سامنے ہوا ہو کون کہہ سکتا ہے کہ اس کی خبر فاطمہؓ کو پہنچی اور وہ ابوبکر کے پاس گئیں اور یہ خطبہ بیان فرمایا۔ یہ تو اسی صورت میں ہو سکتا ہے کہ شہادت بغیر ان کی اطلاع کے یا ان کے پیچھے ہوئی ہوتی اور ان کی غیبت میں ابوبکرؓ نے اسے رد کیا ہوتا۔ اور پھر اس کی خبر کسی نے حضرت فاطمہؑ کو دی ہوتی اور اسے سن کر انھیں جوش آیا ہوتا اور وہ ابوبکرؓ کے پاس تشریف لے گئی ہوتیں اور یہ خطبہ بیان کیا ہوتا۔ واذ لیس فلیس۔ اور جب یہ نہیں تو وہ بھی نہیں۔

حضرت ابوبکر سے پہلی ملاقات

علاوہ اس کے تیسری روایت جو مصباح الانوار سے ہم نے بیان کی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت فاطمہؓ ابوبکرؓ کے پاس گئیں اور ان سے فدک کا مطالبہ کیا اور بعد بہت سی حجتوں کے ابوبکر نے قائل ہو کر فدک کی سند لکھ دی اور حضرت علیؓ اور ام ایمن کی اس پر گواہی بھی ہوئی۔ مگر جب حضرت فاطمہؓ باہر تشریف لائیں تو عمرؓ نے لے کر اسے چاک کر دیا۔ اس روایت سے ظاہر ہوتا ہے کہ جہاں تک معاملہ کا تعلق حضرت ابوبکرؓ سے تھا وہ حسب مرضی جناب سیدہؓ کے طے ہو گیا تھا اور اُنھوں نے سند بھی لکھ کر آپ کے حوالہ کر دی تھی جو کچھ ظلم ہوا وہ عمرؓ کی طرف سے ہوا۔ ایسی حالت میں قیاس مقتضی اس کا ہے کہ اگر حضرت فاطمہؓ کو شکایت ہوتی تو وہ ابوبکرؓ کے پاس واپس تشریف لاتیں اور فرماتیں کہ تم نے میری حجتیں سن کر میرے دعوے کو تسلیم کیا اور مجھے سند بھی لکھ دی مگر تمہارے رفیق نے اسے چاک کر دیا۔ غرضکہ جو کچھ شکایت کرتیں وہ عمرؓ کی کرتیں اور اگر ابوبکر نہ سنتے تو صحابہ سے شکایت کرتیں اور ان سے فرماتیں کہ دیکھو جن کو تم نے خلیفہ کیا ہے اور جو مسلمانوں کے سردار بنے ہیں ان کی یہ حالت ہے کہ ابھی مجھے سند فدک لکھ دی اور ان کے رفیق نے اُسے پھاڑ ڈالا اور اب یہ ان کے ساتھ ہو گئے اور اس کے کئے کو تسلیم کر لیا یہ کیسا ظلم ہے اور یہ کیسے خلیفہ ہیں۔ اگر ایسا فرماتیں تو ضرور اصحاب نبیؐ کو جوش آتا اور ابوبکر پر اعتراض کرتے اور عمرؓ کو بُرا بھلا کہتے۔ اور اگر سب ایسا نہ کرتے تو کم سے کم وہ لوگ جو رفقاء علیؓ میں سے تھے اور ظاہراً یا باطناً اہل بیت کے طرف داروں کو موقع ملتا اور فاطمہؓ کی تائید میں بہت کچھ کہتے اور ابوبکرؓ اور عمرؓ پر ملامت کرتے۔ یہ باتیں جو قرین قیاس ہیں وہ تو چھوڑ دی گئیں اور ہوا تو یہ ہوا کہ حضرت فاطمہؓ پھر ابوبکرؓ کے پاس گئیں اور ان سے حجت کی تو صرف میراث کی اور دلیل پیش کی تو صرف ترکہ کے متعلق۔ ان واقعات میں سے کسی واقعہ کا ذکر نہ کیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت فاطمہؓ کا جانا ابوبکرؓ کے پاس بعد تردید شہادت یا بعد تحریر سند یا بعد کسی قسم کی اطلاع کے جو ان کو اول سے ملی ہو نہ تھا۔ بلکہ پہلی ہی خبر جب ان کو ملی تو وہ غصہ میں آئیں اور نہایت غیظ و غضب کی حالت میں مع خدام اور زنان بنی ہاشم کے تشریف لے گئیں اور صرف میراث کے نہ دینے پر فرمایا جو کچھ فرمایا۔

باقر مجلسی کے جواب کی تردید

علاوہ اس کے پانچویں روایت جو مفضل بن عمر نے امام جعفر صادق سے بیان کی ہے اور جسے ہم بحار الانوار سے نقل کر چکے ہیں ملا باقر مجلسی کے جواب کو بالکل باطل کرتی ہے اس لئے اس میں فاطمہؓ کا ابوبکرؓ کے پاس جانا اپنی مرضی سے بیان نہیں کیا گیا بلکہ حضرت علیؓ کے فرمانے سے کیوں کہ اس روایت میں لکھا ہے کہ "جب ابوبکر نے یہ منادی کرائی کہ جس کسی کا رسول اللہؐ پر قرض ہو یا کوئی وعدہ تو وہ میرے پاس آئے کہ میں اس کو ادا کروں گا اور جابر اور جریر بجلی کا وعدہ بھی پورا کیا تو علیؓ نے فاطمہؓ سے کہا کہ ابوبکر کے پاس جا کر فدک کا ذکر کرو فاطمہؓ نے ان سے فدک اور خمس اور فئے کا ذکر کیا ابوبکرؓ نے کہا کہ گواہ لاؤ۔ اس پر اول تو فاطمہؓ نے بہت کچھ دلیلیں پیش کیں اور قرآن کی آیتیں اپنے دعوے کی تصدیق میں بیان فرمائیں مگر جب عمرؓ نے کہا کہ یہ فضول باتیں چھوڑو اور گواہ لاؤ۔ اس پر آپ نے علیؓ اور حسنینؑ اور ام ایمن اور اسماء کو بلوا بھیجا اور ان سب نے آپ کے دعوے کی پوری پوری گواہی دی جب وہ شہادتیں رد کی گئیں تو اس وقت علیؓ نے فرمایا کہ فاطمہؓ ایک جزو رسول کی ہیں جو ان کو ایذا دے گا وہ رسول اللہ صلعم کو ایذا دیتا ہے اور جو ان کی تکذیب کرتا ہے وہ رسول اللہ صلعم کی تکذیب کرتا ہے۔ اس پر عمرؓ نے کہا کہ جو تم اپنی تعریف کرتے ہو تم ویسے ہی ہو لیکن ان لوگوں کی شہادت جس میں ان کا فائدہ ہو مقبول نہیں تو علی نے کہا کہ جب ہم ایسے ہیں جیسا تم جانتے ہو اور انکار نہیں کرتے اور پھر ہماری شہادت ہمارے لئے مقبول نہیں تو اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ اور پھر اسی پر قناعت نہیں فرمائی بلکہ جناب امیر نے اُن کو بُرا بھلا بھی کہا اور یہ فرمایا کہ تم لوگوں نے خدا اور اس کے رسول کی سلطنت پر جست کی اور اسے اس کے گھر سے غیر کے گھر کی طرف بے گواہ و حجت کے نکال دیا۔ قریب ہے کہ ظالموں کو اپنے ظلم کا بدلہ معلوم ہو جائے اور یہ آیت پڑھی وَسَيَعۡلَمُ الَّذِيۡنَ ظَلَمُوۡۤا اَیَّ مُنۡقَلَبٍ يَّنۡقَلِبُوۡنَ پھر فاطمہؓ سے کہا کہ چلو خدا ہی ہمارا فیصلہ کرے گا وَهُوَ خَيۡرُ الۡحٰكِمِيۡنَ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ جو کچھ واقعہ گذرا وہ جناب امیرؓ اور حضرت سیدہؑ کے سامنے گذرا اور دونوں سے حجتیں ہوئیں اور دونوں نے قرآنی دلائل پیش کئے اور دونوں نے جو کچھ کہنا تھا کہا اور جبکہ

ان کا دعویٰ نہ سنا گیا اور ان کی دلیلیں رد کر دی گئیں اور ان کی شہادتیں جھٹلائی گئیں تو خود جناب امیرؑ نے جناب سیدہؑ سے کہا کہ چلو خدا ہی ہمارا فیصلہ کرے گا۔ وہو خیر الحاکمین۔ تو اسکے بعد کون سا موقع باقی رہا تھا کہ حضرت فاطمہؑ دوبارہ یا سہ بارہ تشریف لاتیں اور میراث کے دعوے پر دلائل پیش کرتیں اور صحابہ کو برا بھلا کہتیں۔ اور کیونکہ یہ بات سچ ہو سکتی ہے کہ جب ان کو خبر ہوئی کہ ابوبکرؓ نے فدک سے ان کو محروم کرنے کا ارادہ کر لیا ہے تب وہ تشریف لائیں اور خطبہ میں بیان کیا جو کچھ بیان کرنا تھا وہ روایت مذکورہ بالا سے ظاہر ہے کہ جناب سیدہؑ کے مواجہہ میں حضرت علی کر چکے تھے اور ابوبکر و عمرؓ کو ظالم اور خدا اور رسول کی سلطنت کا غصب کرنے والا علی رؤس الاشہاد کہہ چکے تھے۔ اس جلسہ میں کون سی بات تھی جو اٹھا رکھی گئی جس کے لئے حضرت فاطمہؑ کو پھر تکلیف فرمانے اور ایسے طویل اور فصیح و بلیغ خطبہ بیان کرنے کی ضرورت باقی رہ گئی تھی

ہبہ کے دعوے کی تکذیب

پانچویں روایت کتاب الاختصاص سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ تین مرتبہ حضرت فاطمہؑ ابوبکرؓ کے پاس گئیں۔ اول مرتبہ تو یہ خبر پا کر ان کا وکیل فدک سے نکال دیا گیا۔ دوسرے مرتبہ حضرت علیؑ کے فرمانے سے آیہ وَوَرِثَ سُلَيْمَانُ دَاوُدَ کی حجت پیش کرنے کے لئے۔ اور تیسرے مرتبہ پھر حضرت امیر کے کہنے پر جب ابوبکر تنہا ہوں تب جاؤ کہ وہ دوسرے کی نسبت زیادہ نرم دل ہیں۔ پس جو کچھ حضرت سیدہؑ کو فرمانا تھا وہ انہیں تین موقعوں میں سے کسی موقع پر فرمانا چاہیئے تھا مگر پہلی مرتبہ تو اس خطبہ کا ارشاد فرمانا ثابت ہی نہیں ہو سکتا۔ اس لئے کہ ابوبکر کا یہ جواب کہ پیغمبر خدا کا کوئی وارث نہیں ہوتا سن کر خود حضرت سیدہؑ کے خیال میں نہیں آیا کہ اس کا کیا جواب دیں بلکہ وہ سیدھی جناب امیرؑ کے پاس چلی آئیں اور ان سے سارا حال کہا اور انھوں نے فرمایا کہ تم جاؤ اور وَوَرِثَ سُلَيْمَانُ دَاوُدَ کی دلیل پیش کرو۔ تو یہ دلیل جس کا خطبہ میں ذکر ہے ابتدائی تقریر میں بیان کیا جانا اس کا ممکن نہیں ہو سکتا۔ اس لئے کہ یہ دلیل حضرت فاطمہؑ کے خیال مبارک میں نہ آئی تھی بلکہ حضرت علیؑ نے سکھائی تھی اور ان کی تعلیم کے موافق آپ دوبارہ تشریف لے گئیں تھیں۔ دوسری دفعہ بھی اس خطبہ کا بیان فرمانا بعید از قیاس ہے اس لئے کہ اس وقت اور اسی جلسہ میں بعد وَوَرِثَ

سُلَيْمَانُ دَاوُدَ کے پیش کرنے کے ابوبکرؓ نے شہادت مانگی۔ اور حضرت سیدہؑ نے علیؑ اور ام ایمن کو بلا کر شہادت دلائی۔ اور جو کچھ اس کے بعد ہوا وہ سب مقابلہ میں حضرت امیرؑ اور جناب سیدہؑ کے ہوا۔ اور اخیر میں حضرت فاطمہؑ عمرؓ کے اس کہنے پر کہ ایک عورت کی گواہی مقبول نہیں ہو سکتی اور علیؑ شہادت سے اپنا نفع چاہتے ہیں غصہ میں آ کر اٹھ کھڑی ہوئیں اور یہ کہہ کر اللّٰهم انهما ظلما ابنة نبيك صلى الله عليه وآله حقها فاشدد وطأتك عليهما ثم خرجت کہ الٰہی ان دونوں نے تیرے نبی کی بیٹی پر ظلم کیا اور اس کا حق چھین لیا تو ان پر اپنا سخت عذاب نازل کر۔ اور پھر چلی گئیں۔ اگر خطبہ فرمانے کے لئے اس کے بعد تشریف لانا بیان کیا جائے تو وہ ہو نہیں سکتا اس لئے کہ اسی روایت میں یہ لکھا ہے کہ اس کے بعد حضرت علیؓ چالیس روز تک مہاجرین اور انصار کے گھر گھر فاطمہؑ کے لئے پھرے اور معاذ بن جبلؓ سے گفتگو بھی ہوئی اور جب کسی نے مدد نہ کی تب علیؓ نے فاطمہؑ سے کہا کہ تم ابوبکر کے پاس جاؤ جب کہ وہ تنہا ہوں۔ اور یہ گویا تیسرا موقع تھا جب کہ فاطمہؑ ابوبکر کے پاس گئیں۔ اس میں اس فصیح و بلیغ خطبہ کے بیان کرنے کا کوئی محل ہی نہ تھا اس لئے کہ اس موقع پر ابوبکرؓ نے حضرت فاطمہؑ کی مرضی کے موافق سند لکھ دی تھی۔ اور اس کے بعد چوتھا موقع جانے کا اور اس فصیح خطبہ کے پڑھنے کا باقی ہی نہ رہا تھا۔ اس لئے کہ جناب سیدہؑ اس ضرب شدید کی وجہ سے کہ عمر نے ماری اور جس سے حمل ساقط ہو گیا ایسی بیمار ہو گئیں کہ اسی میں انتقال فرمایا۔

غرضیکہ جو شخص ذرا بھی غور سے ان روایتوں کو دیکھے اور ایک کو دوسری سے ملاوے اُسے اس بات کے تصفیہ کرنے میں کچھ شبہ نہیں رہ سکتا کہ ہبہ کا دعویٰ چونکہ اسی خطبہ میں نہیں بیان نہیں کیا گیا اس لئے وہ دعویٰ جھوٹا ہے۔ اس لئے کہ حضرات امامیہ اس خطبہ کے جھوٹا ہونے کا اقرار نہ کریں گے اور جب اس خطبہ کو جھوٹا نہ مانیں تو ہبہ کے دعوے کے غلط ہونے میں کیا شبہ ہو سکتا ہے۔

ہبہ کرنے کی دینی اہمیت

ملا باقر مجلسی اس اشکال کے جواب میں کہ ہبہ کا ذکر اس خطبہ میں کیوں نہیں ہوا یہ بھی فرماتے ہیں کہ جو منافق حاضر تھے وہ

ابوبکرؓ کے صدق کے معتقد تھے اس لئے فاطمہؓ نے حدیث میراث سے تمسک کیا کیونکہ یہ ضروریات دین سے تھا۔ یہ جواب بھی حیرت انگیز ہے اس لئے کہ اگر حدیث میراث سے تمسک کرنا صرف اس لئے تھا کہ وہ ضروریات دین سے تھا اور سامعین پر اس کا اثر ہوتا تو ہبہ کا دعویٰ اس سے زیادہ اہم اور الققبض دلیل الملک کی دلیل حدیث میراث سے کچھ کم ضروریات دین سے نہ تھی۔ بلکہ میراث کے دعوٰی پر تو ابوبکرؓ کو موقع بھی ملا کہ پیغمبر خدا صلعم کے قول کی سند پر میراث کے عام حکم سے ترکہ نبوی کو مستثنیٰ کر دیا اور جو منافق حاضر تھے اور ابوبکرؓ کے صدق کے معتقد انھوں نے اس روایت میں انھیں سچا جان کر اُن کی کارروائی کو جائز قرار دیا لیکن اگر حضرت فاطمہؓ ہبہ کا دعوٰی فرماتیں اور القبض دلیل الملک کے موافق اپنے قبضہ سے فدک کی ملکیت پر دلیل پیش کرتیں تو اس کا کوئی جواب ابوبکرؓ کے پاس نہ تھا اور نہ ہو سکتا تھا اور سامعین اُن کے ظلم وستم کے قائل ہو جاتے۔ اور حضرت سیدہؓ کے دعوے کی تصدیق کرتے۔ اور سب چلا اٹھتے اور پکارنے لگتے کہ القبض دلیل الملک ضروریات دین سے ہے اور فاطمہؓ کا قبضہ اٹھا دینا اور ان کے دکیل کو نکال دینا صریح ظلم ہے اور اگر وہ اپنے نفاق اور ابوبکرؓ کے ساتھ شریک ہونے کی وجہ سے بظاہر ایسا نہ کرتے تو ابوبکرؓ کے ظلم وستم کی حجت تو پوری ہو جاتی۔

حضرت علیؓ پر عتاب

وہ واقعہ جو بعد اس خطبہ کے ارشاد اور گھر میں واپس جانے کا واقعہ ہوا وہ ایسا عجیب اور حیرت انگیز ہے جس کا اثر نہ صرف فدک کے دعوے پر پڑتا ہے بلکہ اصل اصول شیعوں کے مذہب کا درہم برہم ہو جاتا ہے یعنی جناب امیر اور حضرت فاطمہؓ کی عصمت کے دعوے پر بہت کچھ مؤثر ہوتا ہے۔ اور اسی سبب سے حضرات شیعہ اس میں ایسے حیران ہیں کہ نہ کچھ اس کا جواب بن سکتا ہے نہ کوئی بات اپنے اصول کے قائم رکھنے کے لئے اُن کے خیال میں آتی ہے۔ اور وہ واقعہ یہ ہے کہ جب حضرت فاطمہؓ یہ خطبہ ارشاد فرما کر مایوس ہوئیں تو ان پر ایسا رنج وغم طاری ہوا کہ وہ سیدھی اپنے باپ کی قبر پر تشریف لے گئیں اور وہاں جا کر بہت کچھ بین کیا اور درد انگیز اشعار پڑھے اور بہت روئیں۔ اور پھر وہاں سے گھر کو لوٹیں حضرت امیر المومنینؓ ان کے انتظار میں بیٹھے تھے آتے ہی آپ نے جناب امیر سے یہ خطاب کیا کہ جس طرح بچہ ماں کے

پیٹ میں پوشیدہ ہوتا ہے اسی طرح تم پردہ نشین ہو گئے ہو اور مثل ڈرے ہوئے تہمت زدوں کے گھر میں چھپ رہے ہو۔ اور بعد اس کے کہ زمانہ کے شجاعوں کو ہلاک کیا اور ان کے کثرت کی پروا نہ کی اور ان کی شوکت کو خاک میں ملایا اب ان نامردوں اور ذلیلوں سے مغلوب ہو گئے ہو۔ ابو قحافہ کا بیٹا ظلم وجبر سے میرے باپ کی بخشی ہوئی چیز اور میرے بیٹوں کی معاش مجھ سے چھینے لیتا ہے۔ اور باآواز بلند مجھ سے جھگڑا کرتا ہے۔ انصار میری مدد نہیں کرتے اور مہاجرین نے اپنے آپ کو علیحدہ کر لیا ہے۔ اور تمام آدمیوں نے آنکھیں بند کر لی ہیں نہ ان کا کوئی دفع کرنے والا ہے نہ میرا مددگار۔ خشمناک میں باہر گئی اور غمناک واپس آئی۔ تم نے اپنے آپ کو ذلیل کیا۔ بھیڑیئے پھاڑتے ہیں اور تم اپنی جگہ سے ہلتے نہیں۔ کاش اس ذلت وخواری سے پہلے میں مر گئی ہوتی۔ افسوس میرے حال پر جس پر مجھے بھروسہ تھا وہ دنیا سے چل بسا۔ اور میرا مددگار شکست ہو گیا اس کا شکوہ اپنے باپ سے کرتی ہوں اور میری فریاد خدا سے ہے۔" فقط

عدم تعاون کا صدمہ

اس بیان سے آپ کے معلوم ہوتا ہے کہ جناب امیر المومنینؓ نے کچھ بھی آپ کی مدد نہیں فرمائی اور اس تمام مصیبت کے وقت میں آپ گھر میں چھپے بیٹھے رہے جو کچھ کیا وہ حضرت سیدہؓ نے خود ہی کیا وہی عوٰی کرنے کے لئے تشریف لے گئیں انھیں نے سوال وجواب کئے انھیں نے جو کچھ سنانا تھا سنایا اور جو کچھ کہنا تھا کہا۔ اور جیسا کہ فرماتی ہیں خشمناک باہر گئی اور غمگین واپس آئی اور جناب امیر نے اپنے آپ کو مثل جنین پردہ نشین کر لیا اور اپنے آپ کو ذلیل بنا لیا۔ بھیڑیوں نے پھاڑا اور شیر خدا اپنی جگہ سے نہ ہلے۔ اور حضرت علیؓ کے اس طرح پر علیحدہ رہنے سے جناب سیدہؓ کو وہ صدمہ پہنچا کہ جس پر فرمانے لگیں کہ کاش اس ذلت وخواری سے پہلے میں مر گئی ہوتی اور اس حالت پر اپنے باپ کو یاد کرنے لگیں اور اپنا رنج اس طور پر ظاہر کیا کہ جس پر مجھے بھروسہ تھا وہ دنیا سے چل بسا اور جناب امیر کی مدد نہ کرنے اور اس کارروائی میں کچھ حصہ نہ لینے پر یہ صدمہ ہوا کہ آخر ان سے نہ رہا گیا اور حضرت علیؓ کی نسبت یہ کلمہ زبان سے نکل ہی گیا کہ میرا مددگار شکست ہو گیا میں اس کا شکوہ اپنے

باپ سے کرتی ہوں۔

روایاتِ فدک کی قطعی تکذیب

جناب سیدہؓ کی اس دردانگیز تقریر سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ روایتیں جن میں بیان کیا گیا ہے کہ جناب امیر فدک کے معاملہ میں ابوبکرؓ کے پاس گئے اور ان سے مباحثہ کیا اور فاطمہؓ کے وکیل کے نکال دینے پر ابوبکر صدیقؓ کو بہت کچھ بُرا بھلا کہا اور نہایت قوی دلیلوں سے اُن کا ظلم و ستم ثابت کیا وہ سب جھوٹی ہیں۔ خصوصًا وہ روایتیں جن میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ حضرت فاطمہؓ کے مواجہہ میں جناب امیر نے شیخینؓ سے مباحثہ کیا اور ملامت کی۔ اور جب انھوں نے کچھ نہ سُنا تو یہ کہہ کر کہ خدا تمھیں اس کا بدلہ دے گا اور آیۂ سَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوٓا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ سنا کر رنج اور غصہ میں اُٹھ کر چلے آئے جھوٹی اور بے بنیاد ہیں۔ اس لئے کہ اگر حضرت علی نے ایسا کیا ہوتا اور ابوبکرؓ و عمرؓ سے حجتیں کی ہوتیں تو کیوں حضرت فاطمہؓ ابوبکرؓ کی مجلس سے واپس آکر حضرت علیؓ پر اپنا رنج و غصہ ظاہر کرتیں اور باوجود عصمت و طہارت کے وہ کلمات ارشاد فرماتیں جن کا معمولی آدمیوں کی زبان سے نکلنا بھی متانت اور ادب اور صبر کے خلاف ہے۔ کیا حضرت علیؓ کی اُن کوششوں کا جو اُنھوں نے فدک کے معاملہ میں کیں اور ان مدلل تقریروں کا اور ان لاجواب مباحثوں کا جو اُنھوں نے ابوبکرؓ و عمرؓ سے کیے اگر سچ مانے جائیں یہی نتیجہ ہوتا کہ حضرت سیدہؓ گھر میں آکر ایسے وقت میں جب کہ کوئی سوائے علیؓ کے سننے والا نہ ہو اُن سے یہ فرمائیں کہ "مانند جنین در رحم پردہ نشین شدہ و مثل خائنان در خانہ گریختہ و بعد از ان کہ شجاعان دہر را بر خاک ہلاک افگندی مغلوب این نامردان گردیدہ اینک پسر ابو قحافہ بظلم و جبر بخشیدہ پدرم و معیشت فرزندانم را از من می گیرد و انصار مرا یاری نمی کنند و مہاجران خود را بہ پناہ کشیدہ اند نہ دافعی دارم و نہ یاوری و نہ شافعی خشمناک بیرون رفتم و غمناک برگشتم خود را ذلیل کردی۔ گرگان مید رند و می برند تو از جای خود حرکت نمیکنی کاشکی پیش ازیں مذلت و خواری مردہ بودم"۔

حضرت علی کا جواب

اگرچہ درصورت اس کے کہ جناب امیر فدک کے معاملہ میں سوال و جواب کرنے کے لئے تشریف لے گئے ہوتے یہ خطاب اور یہ ارشاد حضرت سیدہؓ کا تعجب انگیز اور جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یا آپ نے غصہ اور رنج میں حضرت علی سے وہ فرمایا جو صحیح نہیں تھا یا جناب امیر کی کوششیں آپ کے نزدیک کافی نہ تھیں۔ مگر جناب امیر کا جواب اس سے بڑھ کر حیرت انگیز ہے۔ اس لئے کہ درصورت صحیح ہونے اُن روایتوں کے جن میں حضرت علیؓ کے جانے کا ذکر ہے آپ کو اس طرح سے جناب سیدہ کو تسلی دینی تھی کہ تم اس وقت غصہ اور رنج میں واقعات کا خیال نہیں کرتیں اور میری کوششوں کی کافی قدر نہیں کرتیں میں نے کون سا دقیقہ اٹھا رکھا ہے اور کون سی کوشش جو مجھے کرنی تھی وہ باقی ہے۔ تمھارے وکیل کے نکال دینے کی خبر سُنتے ہی میں ابوبکرؓ و عمرؓ کے پاس گیا اور بین المہاجرین والانصار اُن سے لڑا اور تمام حجتیں ان کے سامنے پیش کیں اور ہر طرح سے اُنھیں قائل کیا۔ اور پھر کیا یہ بات تم بھول گئیں کہ آپ کے سامنے شہادت دینے کے بعد میں نے ان سے کیسی مدلل گفتگو کی اور جب انھوں نے نہ سُنا تو میں نے برملا انھیں ظالم و گنہگار ٹھہرایا اور خدا کے عذاب سے بھی اُنھیں ڈرایا اور تمھیں اپنے ساتھ لے کر اپنے گھر چلا آیا۔ اس سے زیادہ میں اور کیا کر سکتا تھا مگر بجائے اس کے کہ ان واقعات کو یاد دلاتے فرمایا تو یہ فرمایا کہ صبر کرو۔ تمھارا اور تمھاری روزی کا خدا ضامن ہے اور خداوند تعالےٰ نے آخرت میں جو تمھارے لئے مہیا کیا ہے وہ اس سے بہتر ہے جو ان بدبختوں نے تم سے چھین لیا۔

شیعوں کی تاویل

اب سُنیے کہ اس کا جواب حضرات شیعہ کیا دیتے ہیں اور اس مشکل سے نکلنے میں کیسے کچھ ہاتھ پاؤں مارتے ہیں۔ ملا باقر مجلسی بحار الانوار کتاب الفتن صفحہ ۱۲۳ میں فرماتے ہیں کہ[1] اب ہم اس مشکل کو دفع کرتے ہیں جو غالبًا لوگوں کے

---

[1] اصل عبارت یہ ہے ولندفع الاشکال الذی ربما یختلج بالبال عند سماع ہذا الجواب السوال وہو ان اعتراض فاطمۃؓ علی امیر المؤمنین بغفی ترک التعرض للخلافۃ وعدم نصرتہا وتخطئتہ فیہما مع علمہا بامامتہ ووجوب اتباعہ وعصمتہ وانہ لم یفعل شیئا الا بامرہ تعالیٰ ووصیۃ الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ مما ینافی عصمتہا وجلالتہا۔ فاقول یمکن ان یجاب عنہ (بقیہ صفحہ پر)

دلوں میں اس سوال و جواب کے سننے سے پیدا ہوئی ہوگی اور وہ یہ ہے کہ اعتراض فرمانا حضرت فاطمہؑ کا جناب امیرالمومنینؑ پر کہ انھوں نے اُن کی مدد نہ کی اور حضرت سیدہؑ کا جناب امیر کو خطاوار ٹھہرانا باوجود اس بات کے جاننے کے کہ وہ امام ہیں اور واجب الاتباع اور معصوم اور باوجود اس بات کے سمجھنے کے کہ انھوں نے کوئی کام نہیں کیا الا بحکم خدا اور مطابق وصیتِ رسول کے جو حضرت سیدہؑ کی عصمت اور بزرگی کے خلاف ہے۔ یہ فرما کر ملّا صاحب اس کا یہ جواب دیتے ہیں فاقول یمکن ان یجاب عنه کہ ممکن ہے کہ اس کا یوں جواب دیا جائے۔ جواب کے آغاز سے پہلے ہی جو الفاظ ملا صاحب نے بیان فرمائے وہ خود اس بات کو بتاتے ہیں کہ خود ملا صاحب اس جواب کو قابل تسلّی و تشفی نہیں سمجھتے تھے۔

مصلحت آمیز عتاب

پھر اس جواب کی تشریح فرماتے ہیں بان هذه الكلمات صدرت منها لبعض المصالح الخ یعنی یہ باتیں جو آپ نے بیان فرمائیں وہ صرف بعض مصلحتوں کی وجہ سے تھیں ورنہ حقیقت میں کچھ آپ جناب امیرؑ کے کاموں سے خفا نہ تھیں بلکہ راضی تھیں اور اس کہنے سے غرض آپ کی صرف یہ تھی کہ لوگوں کو صحابہ کے اعمال کی قباحت اور ان کے افعال کی شناعت معلوم ہو جائے اور جناب امیرؑ کا سکوت اس لئے نہ تھا کہ آپ ان لوگوں کی باتوں کو پسند کرتے ہوں یا اس سے راضی ہوں۔ اور اس طرح کی باتیں مصلحتاً کہنا عادات اور محاورات میں درست ہیں جیسا کہ کوئی بادشاہ کسی اپنے بعض خواص پر کسی معاملہ میں جو رعیت سے سرزد ہوا ہو عتاب کرے گو وہ جانتا ہو کہ وہ خواص اس گناہ سے بری ہے مگر اس عتاب سے مطلب یہ ہوتا ہے کہ

(بقیہ ۲۱۷ حاشیہ) ان هذه الكلمات صدرت منها لبعض المصالح ولم تكن واقعا منكرة لما فعله بل كانت غرضها ان يتبين للناس قبح اعمالهم - وان سكوته ليس لرضاه باتره ومثل هذا كثيرا ما يقع في العادات والمحاورات كما ان ملكا يعاتب بعض خواصه في امر بعض الرعايا مع علمه ببرائته من جنايتهم ليظهر لهم عظم جرمهم وانه مما استوجب به اخص الناس بالملك منه المعاتبة ونظير ذلك ما فعله موسىٰ لما رجع الى قومه غضبان اسفا من القاء الالواح واخذ براس اخيه يجره اليه ولم يكن غرضه الانكار على هارون بل اراد بذلك ان يعرف القوم عظم جنايتهم وشدة جرمهم كما مر الكلام فيه واما حمله على ان اشدة الغضب والانف والغيظ حملتها على ذلك مع علمها بحقيقة ما ارتكبه فلا ينفع في دفع الفساد وينافي عصمتها وجلالتها التي عجزت عن ادراكها احلام العالمين ۱۲ بحار الانوار صفحہ ۱۲۳

گنہگار رعیت کے جرم کی عظمت لوگوں پر معلوم ہو جائے۔ اور مثال اس کی حضرت موسیٰؑ کا فعل ہے کہ جب وہ اپنے قوم کی طرف غصّہ میں لوٹے اور تختیاں پھینک دیں اور اپنے بھائی کی ڈاڑھی پکڑ کے اپنی طرف کھینچی اس سے کچھ غرض ان کی ہارونؑ پر عتاب ظاہر کرنا نہیں تھا بلکہ لوگوں کو بتلانا کہ وہ سمجھ جائیں کہ اُن کی خطا کیسی عظیم ہے اور ان کا جرم کیسا شدید ہے۔ آپ کا غصّہ اور رنج کی شدت میں جناب امیرؑ سے اس قسم کی باتیں کرنا باوجودیکہ آپ جناب امیر کی کارروائی کی حقیقت سے خوب واقف تھیں کچھ آپ کی عصمت اور عظمت کے خلاف نہیں ہے جس کے ادراک سے بندوں کے ذہن عاجز ہیں۔

حق الیقین کی عبارت

اسی جواب کو حق الیقین میں ان لفظوں سے بیان کیا ہے۔ "مؤلف گوید کہ دریں مقام تحقیق بعضی از امور ضرور است۔ اول دفع شبہ چند کہ ممکن ست در خاطرہا خطور کند۔ اگر کسی گوید کہ اعتراض فاطمہؑ بر حضرت امیرؑ باوجود عصمت ہر دو چہ صورت دارد جواب گوئیم کہ ایں معارضہ محمول بر مصلحت ست از برای آنکہ مردم بدانند کہ حضرت امیرؑ ترک خلافت برضای خود نکردہ بغصب فدک راضی نبودہ و در قرآن بسیاری از معاملات با حضرت رسول شدہ و غرض تہدید و تادیب دیگران ست و ازین قبیل ست آنچہ از حضرت موسیٰ صادر شد در وقتیکہ بسوی قوم برگشت و ایشان عبادت گوسالہ کردہ بودند از اندا ختن الواح و سر و ریش ہارون را گرفتند بہ پیش کشیدند با آنکہ می دانست کہ ہارون تقصیر ندارد تا آنکہ بر قوم ظاہر شود شناعت عمل ایشان۔ و مانند عتابی کہ حق تعالیٰ بہ حضرت عیسیٰ خواہد کرد کہ آیا تو گفتی بمردم کہ مرا و مادر مرا دو خدا بدانید با آنکہ میداند کہ او نگفتہ است و مثل ایں بسیار ست۔" (مؤلف کہتا ہے اس مقام پر بعض باتوں کی تحقیق ضروری ہے۔ اوّل تو چند شبہوں کا دور کرنا جو دل میں گذر سکتے ہیں یعنی اگر کوئی یہ کہے کہ سیدہؑ کا اعتراض امیرالمومنین پر باوجودیکہ دونوں معصوم ہیں کیا معنی رکھتا ہے تو ہم یہ جواب دیں گے کہ یہ معارضہ مصلحت پر محمول ہے کہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ حضرت امیر نے ترکِ خلافت اپنی رضا سے نہیں کیا اور فدک کے غصب سے راضی نہ تھے۔ قرآن میں بہت سے معاملات رسول سے کئے گئے ہیں جن سے دوسروں کو ڈرانا اور ادب سکھانا مقصود ہے اسی طرح حضرت

موسیٰ جب اپنی قوم کے پاس آئے اور انھیں گوسالہ پرستی میں دیکھا تو غصے میں الواح تورات پھینک دیں اور حضرت ہارون کے سر اور ڈاڑھی کے بال پکڑ کر گھسیٹنے لگے حالانکہ آپ کو خوب معلوم تھا کہ ہارون کا کوئی قصور نہیں ہے مقصد یہ تھا کہ لوگوں پر ان کے کرتوتوں کی برائی ظاہر ہو جائے۔ اسی قسم کا وہ عتاب ہے جو حق تعالیٰ عیسیٰ پر فرمائے گا کہ کیا تو نے لوگوں سے کہا تھا کہ مجھے اور میری والدہ کو معبود بنا لو حالانکہ اسے معلوم تھا کہ حضرت مسیح نے ایسا نہیں کیا ہے اسی طرح اور بہت سی مثالیں ہیں۔

صاحب لمعۃ البیضاء کی تاویل

اور صاحب لمعۃ البیضا بھی قریب قریب اسی کی تاویل کرتے ہیں۔ "کما یقول وما فعلت بالنسبۃ الی علی تلک الجرأۃ والجسارۃ مع علمہا بانہ امام مفترض الطاعۃ ولا یلیق بمثلہ ہذہ المخاطبۃ من مثلہا الا لابداء شناعۃ ما فعلہ ابوبکر من تلک الفعلۃ الفظیعۃ علی الامۃ و اثبات کفر العمرین کما فعل موسیٰ باخیہ من الاخذ بلحیتہ والضرب علیٰ راسہ حتی یعلم القوم شناعۃ عبادۃ العجل صفحہ ۳۹۳" (چنانچہ وہ فرماتے ہیں کہ سیدہ نے علی کے ساتھ یہ جرأت و جسارت کی حالانکہ انھیں معلوم تھا کہ علی امام اور واجب الاطاعت ہیں اور اس قسم کا خطاب سیدہ معصومہ کو لائق نہ تھا مگر اس لئے کیا کہ ابوبکر کے فعل کی برائی امت پر ظاہر ہو جائے اور ابوبکر و عمر کا کفر ثابت ہو جائے جیسے موسیٰ علیہ السلام نے حضرت ہارون کے ساتھ کیا تھا کہ ان کی داڑھی پکڑ کر ان کے سر پہ مارا تھا۔ تاکہ گوسالہ پرستی کی برائی لوگوں کو معلوم ہو جائے۔

ناسخ التواریخ کا بیان

اور صاحب ناسخ التواریخ اس سوال و جواب کے متعلق یہ فرماتے ہیں " مکشوف باد کہ اسرار اہل بیت مستور ست از مدرکات امثال ما مردم۔ بلکہ مقدادؓ و ابوذرؓ و سلمانؓ با منزلت السلمان منا اہل البیت بیرون ادب گام نزنند و در سعیدای خاطر تمنای ایں طلب نہ کنند۔ وقتی ممیدانم کجا دیدہ ام کہ سلمانؓ در خدمت امیر المومنینؑ از غصب خلافت و تقاعد آنحضرت اظہار ضجرتی کرد۔ علیؑ فرمود ای سلمانؓ میخواہی از اسرار

اہل بیت آگاہی بدست کنی بدیہی است کہ بیرون اہل بیت ہیچ آفریدہ را توانائی حمل ایں بار گران نیست ہمانا فاطمہؑ کہ محدثہ بود بحکم احادیث صحیحہ بعلم ما کان و ما یکون عالم بود لاجرم از آن پیش کہ رسول خدا وداع جہان گوید حوادث ہائلہ نازل گردد از مخالف امت در امر خلافت و ضبط فدک دعوائی گاہی داشت و بحکم عصمت کہ تشریف موہوبۂ یزدانی است جز بحکم خدا در رضای علی مرتضیٰ سخنی نمی فرمود سخن او سخن عمل عمران بود کلمۂ او ودیعۂ خداوند رحمن۔ و مناعت محل او از ملکوت و ملک رفیع تر بود تا بعوالی و فدک چہ رسد۔ و چہ بسیار وقت حسنین را گرسنہ می خوابانید و بلغۂ یک شبۂ ایشان را بہ سائلی می رسانید۔ مملکت دنیا در چشم او بایز ذبابی بہ میزان نمی رفت فدک و حوالی چیست و حاصل عوالی کدام ست۔ اگر گوئی ایں خطاب و خطبہ چہ بود و ایں ہمہ فزع و شکوہ چہ واجب می نمود پس در حضرت امیر المومنین اظہار جسارت کردن و معذرت حسنین با جلباب عصمت بینونت داشت۔ پاسخ ایں سخن را بدیں گونہ ساختگی کنیم کہ اسرار اہل بیت مستور ست شرحی کہ مسطور افتاد والا آنکہ گوئیم بحکم مدرکات عقول ناقصہ خود ہمی خواست کہ ظالم را از عادل و حق را از باطل باز نماید تا آنانکہ خمیر مایۂ فطرت ایشان از ترشحات زلالی ولایت بہرہ یافتہ طریق ضلالت و غوایت باز شوند و بر شاہراہ شریعت و ہدایت روند (انتہی صفحہ ۱۰۱)

واضح ہو کہ اسرار اہل بیت ہم جیسے لوگوں کے فہم سے باہر ہیں بلکہ مقداد، ابوذر اور سلمان بھی باوجود اس مقام کے سلمان ہم اہل بیت سے ہے دائرہ ادب سے باہر قدم نہیں رکھتے اور دوں میں اس کی طلب کی تمنا نہیں کرتے نہ معلوم میں نے کہاں دیکھا ہے کہ کسی وقت سلمان نے امیر المومنین کی خدمت میں غصب خلافت کے سلسلے میں خاموش بیٹھ جانے پر کچھ کہا سُنا علی نے جواب دیا کہ اے سلمان شاید تم اسرار اہل بیت سے آگاہ ہونا چاہتے ہو یہ تو ظاہر ہے کہ غیر اہل بیت سے کوئی بھی اس بار گراں کو نہیں اٹھا سکتا مانا کہ فاطمہ ماضی و مستقبل کی عالمہ و محدثہ تھیں جیسا کہ حدیث میں ہے اور رحمت عالم کے دنیا سے رخصت ہونے سے اور خلافت میں ہولناک حوادث پیش آنے سے اور فدک و عوالی کے ضبط سے پہلے ہی وہ ان تمام باتوں کو جانتی تھیں اور اپنی خداداد عصمت کی وجہ سے بجز حکم خدا اور رضائے علی زبان سے کچھ نہیں فرما سکتی تھیں مگر علی پر ناراضی ابوبکر و عمر کے فعل پر ناراضی کا اظہار تھا ان کی بات رحمٰن کی امانت اور ان کا مقام ملک و ملکوت سے بالاتر ہے عوالی اور فدک کی تو کیا حقیقت ہے آپ بسا اوقات اپنے بچوں کو بھوکا سُلا دیتی تھیں اور مانگنے

والوں کو ان کا کھانا دے دیا کرتی تھیں آپ کی نگاہ میں دنیا کی مملکت کی وقعت پرکاہ کی برابر بھی نہ تھی فدک و عوالی کی تو کیا حقیقت ہے اور عوالی کی آمدنی تو کیا چیز ہے اگر کوئی کہے کہ پھر ایسا خطاب و خطبہ کیوں پیش کیا اور کیوں اس طرح کی گھبراہٹ اور شکوے کا اظہار کیا امیرالمومنین کے سامنے اظہار جسارت اور عصمت کا عذر دونوں میں تضاد ہے تو ہم اس کا یہ جواب دیں گے کہ اسرار اہلبیت دائرہ تحریر سے بھی مخفی ہیں ناقص عقلوں میں کہاں آسکتے ہیں خود آنحضرت چاہتے تھے کہ ظالم و عادل اور حق و باطل میں فرق فرمائیں تاکہ ان کی فطری مادہ کا خمیر ولایت کے صاف پانی کی بوندوں سے بہرہ اندوز ہو اور وہ ضلالت و غوایت کی راہ سے رک جائیں اور شریعت و ہدایت کی راہ پر چل پڑیں۔

ہم اگرچہ ان جوابات کی نسبت ضرورت کچھ بیان کرنے کی نہیں دیکھتے اس لئے کہ ہر ایک سمجھدار آدمی خود ان جوابات سے اس کی وقعت کا اندازہ کر سکے گا۔ اور اسے یقین ہو جائے گا کہ بجز اس کے کہ یہ معاملات اسرار امامت سے سمجھے جائیں انسانی فہم سے خارج ہیں مگر مختصراً کچھ کہنا مناسب سمجھتے ہیں۔

تمام بیانات کا جواب

بحارالانوار میں جو جواب ملا باقر مجلسی نے دیا ہے کہ مصلحتاً حضرت سیدہؑ نے حضرت امیرالمومنین سے ایسی باتیں فرمائیں اور غرض آپ کی صرف یہ تھی کہ لوگوں کو صحابہ کے اعمال کی قباحت اور ان کے افعال کی شناعت ظاہر ہو جائے۔ غالباً ہر شخص اس جواب کو تعجب اور تاسف کی نظر سے دیکھے گا۔ اور سمجھ لے گا کہ جب کچھ جواب نہ بنا تو بمجبوری بمصداق الغريق يتشبث بكل حشيش یہ سمجھ کر کچھ نہ کچھ تو کہنا ہی چاہیئے ملا صاحب نے جو دل میں آیا وہ لکھ دیا مگر اتنا خیال نہ فرمایا کہ یہ باتیں جو حضرت سیدہ نے جناب امیر سے فرمائیں وہ گھر میں کہیں تھیں۔ جہاں سوائے آپ کے یا گھر کے لوگوں کے کوئی غیر نہ تھا جن کو سنانا منظور ہو۔ اور غیروں کے سنانے کے لئے کوئی موقع بھی باقی نہ تھا۔ اس لئے کہ نہ جناب امیر نے کوئی دقیقہ ملامت اور الزام کا صحابہ پر اٹھا رکھا تھا۔ اور نہ بین المہاجرین والانصار ابوبکر صدیق اور عمر فاروق کے ظلم و ستم کی کوئی بات باقی رکھی تھی۔ اور نہ جناب فاطمہؑ نے اپنے فصیح و بلیغ خطبہ میں ان کی نسبت جو کچھ کہنا تھا اس میں سے کچھ اٹھا رکھا تھا کافر اور مرتد اور جہنمی ہونا تک تو ان کا علی رؤس الاشہاد

بیان فرما دیا تھا۔ وہ کون سی بات رہ گئی تھی جسے حضرت علیؑ پر رکھ کر سناتیں ہاں ملا صاحب اگر یہ فرماتے تو ممکن تھا کہ آسمان کے فرشتے ہمدردی کرنے اور تسلی دینے کے لئے آپ کی دولت سرا میں آئے تھے ان کو صحابہ کا کفر و نفاق اور ان کے جور و تعدی سنانی منظور ہوگی۔ ان کے سنانے کے لئے غالباً حضرت معصومہ نے حضرت امیر کو مخاطب کر کے یہ خطاب فرمایا ہوگا اور حضرت ہارونؑ اور حضرت موسیٰؑ کی مثال جو ملا صاحب نے دی ہے وہ بھی اپنے دل کے خوش کرنے کے لئے بیان فرمائی ہے ورنہ اس کو اس سے کیا نسبت۔ اوّل تو یہ بات تسلیم نہیں کی گئی کہ حضرت ہارونؑ پر عتاب لوگوں کے دکھانے کے لئے کیا گیا تھا۔ سوا اس کے جو کچھ حضرت موسیٰؑ نے کیا وہ علی رؤس الاشہاد تھا نہ کہ گھر میں بیٹھ کر اور تنہائی میں جہاں کوئی دیکھنے والا سوائے فرشتوں کے نہ ہو۔

حضرت علیؓ کے جواب سے تردید

علاوہ بریں جناب امیر نے اس خطاب کو جو حضرت سیدہ نے کیا اپنے ہی نسبت خیال کیا تھا نہ جیسا کہ ملا صاحب سمجھتے ہیں اسے مصلحت پر مبنی خیال فرمایا تھا۔ اس لئے کہ اس کے جواب میں جو آپ نے فرمایا اس کے الفاظ یہ ہیں فقال لها امير المؤمنين لا ويل لك بل الويل لشانئك لم نهنهى عن وجدك يا بنت الصفوة وبقية النبوة فما غنيت عن ديني ولا اخطأت مقدوري فان كنت تريدين البلغة فرزقك مضمون وكفيلك مامون وما اعد لك افضل مما قطع عنك فاحتسبي الله فقالت حسبي الله وامسكت۔ اس کا ترجمہ فارسی میں فاضل مجلسی حق الیقین میں اس طرح کرتے ہیں۔ کہ جناب امیر در جواب ارشاد فرمودند کہ صبر کن و آتش خود را فرونشان ای دختر برگزیدہ عالمیان وای باقی ماندہ ذریت پیغمبر۔ من سستی در امر دین خود نہ کردم و آنچہ از جانب خدا مامور بودم بعمل آوردم و آنچہ مقدور بود از طلب حق خود دوران تقصیر نکردم۔ و روزی ترا و اولاد ترا خدا ضامن ست۔ (جناب امیر نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ اے دنیا کے برگزیدہ پیغمبر کی صاحبزادی اور اے پیغمبر کی اولاد میں باقی رہنے والی صبر کرو اور آتش غضب بجھاؤ میں نے دینی معاملہ میں اپنی طرف سے سستی نہیں کی ہے بلکہ اللہ کی طرف سے جو حکم تھا اس کی تعمیل کی ہے اور حتی المقدور میں نے اپنے حق کے مطالبہ

سے کوتاہی نہیں کی ہے تمہاری اور تمہاری اولاد کی روزی کا اللہ ضامن ہے۔) اس جواب سے کون شخص سمجھ سکتا ہے کہ حضرت علی نے اس خطاب کو اپنی ذات پر محمول نہیں فرمایا تھا۔ اور ان کے غصہ کو اپنی نسبت نہیں خیال کیا تھا۔ ورنہ آپ کیوں یہ فرماتے کہ میں نے کچھ کوتاہی نہیں کی اور جہاں تک مجھ سے ہو سکتا تھا اس میں دریغ نہیں کیا۔ بلکہ اس جواب سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ضمناً حضرت سیدہ کو ان کی غلطی پر آگاہ کرنا منظور تھا۔ اور یہ کہنا کہ آپ غلطی پر ہیں کیوں آپ مجھ پر خفا ہوتی ہیں اور کیوں مجھے ایسی سخت سست باتیں کہتی ہیں اور کیوں مجھے مشل جنین کے پردہ نشین ٹھہراتی ہیں میں نے آپ کی مدد میں کوتاہی نہیں کی۔ میں نے آپ کے دعوے کی تائید کی آپ کے سامنے صحابہ سے جھگڑا کیا۔ اور جہاں تک ممکن تھا اُن کو ملامت کی۔ اُن کا ظلم و ستم ثابت کیا۔ اور چونکہ یہ سب باتیں میں نے آپ کے سامنے کیں پھر بھی آپ مجھ پر خفا ہوتی ہیں اور مجھے بزدل اور خائف ٹھہراتی ہیں یہ آپ کی شان سے بعید ہے اور چونکہ یہ وہ باتیں ہیں جو شیعوں کی روایتوں میں بہ تفصیل منقول ہیں اس سے وہ حضرت سیدہ کی عصمت میں خلل پیدا کرتے اور بمقتضائے بشریت آپ کو بیجا غصہ کرنے والا قرار دیتے ہیں۔

کثرت روایات کا نتیجہ

سچ یہ ہے کہ حضرات شیعہ مجبور ہیں اور بے بنیاد اور غلط بات کے ثابت کرنے میں رقص الجمل فرماتے ہیں (اونٹ کی طرح سے ناچتے ہیں)۔ ہر موقع کے لئے انھوں نے ایک روایت بنائی اور ہر اعتراض کے لئے ان حضرات نے اپنے نزدیک ایک جواب گڑھا اور جھوٹ کو سچ کرنا چاہا۔ کاش وہ ایک ہی روایت اور ایک بات پر قائم رہتے تو اتنی دقت پیش نہ آتی۔ اور ایسی فضیحت نہ ہوتی۔ مگر کثرت روایات اور اختلاف اقوال نے ہم کو جواب دینے کی محنت سے بچا لیا۔ اور اس تناقض اور اختلاف نے جو ان کی روایتوں اور بیانوں میں ہے ان کے دعوے کو ایسا باطل کر دیا کہ نہ کسی عدالت میں اُن کے دعوے کی ڈگری ہو سکتی ہے نہ غلط بیانی اور جھوٹی شہادت کے پیش کرنے کے الزام سے وہ بچ سکتے ہیں۔

تمّت

آیاتِ بینات کا ایک باب

بحثِ باغِ فدک

نواب محسن الملک